واعظ العجم
تحسینِ خطابت
جلد اول
2021ء
مدیر
ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی
معاونین
مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی
مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری
مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی
مفتی محمد احتشام
www.facebook.com/darahlesunnat

واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

(جنوری تا مئی ۲۰۲۱ء)

جلد اوّل

تالیف وترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: واعظ الجمعہ (تحسینِ خطابت، ۲۰۲۱ء) جلد اوّل

تالیف و ترتیب: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

مُعاونین: مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری، مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی، مفتی محمد احتشام حفظہم اللہ تعالی

مجموعی تعداد صفحات: ۸۷۲

عدد صفحات جلد اوّل: ۴۳۲

سائز: 13×21

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

idarakhutbatejuma@gmail.com :

00971559421541 :

00923458090612 :

www.facebook.com
/darahlesunnat

آن لائن/نشر اوّل

۱۴۴۴ھ/۲۰۲۳ء

ISBN #

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے مُشفِق، محسن و مربّی استاذ، خیر الاَذکیاء حضرت علّامہ محمد احمد مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتا ہوں۔

جنھوں نے ساری زندگی علومِ اسلامیہ کی تدریس اور اِشاعتِ اسلام میں صرف کر دی، حضرت قبلہ مصباحی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ماہرِ رضویات، بہترین مفتی، مدرّس اور بڑی منکسِر المزاج شخصیت کے مالک ہیں، نیز اِفہام وتفہیم جیسی خداداد صلاحیتوں کے بھی خوب حامل ہیں، حضرت کی تربیت، شفقت اور رَہنمائی سے بندۂ ناچیز نے بے حد استفادہ کیا۔

اللہ ربّ العالمین حضرت کی عمر، صحت، علم اور عرفان میں مزید برکتیں اور وسعتیں عطا فرمائے، ہمیں اور جمیع اُمت کو ان کے فیوض وبرکات سے فیضیاب فرمائے! آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!۔

وصلّى الله تعالى على خيرِ خَلقه ونورِ عرشِه، سيِّدنا ومولانا محمدٍ وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله ربّ العالمين!.

دعاگو ودعاجو

محمد اسلم رضا میمن تحسینی

۹ جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۴ھ/ ۲ جنوری ۲۰۲۳ء

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

فائدۂ عامّہ کے پیشِ نظر خطباتِ جمعہ کی تحریر کا یہ سلسلہ گزشتہ ایک عشرے سے جاری وساری ہے، تحریری طور پر مستند خطبۂ جمعہ کی تیاری کے اس سلسلے کا آغاز محکمۂ اوقاف متحدہ عرب امارات کے سرکاری فتوی سینٹر سے ہوا، جہاں ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۸ء (آٹھ ۸ سال) تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد اس اہم کام اور ذمہ داری کو اہلِ سنّت کے ایک تحقیقی واِشاعتی مرکز "ادارۂ اہلِ سنّت" کراچی انجام دے رہا ہے، عموماً یہ خطبات انتہائی مفید اور مستند مواد پر مشتمل ہوتے ہیں، ان کی تیاری میں خوب تحقیق سے کام لینے کی کوشش کی جاتی ہے، ان خطبات کو تحریر کرتے وقت شائستگی کا دامن ملحوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے، اندازِ تحریر انتہائی سہل اور عام فہم رکھا جاتا ہے؛ تاکہ کم پڑھے لکھے افراد بھی بخوبی استفادہ کرسکیں!۔

ایک نہایت خوش آئند بات یہ ہے کہ ادارۂ اہلِ سنّت اس سلسلہ میں ایک اہم پیش رفت کرتے ہوئے، گزشتہ خطباتِ جمعہ کو بااعتبار ماہ وسال یکجا کرکے، اب کتابی صورت میں بھی اِشاعت کا اہتمام کررہا ہے، زیرِ نظر مجموعہ "تحسینِ خطابت" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس سے قبل "واعظ الجمعہ ۲۰۲۰ء" کا ڈیجیٹل ایڈیشن

(Digital Edition) مفت ڈاؤنلوڈنگ(Free Download)کی سہولت کے ساتھ، انٹرنیٹ پر اَپلوڈ (Upload) کیا جا چکا ہے، جبکہ کتابی صورت میں بھی (مکتبہ الغنی پبلیشر) سے طبع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے۔ اسی طرح ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۹ء کے خطباتِ جمعہ کی ترتیب بھی، ترجیحی فہرست میں شامل کی جا چکی ہے، عنقریب انہیں بھی مطبوعہ کتابی شکل کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل ایڈیشن(Digital Edition) کے طور پر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

خطباتِ جمعہ کی تیاری اور ادارۂ اہلِ سنّت

ادارۂ اہلِ سنّت سال بھر کے مختلف مذہبی تہواروں، بزرگانِ دِین کے ایام، اَقوامِ متحدہ کے عالَمی ایام، دَورِ حاضر کے تقاضوں اور مختلف مُناسبتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، سب سے پہلے ایک سالانہ جَدْول (Annual Schedule) ترتیب دیتا ہے، اس کی تیاری کے لیے ملک بھر میں علماء، خطباء اور بزرگوں سے بذریعہ واٹس اپ (WhatsApp) مُشاوَرت کی جاتی ہے، نیز خطباتِ جمعہ کے موضوعات کے سلسلہ میں ان حضرات سے مختلف عنوانات پیش کرنے کی گزارش کی جاتی ہے، اس کے بعد ادارۂ اہلِ سنّت کے علماء و محققین پر مشتمل ایک ٹیم (Team) ملک بھر سے آئے تمام مشوروں اور موضوعات کا جائزہ لیتی ہے، اور عصرِ حاضر کے تقاضوں اور ضرورتِ عامّہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ان میں سے اہم عناوین کا انتخاب کرکے، ایک سالانہ جَدْول مرتَّب کیا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ ہر ہفتے خطبۂ جمعہ کی تیاری کے لیے ادارۂ اہلِ سنّت کے محققین، شب وروز انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کرتے ہیں، خوب تحقیق اور چھان بین

کے بعد مستند مواد، مکمل ذمّہ داری کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور علمائے امّت کے اَقوال کو مکمل اور مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی غیر مستند یا سنی سنائی بات یا واقعہ ذکر نہ کیا جائے۔ اندازِ تحریر انتہائی آسان، معتدِل، شائستہ اور شُستہ رکھنے کی کوشش ہوتی ہے، تعصُب، غیر اَخلاقی اور غیر مستند مواد سے قصداً گریز کیا جاتا ہے!۔

اسلام مخالف سازشوں کی بیخ کنی میں ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار

ادارۂ اہلِ سنّت ملکی اور عالمی سطح پر، یہود و نصاری کی اسلام مخالف سازشوں اور ہتھکنڈوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے، اور ان کی بَروقت بیخ کنی کے لیے امّتِ مسلمہ کو، بروقت شُعور وآگاہی دینے کی بھی کوشش کرتا ہے، اس سلسلے میں ادارہ موقع ومحل کی مُناسبت، ضرورت اور تقاضۂ حالات کے مطابق ہنگامی صورتحال میں، سالانہ جدوَل سے ہٹ کر خصوصی مضامین بھی جاری کرتا ہے۔

تعلیماتِ رضا کے فروغ میں ادارۂ اہلِ سنّت کی چند خدمات

ادارۂ اہلِ سنّت فکر و تعلیماتِ رضا کے فروغ کے سلسلے میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش رہا ہے، اَب تک امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پچاسیوں چھوٹی بڑی، اردو اور عربی تصنیفات، مکمل تحقیق و تنقیح کے ساتھ شائع کرکے دنیا بھر میں عام کرچکے ہیں، جسے ان کتب کی تفصیل جاننی ہو وہ اس زیرِ نظر کتاب کے اخیر میں موجود ہماری فہرستِ کتب ملاحظہ فرمائیں!۔

عرب دنیا میں امامِ اہل سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات کو متعارف کرانے میں، ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار کسی سے مخفی نہیں، "فتاوی شامی" پر امامِ اہلِ سنّت کا بہترین عربی حاشیہ "جدّ الممتار علیٰ رد المحتار" کی، ادارۂ اہلِ سنّت اور "دار الفقیہ" (ابوظبی) کے باہمی تعاوُن سے اِشاعت (۲۰۱۳ء) اس کی ایک بہترین مثال ہے!۔

اسی طرح اردو زبان میں دنیا کے بہترین فقہی شاہکار "فتاوی رضویہ" کی مکمل تحقیق، تنقیح اور خوبصورت طباعت واِشاعت بھی، ہمارے ادارے کی ایک چھوٹی سی کی کاوش ہے۔

علاوہ ازیں ادارۂ اہل سنّت سے دیگر علماء کی اہم تصنیفات بھی وقتاً فوقتاً شائع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، مجموعی طور پر اِدارۂ اہلِ سنّت ۱۶ سال کے قلیل عرصہ میں ۴۰ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل تحقیقی کتب ورسائل شائع کرچکا ہے، اور یہ تمام کتب وہ ہیں جن کی مکمل تحقیق، تخریج اور کمپوزنگ واِشاعت کے تمام مراحل، ادارۂ اہلِ سنّت کے ماہر علماء ومحققین کی زیرِ نگرانی انجام پائے ہیں، کسی تیار کتاب کا فوٹو لے کر کام نہیں چلایا گیا!۔

ادارۂ اہلِ سنّت کا مشن

ادارۂ اہلِ سنّت کی ان تمام ترکاوشوں کے پیچھے سوچ یہ کارفرما ہے، کہ کسی طرح امّتِ مسلمہ کی اصلاح ہو جائے، ہم اچھے، سچے، پکے اور باعمل مسلمان بن جائیں، اَخلاقی اور مُعاشرتی برائیوں سے ہمیں نَجات مل جائے، ہمیں عقائدِ اہلِ سنّت اور صحیح مسائلِ شریعت سے آگاہی حاصل ہو، اَفکار ونظریاتِ رضا عام ہوں، ناصبیوں، رافضیوں، بدعتیوں اور جعلی پیروں فقیروں کا خاتمہ ہو، نیز عوامِ اہلِ سنّت میں حق وباطل کی پہچان اور باہمی فرق کا شُعور پیدا ہو!۔

احباب سے امید ہے کہ ہماری یہ کاوِش آپ حضرات کو پسند آئے گی، اور باصرہ نوازی سے شرف یاب ہو گی۔

اس کتاب کی طباعت میں ہم نے ہر ممکن کوشش کی کہ غلطی سے محفوظ رہے، لیکن اگر قاری کسی علمی یا فنی غلطی پر مطلع ہو تو ادارے کو ضرور آگاہ فرمائے، ہم تہہ دل سے آپ کے شکر گزار ہوں گے۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ ہماری اس ادنیٰ سی کوشش کو قبولیت کی خلعت سے نوازے، اور اسے ہماری نَجات کا ذریعہ بنائے، آمین بجاہ سیّد المرسلین ﷺ!۔

وصلّى اللهُ تعالى على خيرِ خَلقه ونورِ عرشِه سيِّدنا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله ربّ العالمين!.

دعاگو و دعاجو

محمد اسلم رضا میمن تحسینی

۹ جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۴ھ/ ۲ جنوری ۲۰۲۳ء

خُطباء وواعظین کے لیے چند ضروری آداب

الحمدُ لله وحدَه، والصّلاةُ والسّلامُ على مَن لَا نبيَّ بعدَه، وعلى آله وصحبه المكرَّمِينَ عندَه، أمّا بعد:

دینِ اسلام میں نمازِ جمعہ اور اس کا خطبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ نمازِ جمعہ ادا کرنے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے تمام کام کاج چھوڑنے، اور تجارت کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کی اذان ہو جائے، تو اللہ کے ذِکر کی طرف دَوڑو! اور خرید وفروخت چھوڑ دو! یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو!"۔

مفسِّرِ قرآن حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "(یہاں) دَوڑنے سے مراد بھاگنا نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کے لیے تیاری شروع کردو، اور ﴿ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ سے جُمہور کے نزدیک خطبہ مراد ہے"[2]۔

خطبۂ جمعہ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر (نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرنے) کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اس کے ذریعے لوگوں کی دینی تربیت کر کے

---

(۱) پ۲۸، الجمعة: ۹.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۸، الجمعہ، زیرِ آیت:۹، صـ۱۰۲۵۔

اصلاحِ مُعاشرہ میں اہم کردار ادا کیا جاسکتا ہے، جو لوگ ہفتہ بھر مسجد کے قریب نہیں پھٹکتے، نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے عموماً وہ بھی خاص اہتمام کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں، لہٰذا ہمارے ائمہ وخُطباء حضرات کو چاہیے، کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں، اور اپنی جمعہ کی تقریروں کو ایسا مؤثر بنائیں، جس سے مُعاشرے کی دِین سے دُوری کا خاتمہ کیا جاسکے!۔

تقریرِ جمعہ اور وعظ ونصیحت کو مؤثر بنانے کے لیے خُطباء اور واعظین کو چاہیے، کہ حسبِ ذَیل ضروری آداب کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں، اور ان پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں، اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ سے امیدِ واثق ہے کہ ان آداب کو اپنانے سے مثبت فوائد وثمرات دیکھنے میں آئیں گے:

(۱) خطیب حضرات کو چاہیے کہ وعظ ونصیحت کرنے سے قبل نہا دھوکر اچھی طرح طہارت حاصل کریں، اپنے آپ کو سنواریں، بہترین اور صاف ستھرا لباس پہنیں اور خوشبو لگائیں۔

(۲) مسجد میں داخل ہوتے وقت جلدی نہ کریں، بلکہ اللہ کی یاد کرتے ہوئے نہایت سکون، اطمینان اور وقار کے ساتھ داخل ہوں، اور عاجزی وانکساری کے ساتھ سنجیدہ حالت میں منبر کی طرف قدم بڑھائیں۔

(۳) ایک عالمِ دین اور مُبلّغ یا خطیب ہونے کے سبب، ہرگز اپنے دل میں اس چیز کی خواہش نہ رکھیں، کہ لوگ آپ کی آمد پر اَدب واحترام سے کھڑے ہوجائیں یا زندہ باد کے نعرے لگائیں[1]۔

---

(۱) "مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری" واعظ الجمعہ ۲۹ جنوری ۲۰۲۱ء۔

(۴) جن لوگوں کو باتوں میں مشغول دیکھیں، اپنا وَعظ شروع کرنے سے پہلے انہیں نرمی اور شفقت کے ساتھ منع کریں، اور انہیں اپنی طرف متوجّہ کریں۔

(۵) تقریر اور بیان کرتے وقت بے دلی کا مُظاہرہ نہ کریں، اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ سے اس بات کی قوّی اُمید واِعتقاد رکھیں، کہ آپ جس موضوع پر بیان کر رہے ہیں اس سے لوگوں کو ضرور فائدہ ہوگا، اور وہ بیان ان کی اِصلاح کا باعث بنے گا۔

(۶) واعظین کو چاہیے کہ وعظ وخطبہ سے قبل بیان کی بھرپور تیاری کریں، قرآن وسنّت سے ہٹ کر بات نہ کریں، ادھر اُدھر کے قصے کہانیاں سنانے میں وقت ضائع نہ کریں، اپنے مُطالعہ میں وُسعت پیدا کریں، عوام الناس کو مستند فقہی مسائل اور مستند واقعات سنائیں؛ تاکہ لوگوں کی معرفت وبصیرت اور دینی معلومات میں اضافہ ہو۔

(۷) اپنے بیان میں ایسی بات ہرگز نہ کریں جس سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو۔

(۸) خطیب کو چاہیے کہ اپنے بیان میں حکیمانہ اُسلوب اختیار کرے، لوگوں کو اچھی اور نرم باتوں کے ذریعے دِین کے قریب کرنے کی کوشش کرے، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں نرمی اور حکمت کے ساتھ تبلیغ کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ﴾[۱] "اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو!"[۲]۔

---

(۱) پ١٤، النحل: ١٢٥.

(۲) "مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری" واعظ الجمعہ ۲۹ جنوری ۲۰۲۱ء۔

(۹) ہمیشہ سچ کہیں اور حق بات بیان کریں؛ کہ مَرنے کے بعد ہر خطیب کا بیان اس کے عمل پر پیش کیا جائے گا، اگر وہ سچا ہوا تو اس کی تصدیق کی جائے گی، اور اگر جھوٹا ہوا تو آگ کی قینچی سے اس کے ہونٹ کاٹے جائیں گے، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہتا ہے[1]۔

(۱۰) خُطباء اور واعظین پر لازم ہے کہ جن اَحکام کی تبلیغ کریں، پہلے خود اس پر عمل پیرا ہوں اس کے بعد لوگوں کو تلقین کریں۔ جو شخص اپنے علم پر خود عمل نہیں کرتا، صرف دوسروں کو اس کی تلقین کرتا ہے، اللہ تعالی اس کی زبان میں تاثیر پیدا نہیں فرماتا۔ اور اس کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں پر اس کی دعوت وتبلیغ کا اثر نہیں ہو پاتا، قرآنِ پاک میں اللہ رب العزّت نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، اِرشاد فرماتا ہے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾[2] "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو؟! حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو! توکیا تمہیں عقل نہیں؟"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[3]

---

(۱) انظر: "ذَمّ الكِذب" لابن أبي الدنيا، ذَمّ الكِذب وأهله، ر: ٣٣، صـ٢٦ ملخّصاً. و"شرح السُنّة" للبَغَوي، كتاب الرقاق، باب وعيد من يأمر بالمعروف ولا يأتيه، ر: ٤٠٥٩، ١٤/ ٣٥٣، ملخّصاً.

(٢) پ١، البقرة: ٤٤.

(٣) پ٢٨، الصف: ٢، ٣.

"اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ (بات) جو تم (خود) نہیں کرتے؟! کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ (دوسروں کو) وہ کہو، جو (خود) نہ کرو!"[1]۔

(۱۱) خطیب کو چاہیے کہ صرف فضائل یا عذاب کی وعیدیں بیان نہ کرے، بلکہ امّتِ مسلمہ کی علمی وفکری بیداری، حالاتِ حاضرہ، اسلام کو درپیش مسائل (Challenges)، اسلام کی خارجہ پالیسی اور یہود ونصاریٰ سے مُعاملات کی نَوعیت، اور مذہبی سیاست کی اہمیت وضرورت پر بھی لوگوں کی رَہنمائی کریں؛ تاکہ مسلمانوں کے سیاسی شُعور میں پختگی پیدا کی جاسکے!۔

(۱۲) بیان کو غیر ضروری طَور پر طویل کرنا، اور نماز کو بہت مختصر کرنا مناسب اَمر نہیں، حضرت سیّدنا عمّار رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ!»[2] "لمبی نماز اور مختصر خطبہ، انسان کی فقاہت ودانائی پر دلیل ہے"۔ البتہ نماز کو زیادہ طول دینا بھی مناسب نہیں؛ کہ مقتدیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور اور مصروف لوگ بھی ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی بھی رعایت کی جائے، اور میانہ رَوِی سے کام لیا جائے۔

(۱۳) بعض واعظین خطبہ وتقریرِ جمعہ کی تیاری نہیں کرتے، اور کسی مناسبت کے بغیر تقریر کرتے ہیں، یہ انتہائی نامناسب بات ہے، موضوع کی مناسبت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بیان کی تیاری کیجیے، اور بھرپور انداز سے بیان کیجیے، اپنے

---

(۱) "مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری" واعظ الجمعہ ۲۹ جنوری ۲۰۲۱ء۔

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الصلاة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ر: ۲۰۰۹، صـ۳٤۹.

چہرے کے تاثرات اور ہاتھ کے اشاروں سے بھی اپنی بات سمجھانے کی کوشش کیجیے؛ تاکہ سامعین کی توجّہ مکمل طَور پر آپ کی طرف رہے۔

(۱۴) واعظین کو یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے، کہ انتہائی آسان، سہل اور سادہ الفاظ میں بیان کریں، دقیق اور مشکل الفاظ کا استعمال ہرگز نہ کریں؛ کہ اس سے سامعین پر آپ کی علمیت کا رُعب اور دَبدَبہ تو بیٹھ جائے گا، لیکن لوگ آپ کا پیغام سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔

(۱۵) بعض خطیب حضرات چیخ چیخ کر، اور گلا پھاڑ کر بہت بلند آواز میں بیان کرتے ہیں، ان کے چیخنے گرجنے کے علاوہ سامعین کچھ بھی نہیں سمجھ پاتے، یہ اندازِ بیان بھی انتہائی نامناسب ہے، شائستہ اور معتدل انداز اختیار کیجیے، البتہ حسبِ ضرورت تھوڑا بہت جلالی وجمالی انداز اپنانے میں بھی حرج نہیں۔

عربی خطبے کے چند آداب

(۱۶) نمازِ جمعہ کی اِمامت وخطابت کا فریضہ اَنجام دینے والے واعظ وخطیب کو، یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے، کہ نمازِ جمعہ میں خطبہ شرط ہے، اگر اس نے خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہیں ہوگا[۱]۔

(۱۷) خطبہ پڑھتے وقت خطیب کا چہرہ سامعین کی طرف، اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہونی چاہیے[۲]۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" عیدَین کا بیان، مسائلِ فقہیّہ، حصّہ چہارُم، ۱/۷۷۹۔

(۲) ایضاً، جمعہ کا بیان، خطبہ، حصّہ چہارُم، ۱/۷۶۷۔

(۱۸) خطبۂ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ (۱)وقت میں ہو (۲)اور نماز سے پہلے ہو (۳)اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے، یعنی کم سے کم خطیب کے علاوہ تین ۳ مرد (موجود ہوں)، (۴)اور اتنی (بلند) آواز سے خطبہ ہو کہ اگر کوئی اَمر مانع نہ ہو تو پاس والے سُن سکیں۔ اگر خطیب نے زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا، یا نماز کے بعد پڑھا، یا تنہا پڑھا، یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا، تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہیں ہوا۔ اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا، یا حاضرین دُور ہیں کہ سنتے نہیں، یا مسافر، یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مَرد ہیں تو ہو جائے گا[۱]۔

(۱۹) خطبہ ذکرِ الٰہی کا نام ہے، اگرچہ خطیب نے صرف ایک بار "الحمد للہ" یا "سبحان اللہ" یا "لا الٰہ الّا اللہ" کہا، اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا، مگر اتنے ہی پر اِکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ اگر خطیب کو چھینک آئی اور اُس نے اِس پر "الحمد للہ" کہا، یا تعجّب کے طور پر "سبحان اللہ" یا "لا الٰہ الّا اللہ" کہا، تو فرض ادا نہ ہوا[۲]۔

(۲۰) خطیب کے لیے سنّت ہے کہ دو ۲ خطبے پڑھے، جو زیادہ طویل نہ ہوں[۳]۔

(۲۱) خطبہ میں آیت نہ پڑھنا، یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا (یعنی تھوڑی دیر نہ بیٹھنا)، یا اَثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا، یا بُری بات سے منع کیا، تو اُسے اس کی ممانعت نہیں[۴]۔

---

(۱) ایضاً، ۱/۷٦٦۔
(۲) ایضاً، ۱/۷٦۷۔
(۳) ایضاً، ۱/۷٦۸۔
(۴) ایضاً، ۱/۷٦۹۔

(۲۲) کسی خطیب کا غیرِ عربی میں خطبہ پڑھنا، یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں خلط (شامل) کرنا خلافِ سنّتِ متوارِثہ ہے۔ یونہی خطبہ میں اَشعار بھی نہ پڑھنا چاہیے، اگرچہ عربی ہی کے ہوں، ہاں خطیب دو۲ ایک شعر پند ونصائح کے اگر کبھی پڑھ لے تو حرج نہیں[1]۔

(۲۳) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں، مثلاً کھانا پینا، سلام وجوابِ سلام وغیرہ، یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں، یہاں تک کہ امر بالمعروف بھی، ہاں خطیب امر بالمعروف (یعنی نیکی کا حکم) کر سکتا ہے[2]۔

(۲۴) خطیب نے (دَورانِ خطبہ) مسلمانوں کے لیے دعا کی، تو سامعین کو ہاتھ اُٹھانا یا زبان سے "آمین" کہنا منع ہے (اگر وہ ایسا) کریں گے گنہگار ہوں گے[3]۔

---

(۱) ایضًا۔

(۲) ایضًا، اذنِ عام، حصّہ چہارُم، ۱/۷۷۴۔

(۳) ایضًا، ۱/۷۷۵۔

تحسینِ خطابت

جلد اوّل

(جنوری تا مئی ۲۰۲۱ء)

قرآن فہمی کی اہمیت وضرورت

(جمعۃ المبارک ۱۶ جُمادی الأُولی ۱۴۴۲ھ - ۰۱/۰۱/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

قرآنِ کریم... ایک عظیم کتابِ ہدایت

برادرانِ اسلام! قرآنِ مجید ہمارے لیے مشعلِ راہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے، یہ اللہ ربّ العالمین جَلّ جلالہ کی نازل کردہ آخری آسمانی کتاب ہے، یہ وہ عظیم کتابِ ہدایت ہے، جس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ضروری رَہنمائی کا بیان ہے، اللہ تعالی ہمیں قرآنِ پاک کی اہمیت اور مقام ومرتبہ سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾[1] "لوگوں کے لیے ہدایت، رَہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں ہیں!"۔

جن لوگوں نے کلامِ مجید کی اَہمیت کو جانا، اسے سمجھ کر پڑھا اور اس پر عمل کیا، وہ یقیناً کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے، اور جنہوں نے اسے معمولی کتاب سمجھ کر

(۱) پ۲، البقرة: ۱۸۵.

طاقِ نسیاں میں رکھ چھوڑا، وہ دنیا بھر میں ذلیل وخوار ہوئے!۔

حضراتِ گرامی قدر! قرآنِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کردہ وہ ضابطۂ حیات ہے، جس میں مذہب، سیاست، مُعاشرت اور تعلیم سمیت زندگی کے ہر شعبے سے متعلق واضح رَہنمائی موجود ہے! لہذا قرآنِ کریم سے محبت اور اس کے اَحکام پر عمل ہی میں ہماری عزّت ونامورَی ہے، اللہ تعالی ہمیں قرآنِ پاک کی طرف دعوتِ فکر دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكُمۡ كِتٰبًا فِیۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾[1] "یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اُتاری جس میں تمہاری نامورَی (عزّت) ہے، توکیا تمہیں عقل نہیں!"۔

عزیزانِ محترم! قرآنِ کریم اللہ تعالی کی توحید، اس کے رسولوں کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے، یہ وہ کلامِ مقدّس ہے، جو لوگوں کو سیدھی راہ دکھا کر شاہراہِ جنّت پر گامزن کرتا ہے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہٗ اس کی یہ فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ هِیَ اَقۡوَمُ﴾[2] "یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے!"۔

قرآنِ پاک پڑھنے اور اسے یاد کرنے کا اجر وثواب

حضراتِ ذی وقار! قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا، اسے حفظ کرنا، اسے محبت بھری نگاہ سے دیکھنا، اور اس میں غَور وفکر کرنا سب عبادت ہے، اس کی تلاوت حصولِ شِفاء اور رَحمت کا باعث ہے، خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا

(١) پ١٧، الأنبياء: ١٠.

(٢) پ١٥، الإسراء: ٩.

ہے: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾[1] "ہم قرآن میں وہ چیز اُتارتے ہیں، جو ایمان والوں کے لیے شِفاء اور رحمت ہے!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ الله فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرَةِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ: الٓمٓ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيمٌ حَرْفٌ»[2] "جس نے کتابُ اللہ کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے اس کے عوض ایک نیکی ہے، اور ایک نیکی کا ثواب دس ۱۰ گنا ہوتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے، بلکہ "الف" ایک حرف ہے، "لام" ایک حرف، اور "میم" ایک حرف ہے!"۔

عزیزانِ گرامی قدر! محبت، ادب اور احترام کے ساتھ اس مقدّس کتاب کی تلاوت کرنے والا، عظیم اجر وثواب کے ساتھ ساتھ اطمینانِ قلبی، اور پختگیٔ ایمان کی دولت سے بھی مالامال ہوتا ہے، اس کتاب کی بار بار تلاوت سے اکتاہٹ کے بجائے، محبتِ الٰہی اور حلاوتِ عشق میں مزید اضافہ ہوتا ہے، جو لوگ اچھے انداز سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں، وہ بڑے خوش نصیب ہیں، اور جن کے لیے اس کی تلاوت میں کوئی دُشواری ہے، وہ بھی بڑے بخت آور ہیں؛ کہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں دُگنے ثواب کی نویدِ مسرّت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ»[3]

---

(١) پ١٥، بني إسرآئيل: ٨٢.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب فضائل القرآن، ر: ٢٩١٠، صـ ٦٥٤.

(٣) "سنن أبي داود" باب في ثواب قرآءة القرآن، ر: ١٤٥٤، صـ٢١٧.

"جو قرآن پڑھنے میں ماہر ہے، وہ کراماً کاتبین کے ساتھ ہے، اور جو رُک رُک کر قرآن پڑھتا ہے، اور وہ اُس پر شاق ہے (یعنی اس کی زبان آسانی سے نہیں چلتی، تکلیف کے ساتھ الفاظ ادا ہوتے ہیں) اس کے لیے دُگنا ثواب ہے!"۔

ایک اَور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَة، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيْدٌ، فَلَهُ أَجْرَان»[1] "اُس شخص کی مثال جو قرآنِ پاک پڑھتا ہے اور وہ اُس کا حافظ ہے، تو وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو قرآن پاک کو لَوحِ محفوظ سے لکھتے ہیں، اور اُس کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور اُسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، حالانکہ وہ اس پر دشوار ہے، تو اُس کے لیے دو ۲ اجر ہیں!"۔

حضراتِ محترم! کلامِ ربّانی کی تلاوت کا شَغف، اللہ ربُّ العالمین سے محبت کی ایک عظیم علامت ہے، جو لوگ قرآنِ پاک سے محبت کے باعث، شب وروز اس کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں، اس کی تعلیمات کو اپنی ذات پر لاگو کرتے ہیں، ان کا ظاہر بھی مطلعِ انوار، اور باطن بھی بقعۂ نور ہوتا ہے، دنیا میں بھی ان کی قدر ومنزلت بلند کر دی جاتی ہے، اور جنّت میں بھی ان کو مقاماتِ رفیعہ پر فائز کیا جائے گا۔

قرآن فہمی کی اہمیت

عزیزانِ گرامی! قرآنِ مجید پیغامِ الٰہی ہے، یہ پیغام اس اَمر کا متقاضی ہے کہ اسے پڑھ کر اس سے رَہنمائی حاصل کی جائے، اور رَہنمائی حاصل کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے، کہ تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے مَعانی ومَفاہیم پر بھی غور کیا

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، باب، ر: ٤٩٣٧، صـ٨٨٠.

جائے، کسی مستند ترجمہ وتفسیر (مثلاً کنزالایمان اور خزائن العرفان) کے ذریعے اس کی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، اور اگر اس طرح بھی سمجھنا مشکل ہو، تو کسی صحیح العقیدہ سنّی عالمِ دین سے رجوع کیا جائے۔

قرآن فہمی کس قدر اہمیت کی حامل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اس کی ایک آیت کو سمجھ کر پڑھنا، بنا سمجھے گویا پورا قرآنِ پاک پڑھنے سے بھی افضل ہے۔ اللہ ربُّ العالمین نے متعدّد مقامات پر فہمِ قرآن اور اس میں غور وفکر کی تاکید فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾[1] "تو کیا قرآن میں غور نہیں کرتے!"۔

عزیزانِ محترم! قرآنِ پاک کے نُزول کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے، کہ اس کی تعلیمات پر غور وفکر کرکے اسے سمجھا جائے، اور اس سے نصیحت ورَہنمائی حاصل کی جائے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا﴾[2] "یقیناً ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا؛ تاکہ وہ سمجھیں!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ﴾[3] "یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی؛ تاکہ کسی طرح انہیں دھیان (توجہ) ہو!"۔

حضراتِ گرامی قدر! قرآن فہمی اور نصیحت ورَہنمائی ہی نزولِ قرآن کا بنیادی مقصد ہے، اس مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ ربُّ العالمین نے

---

(۱) پ۵، النِّساء: ۸۲.

(۲) پ۱۵، بني إسرائيل: ۴۱.

(۳) پ۲۳، الزمر: ۲۷.

ارشاد فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾[1]

"یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اُتاری برکت والی؛ تاکہ اس کی آیات کو سوچیں اور عقل مند نصیحت حاصل کریں!"۔

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کا غور کرنا علیحدہ علیحدہ ہے، مجتہدین قرآنِ پاک میں غَور کرکے شرعی مسائل نکالیں، صالحین اس میں غَور وفکر کرکے اَسرار ورُموز معلوم کریں، علمائے کرام غَور کرکے اَحکام کی حکمتیں معلوم کریں، اور عوام قرآنِ کریم میں غَور کرکے ایمان کو تازہ کریں"[2]۔ نیز علمائے کرام سے مسائل سیکھیں! ع

قرآن میں ہو غوطہ زَن اے مردِ مسلماں اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار![3]

فہمِ قرآن... حکمت ودانائی کا راز

حضراتِ محترم! ہمارے اَسلاف کرام نے قرآنِ مجید کے اَحکام پر غور وفکر کیا، اس کے مَعانی ومقاصد کو سمجھا، اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاری، لہذا اُن کا شمار دنیا کی بہترین اَقوام میں ہونے لگا، انہوں نے انتہائی قلیل عرصہ میں اسلام کا پرچم ساری دنیا میں لہرا دیا، باہمی انتشار وخلفشار کو پسِ پشت ڈال کر اتحاد واتفاق کی ایسی فضا قائم کی، کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال دی جاتی رہے گی! یقیناً ان حضرات نے حکمت ودانائی کا یہ راز پالیا تھا، کہ قرآن مجید ہی "کتابِ زیست" ہے، یہی وہ حکیمانہ کتاب ہے جس سے زندگی کا کوئی شعبہ مخفی نہیں ہے، جبکہ اس

---

(۱) پ۲۳، ص: ۲۹.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۵، النساء، زیرِ آیت: ۸۵، صـ۱۴۳۔

(۳) "ضربِ کلیم" "اشتراکیت"، صـ۱۴۸۔

کے برعکس آج ہم لوگوں نے اسے سمجھنے اور اس سے رَہنمائی حاصل کرنے کے بجائے، اسے "حصولِ برکت" کا ذریعہ سمجھ کر، گھر کے کسی کونے میں رکھ چھوڑا ہے، اس کی تلاوت اور فہم و تفہیم تو درکنار، اس کے غلاف پر پڑی گرد صاف کرنے کا بھی مہینوں مہینوں خیال نہیں آتا! آج امّتِ مسلّمہ کے زوال اور زبُوں حالی کا سب سے بڑا سبب، اسلامی تعلیمات اور قرآنِ پاک کے اَحکام سے رُوگردانی ہے ؏

درسِ قرآن اگر ہم نے بھلایا نہ ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا!

دل میں آیات اُترتیں تو اُجالا ہوتا
نفرت وبُغض کو سینوں میں نہ پالا ہوتا!

رب کے اَحکام سے دامن نہ چھُڑایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا!

تھاما قرآن تو کیے قیصر وکسری نابُود
اس سے منہ پھیر کے خطرے میں ہے امّت کا وُجود!

قرآن مجید کی تعلیمات سے عدم آگاہی کے نقصانات

میرے محترم بھائیو! آج قرآن مجید کی تعلیمات سے عدم واقفیت کے باعث، ذلّت ورُسوائی ہمارا مقدّر بن چکی ہے، مسلمان دنیا بھر میں ظلم وستم کا شکار ہیں، دہشتگردی کے نام پر اسلام اور اس کے نام لیواؤں کا نام ونشان مٹانے کی کوششیں

جاری ہیں، ملکِ شام، یمن، عراق، فلسطین، برما، افغانستان اور کشمیر سمیت دنیا بھر میں، ہر جگہ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے، ہمارے پیارے نبیٔ کریم ﷺ کی ناموس پر حملے کیے جارہے ہیں، اور ہم بے بسی کی تصویر بنے یہ سب کچھ ہوتا دیکھ رہے ہیں! اگر ہم اس ذلّت ورُسوائی سے چھٹکارا چاہتے ہیں، تو ہمیں صدقِ دل سے قرآنِ کریم کے دامن میں پناہ لینی ہوگی! اسے سمجھ کر پڑھنا ہوگا! اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا!؛ کیونکہ ہماری عزّت، شہرت اور ناموَری کا راز، قرآنِ پاک میں پنہاں ہے، جب تک ہم قرآن فہمی کے ذریعے قرآنِ پاک کا حق ادا نہیں کریں گے، تب تک ہم عزّت وسربلندی کے راستے پر گامزن نہیں ہوسکتے! ؎

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر![1]

قرآن فہمی کی ضرورت

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! قرآنِ مجید کو مشعلِ راہ بنا کر، مُعاشرتی طور پر کامیابیاں سمیٹنے والی عظیم شخصیات سے، عالَمِ اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے، اُن کی قرآن فہمی کی بدَولت اسلامی سلطنت کی حُدود، دس ۱۰ لاکھ مربع میل سے بھی تجاوُز کر گئیں، بلاامتیازِ مذہب اُن کے عدل وانصاف پر مبنی برتاؤ کا غیر مسلموں نے بھی اعتراف کیا، انہوں نے سپر پاور (Superpower) کے طور پر دنیا بھر میں حکمرانی کی، اُن کی کامیاب داخلہ وخارجہ پالیسی (Interior and Foreign Policy)، اور مُعاشی اِقدامات

---

(۱) "شکوہ جوابِ شکوہ" ص۱۵۔

(Monetary measures)کی ایک بڑی وجہ،ان کافہمِ قرآن بھی تھا۔

ان حضرات نے اس مقدّس کلام کے ایک ایک لفظ کواپنے دل ودماغ میں نہ صرف اُتارا،بلکہ اس کے مَعانی، مفاہیم اور مطلوب ومقصود کوسمجھ کراسے عملی جامہ بھی پہنایا!لہذاہمیں بھی اپنی مساجد،مدارس،خانقاہوں،ہسپتال(Hospitals)،یونیورسٹیز (Universities)، کالجز (Colleges)، اور دیگر اداروں میں، فہمِ قرآن کی اَہمیت کو اُجاگر کرنا چاہیے؛ تاکہ قرآنِ پاک کی رَہنمائی میں ہمارے نوجوان بھی دنیا کے چیلنجز (Challenges) سے نبرد آزما ہوسکیں!ضرورت صرف اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنے مستقبل کالائحۂ عمل طے کریں،اورقرآنِ پاک کی تعلیمات کوسمجھنے کی کوشش کریں!!۔

فہمِ قرآن اور تجدیدِ عہد

حضراتِ گرامی قدر!اگر ہم واقعی سچے دل سے یہ چاہتے ہیں،کہ امّتِ مسلمہ کی عظمتِ رفتہ بحال ہو،اور دنیامیں اسلام کابول بالا ہوجائے،توسب سے پہلے ہمیں اپنی انفرادی واجتماعی زندگی کوقرآن پاک کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا،اپنے شب وروز کے معمولات کوقرآنی ہدایات کے تابع کرنا ہوگا؛کیونکہ جب تک ہم مسلمان قرآنِ کریم کو، ملی طور پراپنار ہنما تسلیم نہیں کریں گے،تب تک ذلّت ورُسوائی کایہ دَور ختم ہونے والانہیں،اوراس طرح ہماری مشکلات کبھی بھی کم نہیں ہوں گی!!۔

میرے پیارے بھائیو!سالِ نَو کاآغاز ہوچکاہے،لہذااس اَہم موقع پر ہم سب کوچاہیے کہ ایک بار پھریہ عہداور نیّت کریں،کہ ساراسال اعمالِ صالحہ وتلاوتِ قرآنِ کریم کو اپنی عادت بنائیں گے، اور اس کی تعلیمات کوسمجھ کر اس پر عمل کی بھرپورکوشش کریں گے!؛تاکہ ہمیں ربِ حنّان ومنّان کی رِضاوخوشنودی حاصل ہو،

اور قرآنِ پاک سے ہمارا رشتہ مزید پختہ ہو جائے، آمین !۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں قرآنِ عظیم سے محبت عطا فرما، اسے مکمل مَعانی و مَفاہیم کے ساتھ سمجھنے کی سعادت نصیب فرما، قرآنِ مجید کو ہمارے دلوں کی بہار، آنکھوں کا نور اور غموں کا مُداوا بنا، ہمیں روزانہ اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما، اپنے بچوں کو حافظِ قرآن اور عالمِ قرآن بنانے کی سعادت عطا فرما، سالِ نَو میں اپنی خاص رحمت، برکت اور انعام واکرام سے فیضیاب فرما، آمین یارب العالمین !۔

شمائلِ نبوی ﷺ

(جمعۃ المبارک ۲۳ جُمادی الاُولی ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۱/۰۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

سیرتِ مصطفی ﷺ کی جامعیت واَکملیت

برادرانِ اسلام! اللہ تعالی نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو انسان کے لیے ایک کامل نمونہ بنایا ہے، سرورِ عالَم ﷺ دوجہاں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے، رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ اور خصائل وشمائل کا ہر پہلو، تابناک اور روشن مینار ہے۔

تاریخِ عالَم میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ وہ واحد شخصیت ہیں، جن کی زندگی کے لمحات اور ادائیں، باقاعدہ سند کے ساتھ کتبِ احادیث میں محفوظ ہیں، سرورِ کونین ﷺ کے انداز واَطوار، عادات وخیالات، مزاج ورجحان اور حالات ومعمولات سمیت ساری زندگی، چودہ سَو ۱۴۰۰ سال سے پوری دنیا کے سامنے کھلی کتاب کی طرح موجود ہے، لہٰذا سیرتِ مصطفی ﷺ کی جامعیت واَکملیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے!۔

حضراتِ محترم! رحمتِ عالمیان ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے، تو

ہر طرف جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا، پورا عرب اَخلاقی بحران کا شکار تھا، دنیا بھر میں عجیب سا ہیجان برپا تھا، اَخلاقی اُصول کی سرِعام پامالی، اور انسانیت کی تذلیل کا سلسلہ جاری تھا، ایسے بدترین اور اَخلاقیات سے عاری مُعاشرے میں، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے اپنے اَوصاف حمیدہ اور خصائل وشمائل کے ذریعے، سیرت وکردار کی تعمیر کا درس دیا، اور بطورِ نمونہ اپنی مبارک اور مقدّس ذات کو پیش فرمایا۔ اللہ ربّ العالمین نے نبیٔ کریم ﷺ کی اسی پاک صفت کو قرآنِ پاک میں بیان فرماتے ہوئے، سرورِ کونین ﷺ کی پیروی کا حکم دیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1] "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی ہی بہتر ہے!"۔

مفسّرینِ کرام اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیّبہ سارے انسانوں کے لیے نمونۂ حیات ہے، زندگی کا کوئی بھی شعبہ اس کے اِحاطے سے باہر نہیں، ربّ تعالی نے حضور ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کو اپنی قدرت کا نمونہ بنایا، لہذا کامیاب زندگی وہی ہے جو اُن کے نقشِ قدم پر ہو، اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا، حضور اکرم ﷺ کے نقشِ قدم پر ہو جائے، تو یہ سارے کام عبادت بن جاتے ہیں"[2] ؏

خدا نے ذات کا اپنی تمہیں مَظہَر بنایا ہے
جو حق کو دیکھنا چاہیں تو اُس کے آئینہ تم ہو![3]

---

(۱) پ۲۱، الأحزاب: ۲۱.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۲۱، احزاب، زیرِ آیت: ۲۱، صـ۶۷۱، ملتقطاً۔

(۳) "سامانِ بخشش" صـ۱۶۵۔

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضراتِ گرامی قدر! مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزّت نے، جس طرح تمام مخلوقات میں افضل واعلیٰ اور برتر وبالا بنایا ہے، اسی طرح جسمانی جمال ورعنائی میں بھی بے مثل وبے مثال پیدا فرمایا ہے۔ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ بے مثالی عام آدمی کی عقل سے وراء ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر تا پا، نورِ مجسّم اور پیکرِ حُسن وجمال ہیں، خالقِ کائنات عزّوجلّ قرآنِ پاک میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حُسن وجمال اور شمائل کی قسم یاد کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾[1] "اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم! جب یہ معراج سے اُترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے، اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾[2] "چاشت کی قسم اور رات کی! جب پردہ ڈالے"۔

مُفسّرین کرام اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ﴿وَالضُّحٰى﴾ سے مراد نورِ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، اور ﴿وَ الَّيْلِ﴾ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گیسوئے عنبرین (بال مبارک) کے لیے بطورِ کِنایہ استعمال ہوا ہے[3]، یعنی ان آیاتِ مبارَکہ میں خالقِ کائنات نے، اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارَک روشن چہرے،

---

(۱) پ۲۷، النجم: ۱-٤.

(۲) پ۳۰، الضحی: ۱، ۲.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" صـ۱۰۷۲۔

اور رات کی تاریکی سے زیادہ گہری سیاہ زلفوں کی قسم ذکر فرمائی ہے، اور اس طرح اپنے حبیب کریم ﷺ کے حُسن وجمال کا بیان فرمایا ہے۔

شاعرِ دربارِ رِسالت حضرت سیّدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے "قصیدۂ ہمزیہ" میں جمالِ نبوّت کی شانِ بے مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ع

وأحسن مِنْك لم تر قطُّ عيني　　　وأجمل مِنْك لم تَلِدِ النساءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِن كلِّ عيبٍ　　　كأنَّكَ قد خُلِقْتَ كما تشاءُ[1]

"(۱) یا رسول اللہ! آپ سے زیادہ حُسن والا میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں، (۲) اور آپ ﷺ سے زیادہ جمال والا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ (۳) آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، (۴) گویا آپ ﷺ ایسے پیدا کیے گئے ہیں جیسا آپ ﷺ چاہتے تھے"۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شمائلِ مصطفیٰ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "قصیدہ بُردہ شریف" میں فرمایا: ع

مُنزَّهٌ عن شريكٍ في مَحاسنِه　　　فجَوهرُ الحُسنِ فيه غيرُ مُنقسِمِ[2]

"حضور نبیٔ کریم ﷺ اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں، کہ اس مُعاملے میں ان کا کوئی شریک نہیں، بلکہ ان کا جوہرِ حُسن تقسیم سے پاک ہے" ع

---

(١) "ديوان حسّان بن ثابت" قافية الألف، صـ٢١.

(٢) "قصيدة البردة" الفصل ٣ في مدح النّبيّ ﷺ، صـ٢٩.

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے، کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے، یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں![1]

حُلیۂ مبارکہ

عزیزانِ گرامی قدر! حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے جمالِ مصطفی ﷺ کا مُشاہدہ کرنے کے بعد، حُلیۂ مبارکہ کا جو نقشہ پیش کیا، وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُوْلُ الله ﷺ أبيَضَ كَأَنَّما صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ! رَجِلَ الشَعْرِ!»[2] "رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اَقدس کا رنگ سفید تھا، گویا کہ قالب میں چاندی ڈھالی گئی ہو! اور آپ ﷺ کے بال مبارک کسی قدر سیدھے گھنگریالے تھے" ؏

ک گیسو، ھ دَہن، ی اَبرُو، آنکھیں ع ص
کھٰیٰعص اُن کا ہے چہرہ نور کا![3]

حضرت سیّدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالی عنہ سرورِ کونین ﷺ کے حُلیۂ مبارکہ سے بڑے واقف تھے، اُن سے متعلق حضرت سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں، کہ میں نے اُن سے رسولِ کریم ﷺ کے حلیۂ مبارکہ کے بارے میں پوچھا، اور میری خواہش تھی کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے اَوصاف مجھ سے بیان کریں؛ تاکہ میں انہیں یاد

---

(۱) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، صـ۱۰۷۔
(۲) "الشمائل المحمديّة" باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ، ر: ۱۱، صـ۱٤، ۱٥.
(۳) "حدائق بخشش" حصہ دُوم، صـ۲۴۹۔

رکھ سکوں! انہوں نے فرمایا: «كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَخْماً مُفَخَّماً، يَتَلأْلأُ وَجْهُهُ، تَلأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ»(۱) "رسول اللہ ﷺ عظیم الشان، بارُعب، اور انتہائی پُروقار تھے، آپ ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں ۱۴ کے چاند کی طرح چمکتا تھا!"۔

مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے رُخِ انور کے بارے میں، حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَإِلَى القَمَرِ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَإِذَا هُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ القَمَرِ!»(۲) "میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا، کبھی میں حضور ﷺ کی طرف اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا، اس وقت آپ نے سرخ رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا، آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے بھی زیادہ حسین تھے!"۔

اندازِ گفتگو

حضراتِ گرامی قدر! حضورِ اکرم ﷺ "صاحبِ جوامع الکلم" ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا، کہ بڑے تفصیلی کلام اور مفہوم کو بھی، آپ مختصر ترین الفاظ میں بیان فرما دیا کرتے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا اندازِ گفتگو اس قدر پیارا اور قابلِ فہم تھا، کہ سننے والا بآسانی سمجھ لیتا، سرورِ کونین ﷺ ٹھہر ٹھہر کر نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے گفتگو فرماتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تاجدارِ رسالت ﷺ کے اندازِ گفتگو سے متعلق فرماتی ہیں: «مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هَذَا، وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ يُبَيِّنُهُ، فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ

---

(۱) "المعجم الكبير" باب الهاء، من اسمه هند، ر: ٤١٤، ٢٢/ ١٥٥.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الأدب، ر: ٢٨١١، صـ٦٣٣.

جَلَسَ إِلَيْهِ»[١] "رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے، بلکہ وہ نہایت واضح انداز میں کلام فرماتے، کہ پاس بیٹھنے والا اُسے یاد کرلیا کرتا!"۔

اسی طرح جو بات زیادہ اَہم ہوتی، اسے بسااوقات تین ٣ تین بار دہراتے؛ تاکہ سننے والے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں! حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ حضورِ اکرم ﷺ کے اندازِ گفتگو کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُولُ الله ﷺ يُعِيدُ الكَلِمَةَ ثَلَاثاً؛ لِتُعْقَلَ عَنْهُ»[٢] "رسول اللہ ﷺ ایک بات تین بار دہراتے؛ تاکہ آپ ﷺ کا مخاطب شخص اس بات کو اچھی طرح سمجھ (کر دل میں اُتار) سکے!"۔

حضرت سیّدنا ابوقرصافہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے اپنی والدہ اور خالہ کے ساتھ، نبیٔ کریم ﷺ سے بیعت کا شرف حاصل کیا، واپسی پر میری والدہ نے مجھ سے فرمایا: «يَا بُنَيَّ! مَا رَأَيْنَا مِثْلَ هَذَا الرَّجُلِ أَحْسَنَ مِنْهُ وَجْهاً، وَلَا أَنْقَى ثَوْباً، وَلَا أَلْيَنَ كَلَاماً، وَرَأَيْنَا كَأَنَّ النُّورَ يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ»[٣] "اے میرے پیارے بیٹے! ہم نے حضور ﷺ سے زیادہ خُوبرُو، ان سے زیادہ پاکیزہ لباس والا، اور ان سے زیادہ نرم گفتار کسی کو نہیں دیکھا! بلکہ ہم نے انہیں ایسا دیکھا کہ گویا حضور کے منہ سے نور نکل رہا ہو!" ع

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، [باب قول عائشة: كان يتكلّم بكلام يبينه فصل] ر: ٣٦٣٩، صـ٨٣٠.

(٢) المرجع نفسه، ر: ٣٦٤٠، صـ٨٣٠.

(٣) "المعجم الكبير" جَندرَة بن خَيْشَنَةَ أبو قِرْصافة اللَّيثي، ر: ٢٥١٨، ٣/ ١٨، ١٩.

میں نثار تیرے کلام پر، ملی یوں تو کس کو زباں نہیں

وہ سُخن ہے جس میں سُخن نہ ہو، وہ بیاں ہے جس کا بیان نہیں![1]

بے مثل و بے مثال آقا ﷺ

حضراتِ ذی وقار! اہلِ ایمان کا عقیدہ ہے، کہ سرورِ کونین ﷺ بے مِثل و بے مِثال ہیں، کہ ان جیسا نہ کوئی آیا نہ کبھی آئے گا! حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے پے دَر پے لگاتار روزے رکھنے سے منع فرمایا، کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ خود تو پے دَر پے روزے رکھتے ہیں! سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: «وَأَيُّكُمْ مِثْلِي؟ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ!»[2] "تم میں میرے جیسا کون ہے؟ میں تو اپنے رب تعالی کے یہاں رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے!" ع

ترا مَسندِ ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں

تُو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مِثل نہیں ہے خدا کی قسم![3]

حضورِ اکرم ﷺ کی خوش طبعی

حضراتِ گرامی قدر! خوش طبعی اور مِزاح بھی سنّت ہے، لیکن جھوٹ بول کر کسی کو دھوکا دینا، بے وقوف بنانا، اَذیّت دینا، یا ہنسانے اور خوش کرنے کے لیے مذاق کے طور پر جھوٹی بات کہنا، ہرگز جائز نہیں!۔

---

(۱) "حدائقِ بخشش" حصہ اوّل، ص۱۰۷۔

(۲) "صحيح البخاري" بَابُ التنكيل لمن أكثر الوصال، ر: ١٩٦٥، صـ٣١٦.

(۳) "حدائقِ بخشش، حصہ اول، ص۸۱۔

میرے بھائیو! ہمارے حضور نبیٔ کریم ﷺ بھی اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے خوش طبعی فرمایا کرتے، لیکن مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے مِزاح میں بھی کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی، ہمیشہ سچ ہی ارشاد فرمایا، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہم سے مِزاح بھی فرماتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقّاً!»(۱) "میں (مذاق میں بھی) سچی بات ہی کہتا ہوں!"۔

حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری مانگی، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ» "میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا!" اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَهَلْ تَلِدُ الإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ؟»(۲) "اونٹنیاں ہی تو اُونٹ پیدا کرتی ہیں!" ؏

اُن کے نثار کوئی، کیسے ہی رنج میں ہو

جب یاد آگئے ہیں، سب غم بھلا دیے ہیں!(۳)

نبیٔ کریم ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے حضور رحمتِ عالَم ﷺ کو اَخلاقِ کریمہ اور اعلیٰ کردار کا جامع بنا کر بھیجا، نبیٔ رحمت ﷺ کے حسنِ اَخلاق کی بدَولت لوگ بلاامتیازِ رنگ

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في المزاح، ر: ۱۹۹۰، صـ۴٦۰.

(۲) المرجع نفسه، ر: ۱۹۹۱، صـ۴٦۰.

(۳) "حدائقِ بخشش" حصہ اوّل، صـ۱۰۱۔

ونسل، جُوق در جُوق اسلام میں داخل ہوتے رہے، رحمتِ عالمیان ﷺ کے اَخلاقِ کریمانہ کے بارے میں، اللہ ربّ العالمین جلّ جلالہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾[1] "(اے حبیب) یقیناً تم اَخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ انتہائی مہربان، سخی، راست گو، نرم طبیعت، خوش مزاج، اور خوش اَخلاق تھے، لہٰذا ہمیں بھی سرورِ عالَم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی کوشش کرنی ہے؛ کہ اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی ہے!۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے حضورِ اکرم ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ کے بارے میں پوچھا، تو آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے جواب دیا: «كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ»[2] " خود قرآنِ کریم ہی حضور ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ ہیں"۔

حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ تاجدارِ رسالت ﷺ کے انتہائی قریبی صحابی اور وفادار خادم تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت قریب سے دیکھا، اور رحمتِ عالمیان ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا بڑی گہرائی سے مُشاہدہ کیا، آپ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ بِالمَدِينَةِ وَأَنَا غُلَامٌ، لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ، مَا قَالَ لِيْ فِيْهَا: "أُفٍّ" قَطُّ، وَمَا قَالَ لِيْ: "لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟" أَمْ "أَلَّا فَعَلْتَ هٰذَا!"»[3] "میں نے دَس ۱۰ برس مدینہ منوّرہ میں نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت کی، جبکہ میری کم عمری کے باعث ہر کام نبیٔ رحمت ﷺ کی مرضی کے مطابق نہیں ہو پاتا تھا، لیکن

---

(١) پ٢٩، القلم: ٤.
(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند السيّدة عائشة، ر: ٢٤٦٥٥، ٩/ ٣٨٠.
(٣) "سُنن أبي داود" باب في الحلم وأخلاق النّبي ﷺ، ر: ٤٧٧٤، صـ٦٧٦.

میرے کسی کام پر نبئ اکرم ﷺ نے، کبھی مجھے "اُف" تک نہیں کہا، اور نہ یہ فرمایاکہ "تم نے یہ کیوں کیا؟" یا "ایسے کیوں نہ کیا؟"۔

ایک اَور روایت میں حضرت سیّدُنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تاجدارِ رسالت ﷺ کے اَخلاقِ حسنہ اور عاداتِ کریمہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: «لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاحِشاً، وَلاَ لَعَّاناً، وَلَا سَبَّاباً»(١) "رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے، اور نہ ہی گالی دینے والے تھے!"۔

میرے بھائیو! رسولِ اکرم ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ کی گواہی، قرآنِ مجید کے ساتھ ساتھ آپ کی اَزواجِ مطہّرات، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتی کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے بدترین مخالفین نے بھی دی، لہٰذا آج ہمیں بھی حضور کے نقشِ قدم پر چلنے، اور ان کی سیرتِ طیّبہ کو اپنانے کی شدید ضرورت ہے؛ کہ ہماری نَجات کا راز اسی میں پنہاں ہے، ؏

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا، ترے خالقِ حُسن وادا کی قسم!(٢)

رسولِ کریم ﷺ کا عفوودرگذر

عزیزانِ ملّت اسلامیہ! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے مبارک اَوصاف اور شمائل کا ایک پہلو عفوودرگذر بھی ہے، کفّار ومشرکین نے تبلیغِ اسلام کے مقدّس جُرم میں، نبئ رحمت ﷺ کو بڑی اَذیتیں دیں، لیکن قدرت رکھنے کے باوجود رحمتِ عالمیان ﷺ نے، ان لوگوں سے بدلہ نہیں لیا، بلکہ ان کے حق میں بددعا

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦٠٤٦، صـ١٠٥٦.

(٢) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، صـ٨٠۔

تک نہیں فرمائی۔ حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی، کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا: یارسولَ اللہ! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے، سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا: «إِنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّاناً، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً!»[1] "میں بددعا کرنے والا نہیں، بلکہ میں تو (سراپا) رحمت بناکر بھیجا گیا ہوں!"۔

فتحِ مکّہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے، کُفّار کے اُن شکست خوردہ اور نامی گرامی سرداروں کو پیش کیا گیا، جنہوں نے دینِ اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، رسولِ اکرم ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کیا تھا، رسولِ کریم ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے، سرورِ کونین ﷺ پر تلواروں کے وار اور تیروں کی بارش کی تھی، سرکارِ دوعالَم ﷺ کے پیارے چچا سیّد الشہداء حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلیجے کو کچا چبایا تھا، یہ سارے مجرم سر جھکائے دست بستہ، رحمتِ عالَم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے، دس ہزار ۱۰۰۰۰ جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تلواریں اُن لوگوں کا سر قلم کرنے کے لیے، صرف ایک اشارۂ اَبرُو کی منتظر تھیں، انتقام اور بدلے پر قدرت رکھنے کے باوُجود، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے عام مُعافی کا اعلان فرما کر، عفوودرگذر کی ایسی عظیم اور عالمگیر مثال قائم فرمائی، کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی!!۔

شمائلِ نبوی ﷺ بیان کرنے میں احتیاط کا پہلو

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضور نبئ کریم ﷺ کے شمائل بیان کرتے وقت، ہمیشہ احتیاط کا دامن تھامے رکھنا چاہیے! ذرا سی بے احتیاطی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا سبب بن سکتی ہے! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شمائلِ مصطفی ﷺ

(١) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة والأدب، ر: ٦٦١٣، صـ١١٣٤.

بیان کرنے میں حد درجہ احتیاط فرمایا کرتے، اور بہت سوچ سمجھ کر الفاظ کا چناؤ کرتے۔
حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے مصطفی جانِ عالَم ﷺ کا حُلیہ شریف بیان کیا، تو ان سے ایک شخص نے استفسار کیا، کہ کیا حضور ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح (چمکدار) تھا؟ حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرَہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: «مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مُسْتَدِيرٌ»(١) "(نہیں، بلکہ) سورج وچاند کی طرح گول تھا"۔

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کے رُخِ انور کی تابانی کی، تلوار کے ساتھ مُشابہت میں بے ادبی کا احتمال تھا؛ کیونکہ تلوار میں صرف چمک ہوتی ہے، نورانیت نہیں ہوتی، اسی طرح لمبائی ہوتی ہے، گولائی نہیں ہوتی، جبکہ چاند سے تشبیہ دینا اس لیے درست ہے؛ کہ اس میں نورانیت بھی ہے اور گولائی بھی، مزید یہ کہ اس کی روشنی کو تاقیامت زوال نہیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی سچی محبت عطا فرما، ادب واحترام کے تمام تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت طیّبہ کو اپنانے کی توفیق مرحمت فرما، نبیٔ پاک ﷺ کی سنّتوں پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "الطبقات الكبرى" لابن سعد، ذكر صفة خلق رسول الله، ١/ ٢٨٣.

مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُن کا نظریۂ تصوّف

(جمعۃ المبارک ۳۰ جُمادَی الاُولیٰ ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۱/۱۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

جلال الدین رُومی علیہ الرحمہ

برادرانِ اسلام! ساتویں صدی ہجری میں اُمّتِ مسلمہ ایک نہایت پُر آشوب اور ہولناک دَور سے گزر رہی تھی، مسلمان عیش وعشرت، فسق وفُجور اور اَخلاقی پَستیوں کے دَلدَل میں دھنسے جا رہے تھے، کسی کی جان، مال اور عزّت محفوظ نہیں تھی، ہر طرف بے یقینی، بے چارگی، مایوسی اور خوف و ہراس کا عالَم تھا، قتل وغارتگری عام تھی، باہمی جنگ وجدال اور تاتاری یلغار کے سبب اسلامی دنیا تباہی کے دہانے پر تھی، ثمرقند وبخارا، بلخ وہَمدان اور نیشاپور وبغداد جیسے عظیم اسلامی مراکز بھی، ہلاکو خاں کی وَحشی فوجوں کے ہاتھوں، تباہ وبرباد اور جل کر راکھ کا ڈھیر بن چکے تھے، اس ہولناک تباہی، بربادی اور بے تابی کے دَور میں، اسلام کے علمی وَقار کو اللہ تعالی نے

جن برگزیدہ مَشاہیر کے ذریعے برقرار رکھا، اُن میں ایک بہت بڑا نام، حضرت شیخ جلال الدّین رُومی المعروف "مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ" کا بھی ہے۔

نام ونسب اور پیدائش

عزیزانِ محترم! حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا نام محمد تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ چھ سو چار ٦٠٤ہجری کو "بلخ" (Balkh Afghanistan) میں پیدا ہوئے[1]، لہذا آپ علیہ الرحمۃ کو "بلخی" بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے سلسلۂ نسَب میں کچھ اختلاف ہے، البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ آپ علیہ الرحمۃ کا سلسلۂ نسَب امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جاملتا ہے[2]۔

والدِ گرامی کی طرف سے سلسلۂ نسَب کچھ یوں ہے: جلال الدّین محمد البلخی الرُومی، ابن سلطان العلماء بہاء الدّین محمد، ابن جلال الدّین الحسین ابن احمد الخطیبی[3]... ابنِ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابوبکر صدیق[4] رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ والدہ محترمہ کا سلسلۂ نسَب مشہور ولی اللہ حضرت ابراہیم بن اَدہَم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جاملتا ہے، جو پہلے بلخ کے بادشاہ تھے، انہوں نے بادشاہی چھوڑ کر فقیری اختیار کی[5]۔

---

(١) "الأعلام" للزركلي، جلال الدِّين الرُّومي، ٧/ ٣٠.

(٢) مولانا جلال الدین رُومی علیہ الرحمۃ کے سلسلۂ نسَب سے متعلق مختلف اَقوال، تفصیل اور تحقیق کے لیے "صاحب المثنوی" قاضی تلمذ حسین، معارف پریس اعظم گڑھ، صفحہ ٣تا٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

(٣) "صاحب المثنوی" ص٦۔

(٤) "تاج التراجم" لابن قُطلوبغا، محمد بن محمد جلال الدين الرومي، ١/ ٢٤٦.

(٥) دیکھیے: "صاحب المثنوی" ص٣٣،٣٤۔

لقب و عُرفیت

مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا لقب "جلال الدّین"[۱] اور عُرفیت "رُومی" ہے۔

خاندانی پس منظر

عزیزانِ گرامی قدر! مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خاندان کو علم وفضل کے ساتھ ساتھ، دنیاوی عزّت وتوقیر بھی حاصل ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دادا حضرت حسین بلخی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بہت بڑے صوفی، صاحبِ کمال بزرگ، اور خوارزم شاہِ بلخ کے داماد تھے، یہی وجہ ہے کہ اُمرائے وقت بھی اُن کا بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا جلال الدّین رُومی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والدِ گرامی سلطان العلماء حضرت بہاؤ الدّین علیہ الرحمۃ اپنے خاندانی پسِ منظر سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میرا بیٹا نسل بزرگ سے ہی بادشاہ اصل ہے، اور اس کی ولایت بأصالت ہے، میری والدہ (یعنی مولانا رُومی علیہ الرحمۃ کی دادی) خوارزم شاہ کی دختر (بیٹی) تھیں، اَور میرے دادا احمد الخطیبی کی والدہ بھی بادشاہِ بلخ کی بیٹی تھیں"[۲]۔

اپنے خاندان کی عزّت ووقار کے بارے میں مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والدِ گرامی، شیخ بہاء الدّین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید فرماتے ہیں کہ "ان کے عزووَقار کا اندازہ صرف اس ایک اَمر سے بھی ہو سکتا ہے، کہ دنیاوی حشمت وثروَت سے بے تعلق ہونے کے باوُجود، بلخ وخوارزم کے بادشاہوں نے اپنی شہزادیوں کا عقد اس خاندان میں کیا"[۳]۔

---

(١) "تاج التراجم" محمد بن محمد جلال الدين الرومي، ١/ ٢٤٦.

(۲) "صاحب المثنوی" صـ۱۲، ملتقطاً۔

(۳) ایضًا، صـ۳۵۔

تعلیم وتربیت

حضراتِ گرامی قدر! سیّد برہان الدّین محقّق ترمذی رحمۃ اللہ تعالی علیہ، مولانا رُوم علیہ الرحمۃ کے والدِ گرامی کے خاص ارادتمندوں میں سے تھے، مولانا رُوم کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی، اپنی زندگی کے ابتدائی چار پانچ سالوں تک، شیخ جلال الدّین رُومی علیہ الرحمۃ انھی کی زیرِ تربیت رہے، بعد ازاں اپنے والدِ محترم شیخ بہاء الدّین علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد، راہِ سُلوک کی مزید منازل بھی شیخ برہان الدّین علیہ الرحمۃ کی ہدایت ورَہنمائی میں طے فرمائیں(۱)۔

بلخ سے ترکِ سُکونت

حضراتِ ذی وقار! مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے والدِ گرامی نے جس وقت "بلخ" سے ترکِ سُکونت کر کے "بغداد شریف" کے لیے رختِ سفر باندھا، اُس وقت حضرت مولانا جلال الدّین رُومی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عمر شریف صرف چار ۴ سال تھی، اور اس سفر میں آپ علیہ الرحمۃ اپنے والد کے ہمراہ تھے(۲)، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے والدِ گرامی سلطان العلماء بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ، بلخ سے اس شان سے روانہ ہوئے، کہ جس شہر کے قریب پہنچتے، وہاں کے معزّزین شہر سے باہر آکر آپ کا استقبال کرتے، اور نہایت اِعزاز واِکرام کے ساتھ آپ کو شہر میں لاتے تھے۔

شیخ فرید الدین عطّار رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی پشین گوئی

عزیزانِ مَن! حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کے والدِ گرامی حضرت

---

(۱) دیکھیے: "سوانحِ مولانا روم" ص۸۔
(۲) "الأعلام" جلال الدِّين الرُّومي، ۷/ ۳۰.

بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہر بہ شہر قیام کرتے ہوئے "نیشاپور" (Neyshabur Iran) پہنچے، تو وہاں شیخ فرید الدین عطّار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی، شیخ فرید الدین عطّار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جن کی عمر اس وقت صرف چار ۴ سال تھی) کو دیکھ کر مستقبل میں آپ علیہ الرحمۃ کی عظمت و جلال کی پیشین گوئی فرمائی، اور تحفہ کے طور پر اپنی کتاب "اَسرار نامہ" بھی عنایت فرمائی، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندگی بھر اس کتاب کو متاعِ عزیز کے طور پر اپنے پاس رکھا[۱]۔

بعد ازاں سالہا سال تک بغداد سے حجاز، دِمشق، آذر بائیجان (Azerbaijan) اور ملاطیہ (Malatya) کے راستوں پر سفر کرتے ہوئے، تقریبًا ۶۲۶ ہجری میں "قونیہ" (Konya, Turkey) پہنچے، اور یہیں مستقل قیام پذیر ہوئے۔ "قونیہ" آمد کے دو ۲ سال بعد مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ گرامی حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا۔

کم و بیش پندرہ ۱۵ سال تک جاری رہنے والے اس سفر میں، حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمہ وقت اپنے والدِ گرامی کے ساتھ رہ کر اکتسابِ فیض کرتے رہے، جس وقت قونیہ شہر (City of Konya) کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، اس وقت آپ علیہ الرحمۃ اپنی زندگی کی بائیس ۲۲ بہاریں دیکھ چکے تھے[۲]۔

فقیری اور سُلوک کی طرف توجہ کا سبب

حضراتِ گرامی قدر! شیخ سیّد برہان الدین محقّق ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد اور اوّلین روحانی پیشوا ہیں، والدِ گرامی شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

---

(۱) دیکھیے: "سوانحِ مولانا رُوم" ص ۳۔

(۲) دیکھیے: "صاحب المثنوی" ص ۶۲-۶۴۔

بچپن ہی سے مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کی تعلیم وتربیت کی ذمّہ داری انہیں سونپ رکھی تھی، لیکن بلخ (Balkh Afghanistan) سے ترکِ سُکونت کر کے قونیہ (Konya) آ جانے کے باعث یہ سلسلہ موقوف ہو گیا تھا، بعد ازاں سیِّد برہان الدین محقق ترمذی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جب قونیہ تشریف لائے، تو روحانی تعلیم وتربیت کا یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا، سیّد صاحب نے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مخاطَب کر کے ارشاد فرمایا کہ "آپ کے والد "صاحبِ قال" کے ساتھ ساتھ "صاحبِ حال" بھی تھے، "قال" میں تو آپ اپنے والد سے بھی بڑھ گئے ہیں، اب حال کی طرف بھی توجہ کیجیے؛ تاکہ آپ اپنے والد کے پورے وارِث وجانشین بن جائیں!" سیّد برہان الدین محقق ترمذی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے توجّہ دلانے پر، حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فقیری اور سُلوک کی طرف مائل ہوئے، اور سیّد صاحب کا مرید ہونے کے ساتھ ساتھ جان ودل سے اُن کے اَحکام کی تعمیل میں منہمِک ہو گئے [(۱)]۔

درس وتدریس

حضراتِ محترم! حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو علومِ اسلامیہ اور فقہ پر چونکہ مکمل عبور حاصل تھا! لہذا انہوں نے اپنے والدِ گرامی کی وفات کے بعد، سلسلۂ درس وتدریس اور تلقین وارشاد جاری رکھا، اور چار ۴ مختلف مدارس میں تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے [(۲)]۔

---

(۱) ایضًا، ۹۹، ۱۰۰، ملتقطاً۔

(۲) انظر: "الأعلام" جلال الدِّين الرُّومي، ۷/ ۳۰.

فتویٰ نویسی اور اَحکامِ شریعت کی پابندی

حضراتِ ذی وقار! شیخ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک طویل عرصہ تک فتویٰ نویسی بھی کرتے رہے، "صاحب المثنوی" میں مذکور ہے کہ "جس زمانہ میں آپ حلَب ودِمشق میں تحصیلِ علم میں مشغول تھے، اس وقت بھی آپ کا یہ حال تھا کہ جو مسائل دوسروں سے حل نہ ہوتے، انہیں مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف بھیج دیا جاتا۔ قونیہ میں جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مستقل اِقامت اختیار کی، تو فتویٰ نویسی کا شغل بھی مستقل ہوگیا، بیت المال سے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے لیے ایک دینار مقرّر تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اُس وظیفے کو اِسی فتویٰ نویسی کا مُعاوَضہ تصوّر فرماتے تھے، اور اس مُعاملہ میں اس قدر سخت اور شریعت کے پابند تھے، کہ جب فقیری کا رنگ غالب ہوا، اور مجالس میں مستغرق رہنے لگے، اس وقت بھی آپ علیہ الرحمۃ کی طرف سے یہ حکم تھا، کہ جس وقت کوئی فتویٰ (استفتاء) آئے فوراً خبر کی جائے، قلم دوات ہمہ وقت مہیّا رہتا، چاہے کتنا بھی عالَمِ استغراق میں ہوں، فتویٰ کا جواب فوراً تحریر فرما دیتے، اور یہ سب اہتمام اس لیے تھا کہ بیت المال سے جو رقم ملتی ہے، وہ جائز ہو جائے۔

ان تمام حالات کو اگر مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والد بزرگوار کے حالات سے مُوازنہ کرکے دیکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے والد کے نقشِ قدم سے، بال برابر بھی اِنحراف نہیں فرماتے تھے، درس وتدریس، وعظ ونصیحت، فتویٰ نویسی، دعوت واِرشاد، ریاضت ومجاہدات، مدارس سے تعلق، اور شانِ علمائے ظاہر، یہ تمام باتیں وہی تھیں جو حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں بھی تھیں"(۱)۔

---

(۱) "صاحب المثنوی" صـ ۱۲۴، ملخصًا۔

حضرت شاہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ملاقات

عزیزانِ گرامی قدر! مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ، اپنے وقت کے بہت بڑے عالِم دین بھی تھے، قونیہ میں باعتبارِ علم کوئی ان کا ہم پلّہ نہیں تھا، عوام وخواص سبھی ان کا اَدب واحترام کرتے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی زندگی کے شب وروز درس وتدریس اور وعظ ونصیحت میں گزر رہے تھے، لیکن حضرت شاہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ملاقات کے بعد، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دل کی دنیا ہی زِیر وزَبر ہو گئی، اور اس قلبی انقلاب کے سبب آپ راہِ فقیری وسُلوک کے مسافر بن کر رہ گئے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی حضرت شاہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ملاقات کب ہوئی؟ اس بارے میں ملتی جلتی دو ۲ مختلف روایتیں ہیں: (۱) پہلی روایت یہ ہے کہ "ایک دن مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے، ارد گرد کتابیں رکھی ہوئی تھیں، اور پاس طلباء بیٹھے تھے کہ اسی اَثناء میں حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تشریف لے آئے، اور کتابوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "یہ کیا ہے اور آپ کس حال میں ہیں؟" مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ "آپ ان باتوں کو کیا جانیں؟!" اتنا کہنے کی دیر تھی کہ مکان اور کتابوں میں آگ لگ گئی، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شاہ شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پوچھا کہ "یہ کیا ہے؟" تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "اسے آپ کیا جانیں؟!" یہ فرما کر شاہ شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ باہر نکل گئے"[۱]۔

(۲) دوسری روایت یہ ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی "حضرت شاہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی، جب شاہ شمس تبریز قونیہ پہنچے، اور

---

(۱) انظر: "الجواهر المضية" الميم مع الحاء، ر: ۳۸۳، الجزء ۲، صـ۱۲٤.

مولانا روم کی مجلس میں آئے، تو وہ اس وقت ایک حوض کے کنارے بیٹھے تھے، اور چند کتابیں سامنے رکھی ہوئی تھیں، حضرت شاہ تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ کیا یہ کتابیں ہیں؟ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "یہ قیل قال (علمی باتیں) ہیں، آپ کو اس سے کیا کام؟!" حضرت شاہ شمس تبریزی نے تمام کتب اٹھا کر پانی میں ڈال دیں، مولانا روم یہ دیکھ کر رنجیدہ ہو گئے، اور فرمایا کہ "آپ نے یہ کیا کیا؟" ان کتب میں میرے والدِ گرامی کے تحریر کیے ہوئے بعض فوائد بھی تھے، جو اَب نہیں مل سکتے! شاہ شمس الدین تبریز نے ہاتھ بڑھا کر ایک ایک کتاب پانی سے باہر نکال کر رکھ دی، کتابوں پر پانی کا اثر تک نہ تھا، مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ "یہ کیا راز ہے؟!" شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "یہ ذَوق وحال ہے، آپ کو اس سے کیا مطلب؟!" یہ فرما کر وہاں سے تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کا مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اس قدر گہرا اثر ہوا، کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے، حقیقت ومعرفت کی پیچیدہ گُتھیاں سُلجھانے میں لگ گئے"[1]۔

راہِ سُلوک کی منازل طے کرنے کے بعد، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شاہ شمس الدین تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: ع

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے رُوم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد![2]

"مولوی اس وقت تک مولانا رُوم ہرگز نہیں بن سکتا، جب تک وہ شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا غلام نہ ہو جائے!"

---

(۱) دیکھیے: "صاحب المثنوی" ص۱۴۰۔ و"دانشِ رومی وسعدی" ص۹۷۔
(۲) "مثنوی مولوی معنوی"۔

مولانارومؒ اور ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہما

عزیزانِ مَن! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمۃ مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اَفکار ونظریات سے اس قدر متاثر تھے، کہ انہیں اپنا روحانی پیشوا تصوّر کرتے، "جاوید نامہ" میں ہمیں مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا رفیقِ سفر بنانے کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ؏

پیرِ رومی را رفیقِ راہ ساز
تا خدا بخشد ترا سوز وگداز!

شرح اُو کردند ادراکس ندید
معنیٔ اُو چُوں غزال اَز مارمید!

رَقصِ تَن اَز حرفِ اُو آموختند
چشمِ راز رقص جاں بر دوختند!

رقصِ تن در گردش آرد خاک را
رقصِ جاں برہم زند اَفلاک را!

علم وحکم اَز رقصِ جاں آید بدست
ہم زمیں ہم آسماں آید بدست!

رقصِ جاں آموختن کارے بود
غیر حق را سوختن کارے بُود![1]

---

(۱) "جاوید نامہ" خطاب بہ جاوید، باب ۱۳۔

"(۱) پیرِ رومی کو اپنا رفیقِ راہ بنا لے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ تجھے سوز و گداز عطا کرے۔(۲) سب اس کی شرح کرتے ہیں، اور اس کو کسی نے نہیں دیکھا، اس کے مَعانی ہرن کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔(۳) اس سے لوگوں نے صرف رقصِ تن ہی سیکھا، اور رقصِ جان سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔(۴) رقصِ تن خاک کو گردش میں لاتا ہے، جبکہ رقصِ جاں اَفلاک کو برہم کر دیتا ہے۔(۵) علم و حکمت رقصِ جان کا باعث بنتے ہیں، اور زمین و آسمان کو ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔(٦) اصل کام تو رقصِ جاں سیکھنا ہے، اور غیرِ حق کو جلا کر خاک کر دینا اس کا کام ہے"۔

عزیزانِ مَن! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روحانی اور معنوی اعتبار سے زندگی بھر مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیرِ اثر رہے، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اَشعار میں بھی اس مردِ قلندر کو "پیرِ رومی" کہہ کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا، اور خود "مریدِ ہندی" بن کر اُن کی روحانی شاگردی پر ہمیشہ ناز اں رہے، ؏

صحبت پیرِ رُوم سے مجھ پر ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سربجیب، ایک کلیم سربکف![1]

مولانا رُوم اور اُن کا تصوّف

حضراتِ گرامی قدر! مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چالیس ۴۰ برس کی عمر تک، مکمل طور پر علمائے ظاہر کے لباس میں رہے، فتویٰ نویسی کا سلسلہ زندگی بھر جاری رہا، البتہ حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کے بعد، آپ پر تصوّف کا رنگ زیادہ غالب رہا، لہذا آپ علیہ الرحمۃ نے اپنی ظاہری وضع (یعنی لباس وغیرہ) میں بہت تبدیلی

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بالِ جبریل"، صـ۳۰۷ـ۔

کر لی، لیکن شریعت کی پابندی میں مطلقاً کوئی فرق نہ آیا، اور تمام اکابر صوفیائے کرام قدّست اسرارہم ہمیشہ سے یہ کہتے اور لکھتے آئے ہیں، کہ شریعتِ مُطہّرہ کی کمال پابندی کا نام ہی "تصوّف" ہے، مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اسی تصوّف کے قائل اور عامل تھے۔

جو لوگ پابندئ شریعت سے آزادی کو تصوّف کا نام دیتے ہیں، وہ نِرے جاہل اور اَن پڑھ ہیں، لہذا اِسی بناء پر مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہ گمان کرنا، کہ وہ تصوّف میں داخل ہو کر اَحکامِ شریعت سے آزاد ہو گئے تھے، سراسر بدگمانی، نادانی اور لاعلمی کی بات ہے، کئی صفحات پر مشتمل آپ کی تصنیف "مثنوی شریف" عشقِ مجازی کے بجائے، اللہ رب العالمین کے عشق میں مبتلا ہونے، اور اَحکامِ شریعت کی پابندی کے بیانات و نِکات سے بھرپور ہے۔ مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں کہ ؏

عشق با مردہ نباشد پائیدار
عشق را با حَی وبا قیّوم دار![1]

"مردہ کے ساتھ عشق پائیدار نہیں، حیّ وقیّوم ذات (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ہی عشق کرو!"

اس شعر میں مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر انسان کی خیر خواہی اور بھلائی چاہتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں، کہ عشقِ مجازی میں پڑ کر خود کو کیوں ضائع کر رہے ہو، اللہ ربُّ العالمین کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرو؛ کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہے، اُس کو کبھی فنا نہیں!۔

(۱) "مثنوی مولوی معنوی"۔

مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تصوّف کا مفہوم و تقاضا

عزیزانِ گرامی قدر! پاک و ہند میں اکثر دیکھا گیا ہے، کہ جو شخص کسی دربار یا خانقاہ کا گدی نشین بن جاتا ہے، وہ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کو عار سمجھنے لگتا ہے، بلکہ مریدوں کے دیے ہوئے ہدیہ و نذرانے کو اپنا ذریعۂ مُعاش بنالیتا ہے، مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایسے جھوٹے صوفیاء اور ایسے ہدیہ و نذرانے ہرگز پسند نہیں تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو بھی تحائف یا نذرانے ملتے، آپ اپنی تجوریاں بھرنے کے بجائے، سارا مال اور تحائف، ضرور تمندوں میں تقسیم فرمادیا کرتے۔

میرے بھائیو! مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوّف کے حقیقی معنی و مفہوم، اور اس کے تقاضے کو ایک حکایت کے ذریعے سمجھاتے ہیں کہ "ایک درویش چالیس ۴۰ سال تک جنگلوں میں پھرتا رہا، اتفاق سے ایک قطب کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے درویش کو ایک چپَت لگا کر فرمایا، کہ اے حرام خور شخص! درویش نے کہا کہ چالیس ۴۰ سال سے دنیا کا حلال کھانا بھی نہیں کھایا، پھر حرام کا کیا ذکر؟! قطب نے فرمایا کہ تم ہوا سے سانس لیتے رہے، اور خوشبو سونگھتے رہے، یہ کیا ہے؟ یہی تمہاری غذا تھی، اور تمہیں یہ چیزیں بے رنج و کدّ (کسی پریشانی اور جدوجہد کے بغیر) حاصل ہوئیں، جبکہ مردانِ کامل کے مذہب میں ایسا کرنا حرام ہیں"[1]۔

تصوّف اور مولانا رُوم سے منسوب بعض غیر شرعی اُمور

عزیزانِ گرامی! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ زندگی بھر اَحکامِ شریعت پر سختی سے عمل پیرا رہنے والے، جلیل القدر عالمِ دین، اور عظیم صوفی بزرگ کی طرف

---

(۱) "صاحب المثنوی" ص۳۴۳۔

رَقص وسُرود، بانسری اور آلاتِ مزامیر پرمشتمل محافل جیسی، انتہائی غیرشرعی باتیں منسوب کرکے، نہ صرف تاریخی حقائق مسخ کیے جا رہے ہیں، بلکہ صوفی اِزم (Sofizam) کی تعلیمات اور مولانارُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت کو بھی داغدار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، فقیری اور سُلوک کے اَسرار ورُموز سے ناواقف لوگ، عشقِ حقیقی کے سمندر میں غوطہ زَن ہوکر **"مثنوی معنوی"** میں لکھے گئے اُن کے اَشعار، اور اُن میں دی گئی تشبیہات کو آجکل عشقِ مجازی کا نام دے رہے ہیں، اور اس سلسلے میں باقاعدہ آرٹ کونسل (Art Council) اور صوفی سیمینارز (Sofi Seminars) میں، مولانارُوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُن کے نظریۂ تصوُّف کے نام پر، ناچ گانے کی تقریبات کا انعقاد کررہے ہیں، آلاتِ موسیقی سے مزیّن محفلِ سماع، اور طبلوں کی تھاپ پر گول گول گھوم کر، اور بھنگڑے ڈال کر اُسے رقصِ رُومی اور تصوُّف کا نام دیا جارہا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ "کوک اسٹوڈیو (Coke Studio)" وغیرہ کے ذریعے صوفیانہ کلام پر مشتمل، میوزک البم (Music Album) ریلیز کرکے ناچ گانے، بھنگڑے اور ڈانس (Dance) کو تصوُّف کے نام پر پرموٹ (promote) کیا جارہا ہے!۔

میرے بھائیو! بعض خانقاہوں اور دَرباروں پر بھی، آج تصوّف کے نام پر بہت سی خُرافات ہورہی ہیں، ڈھول ڈھمکے اور رَقص وسُرود کی محفلیں سجائی جارہی ہیں، بھنگ کے جام چل رہے ہیں، خواتین مُریدنیوں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر جعلی اور ڈبا پیر رَقص کرتے دکھائی دیتے ہیں، واللہِ العظیم! اِن تمام خُرافات کا تصوّف یا مولانا جلال الدّین رُومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات سے کوئی لینادینانہیں، بےعمل لوگوں نے اپنی بدعملی وجہالت چُھپانے کے لیے، بعض ناجائزوحرام اُمور کو تصوّف اور مولانارومرحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سے غلط طور پر منسوب کر رکھا ہے، یاد رکھیے! تصوُّف یا صوفی اِزم (Sofizam) کی تعلیمات کا، اِن غیر شرعی اُمور سے ہر گز کوئی تعلق نہیں ہے، ایسے لوگوں سے ہمیشہ بچ کر رہیے، اور شریعت کا دَامن کسی طور پر ہاتھ سے نہ جانے دیجیے! ع

میراث میں آئی ہے انہیں مَسندِ اِرشاد
زاغوں کے تصرُّف میں عقابوں کے نشیمن!(۱)

بارگاہِ الٰہی سے مریدوں کی ضمانت

عزیزانِ گرامی قدر! مولانا جلال الدّین رُومی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ روحانی اعتبار سے بہت بلند مقام پر فائز تھے، لیکن آپ کے حلقۂ اِرادت میں نیک و بد ہر طرح کے لوگ تھے، اس پر بسا اوقات دیگر لوگ تنقید بھی کرتے، ایک بار معین الدّین پروانہ (وزیرِ مالیات) نے کہا کہ "مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نہایت نیک شخص ہیں، اور میرا خیال ہے کہ مُدّتوں ایسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوگا، مگر آپ کے مرید نہایت بَد اور فُضول قسم کے لوگ ہیں" ایک مرید نے یہ خبر مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تک پہنچائی، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے معین الدین پروانہ کو ایک خط تحریر فرمایا کہ "اگر یہ لوگ نیک ہوتے تو میں خود ان کا مرید کیوں نہ ہو جاتا؟! میں ان لوگوں کو مرید اسی لیے کرتا ہوں کہ یہ لوگ بَد ہیں، اور حق بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالی ان کا ضامِن نہیں ہو جاتا، میں انہیں مرید نہیں کرتا"(۲)۔

مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تصانیف اور طریقۂ اصلاح

میرے عزیز دوستو بھائیو اور بزرگو! "مثنوی شریف"، "فیہ مافیہ" اور "دیوانِ

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بالِ جبریل، حصہ دُوم، باغی مرید، ص۴۹۳۔
(۲) "صاحب المثنوی" ص۳۵۶، ۳۵۷۔

شمس تبریز" مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مشہور و معروف کتب ہیں، لیکن دنیا بھر میں "مثنوی شریف" کو جو شہرت حاصل ہے وہ دیگر کتب کو نہیں، آپ علیہ الرحمۃ کی دیگر تصانیف کی بہ نسبت اِسے نہایت معتبر اور قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے۔ برصغیر پاک وہند کے علاوہ ترکی اور فارسی لوگ بھی، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی اِس تصنیف "مثنوی شریف" سے ایک خاص لگاؤ اور گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ "مثنوی" میں مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اندازِ تفہیم بہت ہی پیارا اور سہل ہے، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مشکل ترین مسائل، اور بات کو آسانی سے سمجھانے کے لیے، سب سے پہلے کوئی دُنیاوی مثال یا حکایت پیش کرتے ہیں، اور پھر نتیجہ اخذ کرتے ہوئے اُس مسئلہ کو باآسانی، قلوب واَذہان میں سمو دیتے ہیں، اُن کا یہ طرزِ استدلال عقل سے زیادہ اِحساس کو متاثر کرتا ہے، جو اُن کی نظر کی وُسعت اور گہرائی کا منہ بولتا ثبوت ہے، بلاشک وشُبہ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر، اس طریقۂ تعلیم کو بامِ عُروج تک پہنچایا۔

وفات

برادرانِ اسلام! شیخ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فارسی علم واَدب کی ایک باکمال شخصیت ہیں، ان کی شاعری تقریباً ساڑھے سات سو ۷۵۰ سال کا عرصہ گزرنے کے باوُجود، آج بھی صوفی اِزم (Sufism) کا بہترین نمونہ ہے، ظاہری وباطنی کمالات وعلوم کے پاسبان، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا انتقال ۶۷۲ ہجری/۱۲۷۳ عیسوی میں ہوا[1]، آپ کا مزارِ پُرانوار، آج بھی ترکی کے شہر قونیہ میں مَرجعِ خلائق ہے۔

---

(۱) "تاج التراجم" محمد بن محمد، جلال الدِّين الرُّومي، ر: ۲۱۲، ۱/ ۲٤٦.

دعا

اے اللہ! ہمیں حضرت سیّدنا شیخ جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق عطا فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصّہ عطا فرما، اور اپنی محبت واطاعت کے ساتھ اپنی ولایت عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

تعلیم، تربیت اور ہنر مندی

(۰۸ جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۱/۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمین، والصّلاةُ والسّلامُ علی خاتمِ الأنبیاءِ والمرسَلین، وعلی آلِهِ وصحبِهِ أجمعین، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّیطانِ الرّجیم، بسم الله الرّحمنِ الرّحیم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں، ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰھمّ صلِّ وسلِّم وبارِك علی سیِّدِنا ومولانا وحبیبِنا محمّدٍ وعلی آلِهِ وصَحبِهِ أجمعین.

دینِ اسلام میں حصولِ علم کی اَہمیت

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام میں علم اور حصولِ علم کی بڑی اَہمیت ہے، علم کی بدَولت انسان اشرف المخلوقات ٹھہرا، جبکہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی سے بھی ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ پڑھنا، لکھنا اور علم حاصل کرنا، انسان پر ایک بنیادی فریضہ ہے۔ علم ایک ایسا نُور ہے جس کی رَوشنی میں انسان اپنی منزلِ مقصود تلاش کرتا ہے، دینِ اسلام میں اس کی اَہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ رسولِ کریم ﷺ پر سب سے پہلی جو وحی نازل ہوئی، وہ علم سے متعلّق تھی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۝۲ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ

بِالْقَلَمِ ﴾[1] "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا"۔

علم حاصل کرنے والے لوگ خالقِ کائنات جَلّ جلالہ کے نزدیک بلند درَجات کے مستحق ہیں، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾[2] "اللہ تعالی درجے بلند فرمائے گا، تم میں سے ایمان والوں کے، اور ان کے جن کو علم دیا گیا!"۔

اللہ رب العالمین نے حصولِ علم کی کوشش کے ساتھ ساتھ، اس میں مزید اضافہ کے لیے بھی، اپنی بارگاہ میں دعا کرنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴾[3] "اے حبیب! عرض کیجیے کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ عطا فرما!"۔

نبئ پاک ﷺ نے ہر مسلمان مرد وعورت پر، علم حاصل کرنا لازمی قرار دیتے ہوئے فرمایا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ»[4] "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ زندگی بھر علمِ دین حاصل کرتا چلا جائے؛ کیونکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے لیے عمر کی کوئی حد مقرّر نہیں ہے۔

حصولِ علم کیوں ضروری ہے؟

عزیزانِ محترم! علم حاصل کرنا اَقوامِ عالَم کی تعمیر وترقّی، سربلندی اور اللہ تعالی کے اِنعام واِکرام کا بہترین ذریعہ ہے، علم کی بدَولت انسان کا دل جگمگا اُٹھتا ہے، ہر شخص

(١) پ٣٠، العلق: ١-٤.

(٢) پ٢٨، المجادَلة: ١١.

(٣) پ١٦، طه: ١١٤.

(٤) "سنن ابن ماجه" المقدّمة، ر: ٢٢٤، صـ٤٧.

کو اپنی زندگی کے ہر موڑ پر علم کی ضرورت ہے، چاہے وہ عبادات ہوں یا مُعاملات، تربیتِ اولاد ہو یا حقوقِ والدَین، حقوقِ مسلم ہوں یا غیر مسلم، رشتہ دار ہوں یا دوست واَحباب، جوانی ہو یا بڑھاپا، نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکاۃ، وضو ہو یا غُسل، چلنا پھرنا ہو یا سونا جاگنا، خوشی کا موقع ہو یا غمی کا، نکاح ہو یا طلاق، ملازمت ہو یا تجارت، مسجد ہو یا گھر، دُکان ہو یا فیکٹری وغیرہ، ہر ہر جگہ پر انسان کو علم کی ضرورت وحاجت رہتی ہے۔

اگر کوئی شخص تجارت کے پیشے سے منسلک ہے، تو اس پر تجارت کے بارے میں علم حاصل کرنا لازم ہے، کوئی نوکری پیشہ یا ملازِم ہے تو اس پر نوکری اور ملازمت سے متعلق علم حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اُجرت پر مزدور وغیرہ رکھتا ہے، تو اُس پر مزدوروں اور کام کاج کرنے والوں کے حقوق سے متعلّق، علم ومسائل سیکھنا لازم وضروری ہے۔ الغرض انسان جس جس شعبے سے وابستہ ہے، اُس سے متعلق جائز ناجائز، اور حلال حرام کا علم ہونا لازم ہے؛ تاکہ باہمی حقوق کی ادائیگی، اور اپنے کام کاج میں غلطی کوتاہی کے باعث، کوئی انسان گناہ اور حرام کا مرتکِب نہ ہو!۔

علم کا حصول کیسے ممکن ہے؟

میرے بھائیو! علم مؤمن کا ایک گمشدہ خزانہ ہے، جب کسی صحیح العقیدہ شخص سے ملے تو لے لینا چاہیے، یہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے مال ودَولت کے ذریعے خریدا جاسکے، اس کا حصول صرف سیکھنے سکھانے سے ہوتا ہے، سرکارِ ابد قرار ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ»[1] "علم سیکھنے سے آتا ہے"۔ شارحینِ حدیث اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یقیناً علم سوال وجواب کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اور اچھے

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العلم، صـ١٦.

انداز سے سوال کرنا خود آدھا علم ہے "[1]۔

امام اصمعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا، کہ آپ نے علم کس طرح حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا کہ "کثرتِ سوال اور حکمتِ عملی سے "[2]۔ لہذا حصولِ علم کی سچی لگن رکھنے والے ہر طالبِ علم کو چاہیے، کہ اپنے اَسباق میں غَور وفکر کرتا رہے، انہیں دُہراتا رہے، اور جس چیز کی سمجھ نہ آئے، اُس سے متعلق اپنے اساتذۂ کرام سے بار بار سوال کرے، اور اُن کی باتوں کو توجہ سے سنے؛ تاکہ پیچیدہ اور دقیق اُمور کو بھی اچھی طرح سمجھ سکے۔

بچوں کی تربیت کا مسئلہ

عزیزانِ گرامی قدر! آجکل تعلیم کے نام پر جگہ جگہ اُردو میڈیم (Urdu Medium)، انگلش میڈیم (English Medium)، اور اولیول (O Level) کے بڑے بڑے اسکولز کام کر رہے ہیں، یہ لوگ بہت بھاری بھاری فیسیں (Fees) وصول کرتے ہیں، جبکہ ان اداروں میں اکثر جگہ تعلیم برائے نام ہے، اور اگر تربیت کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، تو وہ سرے سے ہی عموماً مفقود ہے، بدقسمتی سے ان اداروں میں پڑھنے والے بچوں کو ویلنٹائن ڈے (Valentine Day) اور ہالووین ڈے (Halloween Day) کے نام پر، یورپی تہذیب وکلچر (European civilization and culture) کا دِلدادہ بنا کر، اسلامی تعلیمات واَقدار سے دُور کیا جا رہا ہے۔ زندہ دلی کے نام پر مَنائے جانے والے کلر ڈے (Color Day) سے، ہمارے بچوں کے کورے صاف شفّاف ذہنوں پر، ہندوؤں کے تہوار "ہولی" کا اثر

---

(١) "فتح الباري" لابن حجر، كتاب العلم، ١/ ١٧٣.

(٢) "جامع بيان العلم وفضله" ١/ ٣٨١.

نقش کیا جارہا ہے۔ اسی طرح اسکولز کالجز (Schools, Colleges) میں ڈیکوریشن (Decoration) اور آرٹ (Art) کے نام پر، غیراسلامی تہواروں کی نمائندگی کرنے والے بہت سے کردار، دیواروں پر سجا سجا کر ہمارے بچوں کے دل ودماغ پر، یورپی کلچر (European culture) کی چھاپ نقش کی جا رہی ہے، اور اب تو نَوبت یہاں تک آ پہنچی، کہ ان تہواروں کی مناسبت سے خاص طَور پر رات دیر تک پارٹی (Party) کی آڑ میں، طلباء وطالبات کو تعلیمی اداروں میں اکٹھا کرکے، انہیں بے حیائی اور گناہ کے مَواقع بھی فراہم کیے جارہے ہیں!!۔

حضراتِ ذی وقار! تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کی ضرورت واِفادیت کو، کسی بھی طَور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں کچھ تعلیم تو ہے، مگر تربیت کا بہت بڑا فقدان ہے، آجکل کے اکثر والدین کی بھی اوّلین ترجیح صرف تعلیم ہے، انہیں تربیت سے کوئی لینا دینا نہیں، ان کا بچہ گھر اور اسکول کے ماحول سے کیا سیکھ رہا ہے؟ انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں رہی!۔

میرے محترم بھائیو! اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ ڈاکٹر (Doctor)، انجینئر (Engineer)، یا وکیل (Lawyer) وغیرہ بننے کے ساتھ ساتھ، اچھا اور مہذّب انسان اور اچھا مسلمان بھی بنے، تو اس کے لیے بچپن سے ہی ہمیں اس کی اچھی تربیت بھی کرنی ہوگی! لیکن یہ یاد رہے کہ تربیت کے لیے صرف کسی اچھے اسکول میں داخل کروا دینا کافی نہیں، بلکہ ہمیں بذاتِ خود گھر میں اپنے بچے پر خاص توجہ دینا ہوگی! عموماً دیکھا گیا ہے کہ بچے کی جو تربیت گھر پر کی جاتی ہے، عام طور پر وہی زیادہ مؤثر اور کارآمد ثابت ہوتی ہے، اور بچے کی طبیعت اور عادات ومزاج میں اسی کا رنگ جھلکتا ہے۔

عزیزانِ گرامی قدر! گھر پر بچوں کی تربیت کرنا بہت آسان ہے، یاد رکھیے! بچے عموماً اپنے والدین کو فالو (Follow) کرتے ہیں؛ لہذا ہمیں اپنے لائف اسٹائل (Life Style) پر خاص طَور پر نظر رکھنا ہوگی! اگر ہمارا رہن سہن، اندازِ گفتگو، لین دین اور دوسروں کے ساتھ برتاؤ کا انداز درست ہوا، تو بچہ خود بخود ان چیزوں کو اپناتا چلا جائے گا۔

بچوں کی تربیت کے لیے چند ضروری اُمور

عزیزانِ گرامی قدر! اولاد کی اچھی تربیت کے لیے ضروری ہے، کہ ان کے ساتھ پیار محبت کا سُلوک کیا جائے؛ تاکہ وہ ہماری بات آسانی سے مان لیں، لہذا نبئ کریم ﷺ کے بارے میں حدیثِ پاک میں آتا ہے، کہ آپ حسنینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما کو بوسہ دیا کرتے، نیز ان کے ساتھ کھیلتے، انہیں خوش رکھا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم پر ہماری اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ ان کی دینی اور دنیاوی اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں؛ تاکہ وہ اس زیور سے آراستہ ہو کر اپنی دنیا وآخرت سنوار سکیں، اور مُعاشرے کے بہترین فرد ثابت ہوکر، پوری قوم کے لیے عزّت، فخر، سربلندی اور فائدے کا سبب بنیں، انہیں لوگوں سے ملنے جُلنے، اور مُعاشرے کا اچھا فرد بن کر جینے کا ڈھنگ سکھایا جائے، لہذا ضروری ہے کہ انہیں اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے اور چلنے پھرنے وغیرہ مُعاملات میں، اسلامی آداب واَخلاق سکھائے جائیں، حضرت سیّدنا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ- نے فرمایا: «عَلِّمُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ!»[1] "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو، بھلائی کی تعلیم دو!"۔

حضراتِ گرامی قدر! اپنی اولاد کو اس بات کی بھی تربیت دیجیے، کہ راز کی بات کو

---

(۱) "شعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلين، ر: ۸۷۰٤، ٦/ ۲۹۱۱.

راز میں رکھنا کس قدر ضروری ہے! اور گھر میں ہونے والی کسی بات کو باہر کسی سے ذکر کرنا، بہت بُری اور اَخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ انہیں دوسروں کے ساتھ رحمدلی، عدل واحسان اور عَفو ودرگزر کے ساتھ پیش آنے کی عادت ڈالیں۔ ان کے دل ودماغ میں اس چیز کو راسخ کر دیں، کہ ہمیشہ دوسروں کے کام آؤ، ان کا احساس کرو، زندگی کے کسی موڑ پر اپنے بہن بھائیوں کے لیے، اپنی خواہشات کو قربان کرنا پڑے تو اس سے بھی پیچھے مت ہٹو، مالی حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جائیں، چوری چکاری ہر گز مت کرو، ہمیشہ اللہ تعالی کی رحمت سے امید رکھو، اور اپنے قوّتِ بازو پر یقین واعتماد رکھتے ہوئے، اللہ کی مدد سے محنت مزدوری اور کسبِ حلال پر یقین رکھو!۔

علاوہ ازیں اِن کے طَور طریقوں اور نشست وبرخاست کی محافل کو بھی پَرکھتے رہا کریں، انہیں اچھی صحبت اختیار کرنے کے فوائد بتا کر اس کی ترغیب دیں، اور بُری صحبت کے نقصانات بتا کر اس سے مکمل اجتناب کی تعلیم دیں؛ کہ نبیٔ کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: «المَرْءُ عَلى دِينِ خَلِيلِه، فَلْيَنظُرْ أَحَدُكُم مَن يُخَالِلُ»[1] "آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہوتا ہے، تو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اچھی طرح دیکھ لے، کہ کس سے دوستی کر رہا ہے!"۔

حضراتِ محترم! ایک مسلمان کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے، کہ وہ اپنی اولاد کے دل ودماغ میں اللہ تعالی، اس کے رسول ﷺ، دینِ اسلام، علمائے اسلام، اور بزرگوں کی محبت، تعظیم اور تَوقیر پیدا کرنے کی کوشش کرے، اور انہیں عام مسلمانوں کے ساتھ بھی محبت، خلوص اور اَخلاقِ حسَنہ کے ساتھ پیش آنے کی تربیت دے۔

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة، ر: ۸٤۲۵، ۳/ ۲۳۳.

فنّی تعلیم اور ہنر مندی کی اَہمیت

عزیزانِ مَن! ہمارے طلباء قوم کا مستقبل اور خوشحالی کی ضمانت ہیں ان شاء اللہ! لہٰذا ان کی خداداد صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کرنے، اور ان کے اندر خوداعتمادی پیدا کرنے کے لیے، انہیں فنّی تعلیم وتربیت (Technical education and training) اور ہنر مندی کے زیور سے آراستہ کرنا بھی اَز حد ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں علم وہنر کی بڑی اَہمیت بیان کی گئی ہے، انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے بھی، مُعاشرے کی فلاح وبہبود کے لیے مختلف ہنر اور پیشے اختیار فرماکر انہیں تکریم بخشی، حضرت سیّدُنا داوٗد علیہ السلام کے ہنر کا ذِکر کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾[1] "ہم نے اسے (حضرت داوٗد علیہ السلام کو) تمہارا ایک پہناوا (زِرہ = جنگی لباس) بنانا سکھایا؛ تاکہ تمہیں زخمی ہونے سے بچائے، تو کیا تم شکر کروگے!"۔

حدیثِ پاک میں بھی ہنر مند شخص کی تحسین فرمائی گئی ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَاماً قطُّ، خَيْراً مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ الله دَاوُدَ عليه السلام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ»[2] "آدمی جو کچھ کھاتا ہے، اس میں سب سے بہتر اس کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اور یقیناً اللہ کے نبی داوٗد علیہ الصلوۃ والسلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے!"۔

---

(۱) پ۱۷، الأنبياء: ۸۰.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، ر: ۲۰۷۲، صـ۳۳۳.

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیبّہ طاہرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ»(۱) "سب سے پاکیزہ کمائی وہ ہے، جو آدمی اپنی محنت سے کما کر کھائے"۔

میرے عزیز دوستو! فنّی تعلیم (Technical education) یا ہنر مندی ایک ایسا جَوہر ہے، جو مشکل سے مشکل وقت اور حالات میں بھی، ہمیں دوسروں کی محتاجی سے بچا کر، ہماری خودداری کو برقرار رکھتا ہے، نیز ہمیں کسی کے احسان کے بوجھ تلے دبنے سے بچاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عَوف رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ جب مدینہ منوّرہ پہنچے، تو حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آپ کو حضرت سیّدُنا سعد انصاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کا بھائی بنا دیا، حضرت سیّدُنا سعد بن ربیع رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے لیے اپنا آدھا مال پیش کر دیا، لیکن حضرت سیّدنا عبد الرحمن رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے لینے سے انکار کیا، اور انہیں برکت کی دعا دیتے ہوئے فرمایا: «دُلَّنِيْ عَلَى السُّوْقِ»(۲) "مجھے بازار کا راستہ دکھاؤ!"؛ تاکہ میں وہاں جاکر تجارت کروں، اور خود اپنی کمائی سے گزر اَوقات کر سکوں۔ حضرت سیّدنا سعد رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے آپ کو بازار کا راستہ بتا دیا، آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ بازار جاتے، اور تجارت کے ہنر میں مہارت کے سبب رزقِ حلال کماتے۔ لہٰذا ہمیں بھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، دوسروں پر بوجھ بننے کے بجائے، کسی ہنر میں مہارت حاصل کرکے خود کفیل بننے کی کوشش کرنی چاہیے!۔

میرے محترم بھائیو! ہنر مند شخص کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا، حدیث شریف میں

(۱) "سنن النَّسائي" كتاب البيوع، ر: ٤٤٥٦، الجزء ٧، صـ٢٥٥.

(۲) "صحيح البخاري" كتابُ البيوع، ر: ٢٠٣٩، صـ٣٢٩.

بھی کسی کے سامنے محتاج بن کر مانگنے کے بجائے، چھوٹے سے چھوٹا پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَداً فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ»[1] "تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لائے (یعنی محنت مزدوری کرے)، یہ اُس سے بہتر ہے کہ کسی سے مانگے، کوئی اُسے دے گا اور کوئی منع کردے گا" اور ذلّت الگ اٹھانی پڑے گی!۔

کسی کو ہنر سکھانے کی فضیلت

میرے محترم بھائیو! ہرگز کبھی کسی ہنر کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر، اس کا مذاق مت اڑائیے، جہاں تک ممکن ہو کوئی نہ کوئی ہنر ضرور سیکھیں، اور اپنے بچوں کو بھی مُعاشرے کا ایک کار آمد، اور مفید فرد بنانے کے لیے، انہیں فنّی تعلیم (Technical Education) ضرور دلائیں؛ کہ یہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بہت ہی پیارا انداز، اور ہمارے زمانے کی بڑھتی ہوئی بے روزگاری سے بچنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

حضراتِ گرامی قدر! کسی بے ہنر محتاج کو کوئی اچھا سا ہنر سکھا دینا بھی بہت بڑی نیکی، اور بہترین صدقۂ جاریہ ہے؛ تاکہ ہنر سیکھ کر وہ کام کاج کر سکے، اور دوسروں کی محتاجی سے بچے، نیز اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حاجت روائی کر کے، اس عظیم ذمہ داری سے سُبکدوش ہو سکے۔ حضرت سیّدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی، کہ کونسا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِيمَانٌ بِاللهِ، وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ» "اللہ تعالیٰ پر

---

(١) المرجع نفسه، باب بيع الحطب والكلأ، ر: ٢٣٧٤، صـ٣٨١، ٣٨٢.

ایمان لانا، اور اس کی راہ میں جہاد کرنا" میں عرض گزار ہوا کہ کونسے غلام کا آزاد کرنا افضل ہے ؟فرمایا: «أَعْلاَهَا ثَمناً، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا» "جو قیمت میں زیادہ اور مالکوں کا پسندیدہ ہو" پھر میں نے عرض کی کہ اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو؟ نبئ رحمت ﷺ نے فرمایا: «تُعِينُ ضَائِعاً، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ»[1] "کسی کاریگر کی مدد کرو، یا کسی بے ہنر کا کام سنوار دو!"۔

بے فائدہ علم سے پناہ کی دعا

میرے عزیز دوستو بھائیو اور بزرگو! اسلامی مُعاشرے میں علم وہنر سیکھنے کا مقصد لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے، اسی لیے سرکارِ ابد قرار ﷺ نے ایسے علم سے اللہ تعالی کی پناہ مانگی، جو فائدہ سے خالی ہو، حدیثِ پاک میں ہے، نبئ کریم ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے عرض کی: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ»[2] "اے اللہ! میں بے فائدہ علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں!" لہذا ہم سب کو اور خصوصًا ہمارے نوجوانوں کو، صرف ایسا علم وہنر سیکھنا چاہیے، جس سے ہم اپنی ذات کے علاوہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکیں، اور اپنے ملک وقوم کو بھی فائدہ پہنچا سکیں۔

ٹیکنیکل ایجوکیشن اور حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! "فنّی تعلیم (یا ہنر مندی) کسی بھی مُعاشرے کے تعلیمی، اور نتیجۃً مُعاشی استحکام کی ضامِن ہوتی ہے، لیکن پاکستان میں فنّی تعلیم (Technical Education) پر توجّہ عمومی تعلیم سے کہیں کم ہے، جس کا اندازہ

---

(١) المرجع السابق، باب أيّ الرقاب أفضل؟ ر: ٢٥١٨، صـ٤٠٧.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء ...إلخ، ر: ٦٩٠٦، صـ١١٨١.

اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ پاکستان میں فنّی تعلیم کی شرح صرف چار ۴ سے چھ ٦ فیصد، جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح چھیاسٹھ ٦٦ فیصد تک پہنچتی ہے۔ بلاشبہ جن ممالک نے فنّی تعلیم کو اپنی عمومی تعلیم کا حصہ بناکر اس پر توجُّہ دی، وہاں مُعاشی ترقی کی رفتار زیادہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی اَربابِ اقتدار واختیار اس اَمر کا اعتراف توکرتے ہیں کہ "پاکستان کا مستقبل فنّی تعلیم سے جُڑا ہے، اور نوجوان نسل کو فنّی علوم سے آراستہ کر کے، نہ صرف بے روزگاری کے مسئلے پر قابو پایا جاسکتا ہے، بلکہ ملک کو ترقی وخوشحالی کی راہ پر بھی گامزن کیا جاسکتا ہے" لیکن اس کے فروغ کے لیے قابلِ ذکر پیش رَفت نہیں کرتے۔ پنجاب گیارہ ۱۱ کروڑ آبادی کا صوبہ ہے، اس میں گیارہ ۱۱ تعلیمی بورڈ ہیں، جن میں فنّی تعلیمی بورڈ صرف ایک ہے"[۱]۔

اسی طرح صوبہ سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخواہ اور آزاد جموں کشمیر میں بھی، ٹیکنیکل ایجوکیشن (Technical Education) سے متعلق صورتحال کچھ خاص قابلِ ذکر نہیں۔ پنجاب کی طرح سندھ اور خیبر پختونخواہ میں بھی، فنّی تعلیم کے لیے صرف ایک ایک ٹیکنیکل ایجوکیشن بورڈ (Technical Education Board) ہے، جبکہ صوبہ بلوچستان اور آزاد جموں کشمیر میں، فنّی تعلیم کے لیے سِرے سے اب تک کوئی بورڈ موجود ہی نہیں ہے[۲]۔ بائیس ۲۲ کروڑ آبادی والے ملک پاکستان میں، بہتّر ۷۲ سال گزر جانے کے باوُجود، فنّی تعلیم کے لیے صرف تین بورڈز (Boards) کا وُجود، ہمارے حکمرانوں کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے!۔

---

(۱) "فنّی تعلیم کی قدر ومنزلت اور اَہمیت" روزنامہ پاکستان، ۱۰ جون ۲۰۱٦ء، ملخصًا۔

(۲) "پاکستان میں تعلیمی بورڈز کی فہرست" آزاد دائرۃ المعارف، وکی پیڈیا۔

لہذا وقت و حالات کا شدید تقاضا ہے، کہ ٹیکنیکل ایجوکیشن (Technical Education) کو عام کرنے کے لیے، اسے عمومی نصاب تعلیم کا حصہ بنایا جائے، نوجوانوں کو ہنر مند بنانے کے لیے، زیادہ سے زیادہ ٹیکنیکل کالجز (Technical Colleges) بنائے جائیں، اور ان میں شارٹ ٹرم کورسسز (Short Term Courses) کا اِجراء کیا جائے، ہنر مند افراد کی قومی سطح پر، ہر ممکن حوصلہ افزائی کی جائے؛ تاکہ نوجوانوں میں فنّی تعلیم و تربیت کے حصول کا شَوق پروان چڑھ سکے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نبئ کریم ﷺ کے فرامین کے مطابق علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے علم میں اضافہ فرما، ہمیں علمِ نافع کے ساتھ ساتھ دَولتِ ہنر سے بھی بہرہ مند فرما، ہمارے طلباء کو حصولِ علم کے لیے کوشش کرتے رہنے کی توفیق عطا فرما، اور ہمارے اساتذہ اور والدین کو، ہماری صحیح تعلیم و تربیت پر جزائے خیر عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذمّہ داری

(جمعۃ المبارک ۱۵ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۱/۲۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دعوت وتبلیغ کی اہمیت

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت ﷺ دینِ اسلام کے داعی اور مُبلّغ بن کر تشریف لائے، رسولِ کریم ﷺ نے انتہائی اَحسن انداز میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا، اس سلسلے میں سرورِ کونین ﷺ کو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، طرح طرح کی اَذیتیں دی گئیں، پتھر مار کر لہولہان کیا گیا، سوشل بائیکاٹ (Social Boycott) کیا گیا، اس کے باوُجود نبیٔ رحمت ﷺ مایوس نہیں ہوئے، اور کُفّار کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے رہے، بالآخر رحمتِ عالمیان ﷺ نے اپنے اَخلاقِ حَسَنہ سے اُن کے دلوں کو جیت کر نورِ ایمان سے منوّر کر دیا، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے فاران کی چوٹیوں سے چمکنے والے نورِ اسلام نے، بُت کدوں کو پاش پاش کر دیا۔

حضراتِ محترم! نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرنا فرض ہے، اور حسبِ استطاعت مسلمان کی ذمہ داری بھی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[1] "تم بہتر ہو اُن سب اُمّتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

تبلیغ کرنا منصبِ رسالت ہے، جو لوگ اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں، انہیں وارثِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے، حدیثِ پاک میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے، حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ!»[2] "اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ضرور بالضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرتے رہو! ورنہ اللہ تعالی تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ تم دعا کرو گے، تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں فرمائے گا"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ رَأَى مُنْكَراً فَلْيُنْكِرْهُ بِيَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ»[3] "جو کوئی برائی کو دیکھے تو اُسے ہاتھ سے روکے،

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١١٠.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ر: ٢١٦٩، صـ٤٩٨.

(٣) المرجع نفسه، باب ما جاء في تغيير المنكر ...إلخ، ر: ٢١٧٢، صـ٤٩٩.

اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو اُسے دل میں بُرا جانے، اور یہ نہایت کمزور اِیمان ہے"۔

ایک اچھے مُبلّغ کا کردار اور خوبیاں

عزیزانِ گرامی قدر! نیکی کا حکم دینے والے، اور برائی سے منع کرنے والے ایک مبلّغ کو، صاف ستھرے اور پاکیزہ کردار کا مالک ہونا چاہیے، اسے چاہیے کہ جھوٹ، چغلی، حسد، وعدہ خلافی، گالی گلوچ اور گانے باجوں وغیرہ جیسی برائیوں سے بچ کر رہے؛ تاکہ اس کے کردار پر کسی قسم کی غیر اَخلاقی برائی کا کوئی بدنما داغ دیکھ کر، لوگ دین اسلام سے بدظن نہ ہوں!۔

* مبلّغ کے دل میں اپنے اندازِ بیاں کے سبب، خود ستائشی کی خواہش ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔

* ایک مبلغ سمیت ہر خاص وعام مسلمان کو چاہیے، کہ اپنے کسی قول یا فعل کے ذریعے اپنے تقوی وپرہیز گاری کا دکھلاوا نہ کرے؛ کہ رِیا کاری (دِکھاوا) ایک ایسی مذموم چیز ہے، جس کے باعث بڑے سے بڑا عمل بھی اکارت (ضائع) ہو جاتا ہے۔

* اگر نیکی کا حکم کرنے یا برائی سے روکنے پر، کوئی شخص غصے میں آکر بدتمیزی کرنے لگے، تو ایک اچھے مبلغ کو چاہیے کہ خوش اَخلاقی اور نرمی کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دے، بلکہ اُلجھنے کے بجائے صبر اور خاموشی سے کام لے۔

* ایک عالِم دین یا مبلّغ ہونے کے سبب، ہرگز اپنے دل میں اس چیز کی خواہش نہ رکھیں، کہ لوگ آپ کی آمد پر اَدب واحترام سے کھڑے ہو جائیں، یا زندہ باد کے نعرے لگائیں، اور آپ کو اسٹیج پر سب سے نمایاں جگہ پر بٹھائیں۔

* اگر لوگ اپنی محافل میں دعوتِ خطاب کے لیے بلائیں، تو کوئی عالمِ دین، عام مبلّغ، پیر صاحبان یا نعت خواں حضرات، ہرگز اُن سے ہوائی جہاز کے ٹکٹ، اچھے کھانے اور بھاری رقم کا تقاضا نہ کریں، خالصۃً رضائے الٰہی کے لیے شرکت کر سکتے ہوں تو کریں، ورنہ شرکت سے معذرت کر لیں، اس مقدّس منصب کو اپنی آمدنی کا ذریعہ ہرگز نہ بنائیں، بلکہ اپنی گزر بسر کے لیے کوئی متبادِل پیشہ اختیار فرمائیں۔

* ایک عام مُبلّغ کو ہرگز زیب نہیں دیتا، کہ اَحکام شرع کے پابند کسی قاضی، مفتی یا عالمِ دین کو وعظ ونصیحت کرے؛ کہ یہ بے اَدبی ہے۔

* علمائے کرام و مُبلّغین کو چاہیے کہ تبلیغ کا مقدّس فریضہ انجام دیتے وقت، حکمت ودانشمندی کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں، اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کب، کہاں اور کس موقع پر، کونسی بات کتنی، اور کس لب ولہجے میں کرنی ہے! جس شخص کو تبلیغ کی جا رہی ہے، اس کا آپ کی بات پر متوقع ردِّ عمل اور ممکنہ نتائج کیا ہو سکتے ہیں! اس طرف بھی خوب دھیان رہے، کہ کسی کو تبلیغ کرنے کا کونسا وقت مناسب ہو سکتا ہے!۔

* مبلّغ اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو، کہ فُلاں شخص کو نیکی کا حکم کرے گا، یا برائی سے منع کرے گا، تو وہ اس کی بات مان لے گا، تو ایسی صورت میں اُسے حکمِ شرعی کی تبلیغ کرنا واجب ہے، اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ برائی سے منع کرنے پر لوگ گالم گلوچ کریں گے یا ماریں گے، تو اس وقت انہیں تبلیغ نہ کرنا بہتر ہے، اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مانیں گے یا نہیں، تو ایسی صورت میں اختیار ہے کہ نیکی کا حکم یا برائی سے رُکنے کی تلقین کرے یا نہ کرے، البتہ بہتر یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ احسن انداز میں پورا کرنے کی کوشش کرے۔

مبلّغ پر عائد ہونے والی چند ذمہ داریاں

عزیزانِ گرامی قدر! علمائے کرام اور تبلیغِ دین سے منسلک اَحباب پر، ان کے فرائضِ منصبی کے پیشِ نظر، چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن کی پاسداری ہر مُبلّغ کے لیے انتہائی ضروری ہے:

حتی المقدور تعلیماتِ اسلامیہ کی تبلیغ

(۱) دینِ اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والے علمائے کرام اور مبلّغین کو چاہیے، کہ اپنے علم اور معلومات کی روشنی میں جس قدر اَحکامِ شرعیہ اور تعلیماتِ اسلامیہ سے آگاہی ہو، حتی المقدور اُسے کسی کمی بیشی کے بغیر دوسروں تک پہنچانے کی پوری کوشش کریں، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا فرمان ہے: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً»[1] "میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو، اگرچہ ایک ہی آیت ہو"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "آیت کے لُغوی معنی ہیں: علامت اور نشان، اس لحاظ سے حضور ﷺ کے معجزات، اَحادیث، اَحکام، قرآنی آیات سب آیتیں ہیں۔ اِصطلاح میں قرآن کے اُس جملے کو آیت کہا جاتا ہے جس کا مستقل نام نہ ہو، نام والے مضمون کو "سورۃ" کہتے ہیں۔ یہاں آیت سے لُغوی معنی مُراد ہیں، یعنی جسے کوئی مسئلہ یا حدیث یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو، وہ دوسرے تک پہنچادے"[2]۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب العلم، باب ما جاء في الحديث عن بني إسرائيل، ر: ٢٦٦٩، صـ٦٠٥.

(۲) "مرآۃ المناجیح" علم کی کتاب، پہلی فصل، ۱/۱۶۹۔

کسی شرعی وجہ کے بغیر اپنے علم کو چھپانا، اور لوگوں کے استفسار کے باوُجود انہیں اسلامی تعلیمات واَحکام سے آگاہ نہ کرنا، کسی طَور پر بھی درست نہیں، ایسا کرنا علمائے یہود کا طریقۂ کار تھا، جن پر اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں لعنت فرمائی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَ الۡهُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ﴾[1] "یقیناً وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چُھپاتے ہیں، بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے، ان پر اللہ کی لعنت ہے، اور لعنت کرنے والوں کی لعنت!"۔

کتاب وسنّت کے ضروری علم سے آگاہی

(۲) مُبلّغ کے پاس کتاب وسنّت کا ضروری علم لازم ہونا چاہیے؛ تاکہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا سکے، ہر مبلّغ کو چاہیے کہ علم میں اضافہ کے لیے اسلامی کتابوں کا خوب مطالعہ کرے، جو مُبلّغ عالمِ دین نہ ہو، اُس پر لازم ہے کہ وہی بات بیان کرے جو علمائے اہل سنّت کی مستند کتب میں پڑھے یا علمائے حق سے سنے، اپنی طرف سے آیات واحادیث کی تفسیر وشرح ہرگز نہ کرے!۔

قول وفعل میں تضاد سے اجتناب

(۳) مُبلّغ پر لازم ہے کہ جن اَحکام کی تبلیغ کرے، پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو، اس کے بعد لوگوں کو اس کی تلقین کرے۔ جو شخص اپنے علم پر خود عمل نہیں کرتا، اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتا ہو، اللہ تعالی اس کی زبان میں تاثیر پیدا نہیں فرماتا، اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ لوگوں پر اس کی دعوت وتبلیغ کا اثر نہیں ہو پاتا۔

---

(۱) پ۲، البقرة: ۱۵۹.

قرآنِ پاک میں اللہ رب العزّت نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، اِرشاد فرماتا ہے:
﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾[1] "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھولتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو! تو کیا تمہیں عقل نہیں؟"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ (بات) جو تم (خود) نہیں کرتے، کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات، کہ (دوسروں کو) وہ کہو، جو (خود) نہ کرو!"۔

حدیثِ پاک میں حضرت سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «يُجاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ القِيامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَما يَدُورُ الحِمارُ بِرَحاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: يَا فُلانُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلاَ آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ»[3] "قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں جہنم میں نکل پڑیں گی، وہ اپنی انتڑیوں کے گرد اس طرح چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، تب دوزخی لوگ اس کے پاس جمع ہوکر کہیں گے، کہ اے فُلاں! تیرا کیا حال ہے؟ کیا تُو اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے ہمیں منع نہیں کرتا تھا؟! وہ کہے

(١) پ١، البقرة: ٤٤.
(٢) پ٢٨، الصف: ٢، ٣.
(٣) "صحيح البخاري" باب صفة النار وأنّها مخلوقة، ر: ٣٢٦٧، صـ٥٤٤.

گا کہ میں تم لوگوں کو تو اچھی بات کا حکم دیتا تھا، مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اور میں تم لوگوں کو تو بُری باتوں سے منع کرتا تھا، مگر خود اُن (بری باتوں) سے نہیں بچتا تھا"۔

ثابت قدمی اور استقامت کا مُظاہرہ

(۴) دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینے والوں کو، بسا اَوقات راہِ خدا میں طرح طرح کی مشکلات، اور مَصائب وآلام کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے؛ لہذا مُبلّغ کو چاہیے کہ ایسی صورتحال میں ثابت قدمی اور استقامت کا مُظاہرہ کرے، اور ہرگز دلبرداشتہ نہ ہو، اگر کبھی ہمت، حوصلہ اور برداشت کا مادّہ ختم ہوتا محسوس ہو، تو حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکالیف کو یاد کرکے اپنی ہمت باندھے، حضرت سیّدنا نُوح علیہ السلام ساڑھے نو سو۹۰۰ برس اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے، اور شدید مخالفت کے باوُجود اس فریضہ کو استقامت کے ساتھ ادا کرتے رہے، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی تبلیغِ دین کی پاداش میں جلتی ہوئی آگ میں ڈالے گئے، لیکن اس کے باوُجود آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دعوتِ دین سے دستبردار نہ ہوئے، حضرت سیّدُنا موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت کے فرعون کو خاطر میں لائے بغیر، توحید ورِسالت کے اس عظیم مشن کو جاری وساری رکھا، خود ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس راہ میں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر کھینچا گیا، حالتِ نماز میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر اوجھڑی کی غلاظت ڈالی گئی، وادئ طائف میں سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نرم ونازک بدنِ اَطہر پر پتھر برسائے گئے، لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان تمام تکالیف کو انتہائی خندہ پیشانی سے نہ صرف برداشت کیا، بلکہ تبلیغِ دین کے اس

عظیم مشن کو بھی جاری وساری رکھا، لہٰذا بحیثیت مبلّغ ہمیں بھی اللہ کی راہ میں آنے والی تمام تکلیفوں کو، خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے، اور کسی بھی دباؤ، خوف یا تکلیف وپریشانی کی پرواہ کیے بغیر، دعوتِ دین کے عمل کو جاری وساری رکھنا چاہیے۔

صرف اللہ تعالی سے اجر کی امید

(۵) مُبلّغ کو چاہیے کہ راہِ دین میں دی گئی قربانیوں اور کوششوں پر، اَجر وثواب کی اُمید ہمیشہ اللہ رب العالمین سے رکھے، مخلوق سے اس کے اَجر کی اُمید رکھنا، یا اس بنا پر کوئی خاص رعایت یا پروٹوکول (protocol) طلب کرنا، کسی طَور پر دُرست نہیں، جو مبلّغ اپنی دینی خدمات کا بدلہ دنیا میں لینے کا طلبگار ہوگا، آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔

دعوت وتبلیغ میں حکیمانہ اُسلوب کا مُظاہرہ

(٦) مُبلّغ کو چاہیے کہ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں حکیمانہ اُسلوب اختیار کرے، لوگوں کو اچھی اور نرم باتوں کے ذریعے دین کے قریب کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالی نے قرآنِ پاک میں نرمی اور حکمت کے ساتھ تبلیغ کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[1] "اپنے رب کی طرف بلاؤ، پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے اس طریقہ سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو!"۔

ایک اچھے مسلمان کی یہی وہ امتیازی صفات ہیں، جس نے ان پر غور وفکر کیا اور اپنایا، اس نے حقیقی طور پر اسلام کو رُوشناس کرایا، یہ وہ عمدہ صفات ہیں جن سے نُفوس جِلا پاتے ہیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى

---

(١) پ١٤، النحل: ١٢٥.

اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾[۱] "اس سے زیادہ کس کی بات اچھی؟ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے، اور کہے کہ میں مسلمان ہوں!"۔

منصب کے تقاضوں کا لحاظ

میرے عزیز دوستو بھائیو اور بزرگو! چونکہ موجودہ دَور فتنہ و فساد کا دَور ہے، ہر طرف گمراہی کا بازار گرم ہے، یہود و نصاری، منکرینِ ختمِ نبوّت اور دیگر مذہبی اَفکار و عقائد سے منحرِف گروہ، اپنے گمراہ کُن ایجنڈے (Misleading agenda) کی تکمیل کے لیے سرگرم ہیں، ایسے حالات میں ضروری ہے کہ ہر مسلمان اور بالخصوص وہ علماء اور مُبلّغین، جو دعوت وتبلیغ کے مقدّس فریضہ سے منسلک ہیں، وہ اپنے منصب کے تقاضوں کو سمجھیں، اور حالاتِ حاضرہ کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے کی پوری کوشش کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کا حقیقی اور باعمل مُبلّغ بنا، دعوت وتبلیغِ دین میں آنے والی مشکلات پر صبر کی توفیق مرحمت فرما، حضور نبئ کریم ﷺ کے حکیمانہ اَندازِ تبلیغ کو اپنانے کی توفیق عطا فرما، خوش اَخلاقی اور نرمی سے ہمیں وافر حصہ عطا فرما، دینِ اسلام کو درپیش عالمی چیلنجز سے نبردآزما ہونے کی صلاحیت اور حوصلہ عطا فرما، آمین رب العالمین!۔

---

(۱) پ ۲٤، حٰمٓ السَّجدة: ۳۳.

افضل البشر بعد الانبیاء صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(جمعۃ المبارک ۲۲ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ - ۰۵/۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

آپ کا مختصر تعارُف

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام عبد اللہ، لقب صدیق اور عتیق ہے۔ آپ کے والد کا نام ابو قُحافہ عثمان، اور والدہ اُم الخیر سلمٰی ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلۂ نَسب ساتویں پُشت میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نَسب شریف سے مل جاتا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے تقریباً ۲ سال چھوٹے ہیں۔ آپ نے مَردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ زمانۂ جاہلیت میں بھی قوم کے معزّز مکرّم تھے، آپ نے قبلِ اسلام بھی کبھی شراب نہیں پی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ تمام غزوات میں شریک رہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہجرت کے موقع پر حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رفیقِ سفر اور یارِ غار بھی رہے[1]۔

---

(١) "تاريخ الخلفاء" الخليفة الأوّل: أبو بكر الصدّيق رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، صـ٤١، ملتقطاً.

شانِ صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں بعض قرآنی آیات

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شانِ اقدس میں، قرآنی آیات بھی نازل ہوئیں، مکۂ مکرّمہ سے ہجرت کے وقت رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اور حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دورانِ سفر غارِ ثَور میں بھی رہے۔ اللہ تعالی نے اس واقعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾[1] "صرف دو ۲ جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے دوست سے فرماتے تھے کہ غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے!"۔ یعنی مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضرت سیّدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تسلّی دے رہے تھے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے[2]۔ لہذا جو شخص حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت کا انکار کرے، وہ اس آیتِ قرآنیہ کا منکِر ہو کر کافِر ہوا[3]۔

برادرانِ اسلام! اسی طرح حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے، جب حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت بھاری قیمت پر خرید کر آزاد کیا، تب کفّار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا، کہ ابو بکر نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا، جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا! اس پر آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ﴾[4] "کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ

---

(۱) پ۱۰، التوبة: ۴۰.

(۲) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ۲۶-۳۰، ملتقطاً.

(۳) "الدرّ المختار" كتاب الصلاة، باب الإمامة، ۳/ ۵۳۴، ملتقطاً.

(۴) پ۳۰، الليل: ۱۹.

دیا جائے "یعنی حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کام محض اللہ تعالی کی رضا کے لیے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ نہیں، اور نہ ان پر حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی احسان ہے۔ لہذا ہمیں بھی کسی پر احسان کے بدلے میں نہیں، بلکہ ہر نیک کام صرف اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے لیے انجام دینا چاہیے۔

واقعۂ معراج کی تصدیق

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب "صدیق" کا سبب بیان کرتے ہوئے، امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: «لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْـمَسْجِدِ الْأَقْصَى، أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذَلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ، فَمَنْ كَانَ آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ، وَسَمِعُوا بِذَلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رضي الله تعالى عنه، فَقَالُوا: هَلْ لَكَ إِلَى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟ قَالَ: أَوَ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: لَئِنْ كَانَ قَالَ ذَلِكَ لَقَدْ صَدَقَ، قَالُوا: أَوَ تُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ! أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ!»[1].

"جب نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصی کی سیر کرائی گئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح لوگوں کے سامنے اس واقعہ کو بیان فرمایا، لوگوں نے اس بارے میں طرح طرح کی باتیں کیں، کچھ لوگ اس سے انکاری ہو کر مرتد ہوئے، اور ایمان والوں نے اس کی تصدیق کی۔ پھر دوڑتے ہوئے حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس

---

(١) "مستدرَك الحاكم" أبو بكر بن أبي قحافة رضي الله تعالى عنهما، ر: ٤٤٠٧، ٥/ ١٦٦٥. [قال الحاكم:] "هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه".[وقال الذهبي:] "صحيحٌ".

پہنچے اور کہنے لگے: آپ اپنے دوست (محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ جو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی سیر کی! آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: کیا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے واقعی ایسا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا! لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں، کہ وہ رات بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آگئے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، میں تو اُن کی آسمانی خبروں کی بھی صبح وشام تصدیق کرتا ہوں، جو اس بات سے بھی زیادہ حیران کُن اور تعجب والی ہے!"۔

الحمد للہ! ہم اہلِ ایمان کا بھی یہی عقیدہ ہے، کہ اللہ تعالی نے رات کے ایک قلیل حصہ میں، اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصی تک کی سیر کرائی[1]، پھر وہاں سے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کو لے گیا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عرش وکرسی دکھائی، اور پھر خود اپنی ملاقات کا شرفِ عظیم بھی بخشا![2]۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے محبت کا صِلہ

عزیز دوستو! حضرت سیِدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سیّدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: «يا جبريلُ! على أمّتي حسابٌ؟ فقال: نعم، عليهم حسابٌ ما خلا أبا بكر الصدّيق، ليس عليه حسابٌ. قيل: يا أبا بكرٍ أُدخُلِ الجنّةَ! قال: لن أَدخُلَها حتّى أدخُلَ معي مَن أحبَّني في دار الدّنيا!»[3] "میں نے جبریل سے پوچھا کہ کیا میری امّت کا

(۱) انظر: پ۱۵، بني إسرائيل: ۱.
(۲) انظر: "تفسير روح البيان" پ ۲۷، النجم، تحت الآية: ۸، ۹/ ۲۱۷.
(۳) "تاريخ دِمشق" تحت ر: ۳۳۹۸- عبد الله ...إلخ، ۳۰/ ۱۵۳.

حساب ہوگا؟ حضرت جبریل نے عرض کی: جی ہاں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام لوگوں کا حساب ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا جائے گا، کہ اے ابوبکر جنّت میں داخل ہوجاؤ! وہ کہیں گے کہ جب تک دنیا میں مجھ سے محبت رکھنے والوں کو جنّت میں داخل نہ کرالوں، میں جنّت میں داخل نہیں ہوں گا!"۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت بھی جنّت میں داخلے کا اہم سبب ہے۔

خلیفۂ اوّل

حضراتِ گرامی قدر! سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں، جنہیں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرضیتِ حج کے بعد، پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرّر فرمایا، انہیں اپنے سامنے مرضِ وفات میں اپنی جگہ نماز کے لیے امام مقرّر فرمایا۔ حضرت سیّدنا مولا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- کا ارشاد ہے: «لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ نَظَرْنَا فِي أَمْرِنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلاَةِ، فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِدِينِنَا، فَقَدَّمْنَا أَبَا بَكْرٍ»[1] "نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وِصال کے بعد، جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے)، کہ جب نماز کے مُعاملہ میں نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدّم فرمایا، اور ہمارے دین کے لیے انہیں امام بنانا پسند فرمایا، تو ہم دنیاوی مُعاملات میں بھی ان پر راضی ہوگئے، یعنی ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرکے، انہیں خلیفہ مقرّر کردیا"۔ اس سے پتا چلا کہ سب سے پہلے خلیفہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور یہی ہم اہلِ اسلام کا نظریہ ہے۔

---

(١) "الطبقات الكبرى" الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدراً من المهاجرين الأوّلين، ذكر بيعة أبي بكر رضي الله تعالى عنه، ٣/ ١٨٣.

خطبۂ خلافت

حضرت سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرّر ہونے کے بعد، منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد، پہلا خطبۂ خلافت ارشاد فرمایا: «أَمَّا بَعْدُ، أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ، وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي، وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي. الصِّدْقُ أَمَانَةٌ، والكذبُ خيانةٌ، والضعيفُ منكم قويٌّ عندي حتّى أزيحَ علّتَه إِنْ شَاءَ اللهُ، وَالْقَوِيُّ فِيكُمْ ضَعِيفٌ حَتَّى آخُذَ منه الحقَّ إِنْ شَاءَ اللهُ، لَا يَدعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللهُ بِالذُّلِّ، ولا يشيعُ قومٌ قطُّ الفاحشةَ إِلَّا عَمَّهُمُ اللهُ بِالْبَلَاءِ، أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ! قُومُوا إِلَى صَلَاتِكُمْ يَرْحَمُكُمُ اللهُ!»[۱].

"لوگو! میں تمہارا امیر بنادیا گیا ہوں! حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں، اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا، اور اگر برا کروں تو مجھے درست راہ بتادینا۔ سچائی ایک امانت ہے، اور جھوٹ خیانت ہے۔ جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں اس کا شکوہ دُور کردوں گا، اور جو تم میں طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، تو -ان شاء اللہ تعالیٰ- میں اس سے کمزور کا حق لے کر رہوں گا۔ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے، اللہ جلّ جلالہ اس پر ذلت مسلّط کردیتا ہے، اور جس قوم میں بے حیائی عام ہوجائے، اللہ تعالیٰ ان پر مصیبت عام کردیتا ہے۔ جب تک میں اللہ ورسول کی اِطاعت کروں، تو تم بھی میری فرمانبرداری کرنا، اور جب میں اللہ ورسول کی نافرمانی کروں، تو تم پر میری

---

(۱) "البداية والنهاية" ذكر اعتراف سعد بن عبادة بصحّة ...إلخ، ٥/ ٢٤٨.

اِطاعت لازم نہیں! اچھا اب نماز کو اٹھو اللہ تعالی تم پر رحم فرمائے!"۔

خلاصہ

یہ خطبہ اپنے اختصار کے باوُجود اہم ترین اسلامی خطبات میں سے ایک ہے۔ اس خطبہ میں حضرت نے حاکم اور رِعایا کے در میان مُعاملات کے سلسلہ میں، عدل ورحمت کے قواعد بیان فرمائے، اس بات پر یاد دہانی کرائی، کہ حکّام کی اِطاعت، اللہ ورسول کی اطاعت پر منحصر ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلائی؛ کیونکہ جہاد اس امّت کی عزّت وشان کے لیے انتہائی اَہمیت کا حامل ہے۔ نیز بے حیائی اور فحاشی کے کاموں سے اجتناب پر زور دیا؛ کیونکہ مُعاشرے کو فتنہ وفساد سے بچانے کے لیے یہ چیز انتہائی ضروری ہے۔

بحیثیتِ امیر المؤمنین آپ کا ذریعۂ مُعاش

محترم بھائیو! حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعتِ خلافت کے دوسرے روز، کچھ چادریں لے کر بازار جارہے تھے، حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا: «أين تريدُ؟» "آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟" فرمایا: «إلى السُّوقِ» "(بغرضِ تجارت) بازار جارہا ہوں"، حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: «تصنعُ ماذا؟ وقد وُلّيتَ أمرَ المسلمينَ!» "آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں!" یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «فمِن أين أُطعِم عِيالي؟» "(اگر میں یہ کام نہ کروں) تو پھر اپنے اہل وعِیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟" حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: «انطلِقْ، يفرض لك أبو عبَيدةَ!» "آپ واپس چلیے، آپ کے اِخراجات حضرت ابو عبَیدہ طے کریں گے!" پھر یہ دونوں حضرات سیّدنا ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے،

انہوں نے فرمایا: «أَفرَضُ لك قُوتَ رجلٍ من المهاجرينَ، ليس بأفضلِهم ولا أوكَسِهم، وكِسوةَ الشِّتاءِ والصَّيفِ، إذا أخلقتَ شيئاً رددتَه وأخذتَ غيرَه!» "میں آپ (حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور آپ کے اَہل وعِیال کے لیے) ایک اَوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کر کے روزینہ، اور موسمِ سرما وگرما کا لباس مقرّر کرتا ہوں، اس طور پر کہ جب وہ لباس قابلِ استعمال نہ رہے، تو واپس دے کر اُس کے عِوض دوسرا لے لیا کریں!"۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرّر کر دی[1]۔

اس واقعہ میں ہر جگہ اور ہر دَور کے حکمرانوں کے لیے واضح پیغام ہے، کہ بیت المال میں سے اتنی تنخواہ لیں، جتنی ایک اَوسط درجہ کے ملازِم کی اُجرت ہوا کرتی ہے، یعنی شاہ خرچی سے بچ کر، ملک وقوم کی حقیقی خدمت انجام دیں، تب ان کی رِعایا انہیں خیر وبرکت کی دعاؤں سے نوازے گی، جس سے ان کی دنیا اور آخرت سَنوَر جائے گی۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اہلِ بیت کِرام سے محبت ومَودّت

عزیزانِ محترم! عموماً انسان جس سے محبت کرتا ہے، اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرنے لگتا ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا، اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے، جب حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق سے مطالبہ کیا، کہ خیبر اور فدک کی جائیداد (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی میراث کے طور پر ان میں تقسیم کر دی جائے! اس مطالبہ کے جواب میں حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، کہ میں

(۱) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٦٣، ملتقطاً.

نے نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا ہے: «لَا نُورِثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ» "ہم (نبیوں کے) مال میں وراثت نہیں ہوا کرتی، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے، البتہ آلِ محمد اس میں سے نفقہ لے سکتے ہیں"۔ اُس پروردگار کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قرابتداری مجھے اپنے اَقرِباء سے زیادہ محبوب ہے!"[1]۔

چنانچہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس جائیداد کا وہی انتظام کیا جو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہدِ مبارک میں ہوا کرتا تھا۔ آپ اس میں سے سال بھر کے لیے اہلِ بیت کا نفقہ نکالتے، اس کے بعد جو باقی بچتا اسے اللہ کا مال قرار دیتے، یعنی مسافروں، غریبوں، مسکینوں اور حاجتمندوں پر صرف کیا کرتے۔ اور جس طرح تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت، ایمان کا حصہ اور اس کا کمال، بلکہ حقیقتِ ایمان ہے، اسی طرح سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے تعلق رکھنے والی ہر چیز، بالخصوص اہلِ بیتِ اَطہار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے محبت بھی ایمان کا تقاضا ہے!۔

بدعات کا سدِّ باب

جانِ برادر! تمام اَدیان کے مسخ ہو جانے کی اصل وجہ وہ بدعات ہیں، جو رفتہ رفتہ جزوِ مذہب ہو کر، دِین کی اصل صورت اس طرح بدل دیتے ہیں، کہ اصل دین کی صحیح تعلیم و مبتدعین کی اِیجادات میں امتیاز وفرق دُشوار ہو جاتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دَور میں بدعات بہت کم پیدا ہوئیں، تاہم جب کبھی کسی بدعت کا ظہور ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے مٹانے میں پورا زور لگا دیا۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٠٣٥، ٤٠٣٦، صـ٦٨٢.

ایک بار حج کے موقع پر قبیلہ احمس کی عورت کے بارے میں معلوم ہوا، کہ وہ گفتگو نہیں کرتی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وجہ پوچھی: «مَا لَهَا لَا تكَلّم؟» "وہ کلام کیوں نہیں کرتی؟" لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموش حج کا ارادہ کیا ہے، یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس عورت سے فرمایا: «تَكَلَّمِي! فَإِنَّ هَذَا لَا يَحِلُّ، هَذَا مِنْ عَمَلِ الجَاهِلِيَّةِ!» "یہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے، جائز نہیں، تم بات چیت کر لو!" اس عورت نے بات کی، اور کہا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: «أَنَا أَبُو بَكْرٍ»(۱) "میں ابوبکر ہوں"۔

انتقال سے قبل بیت المال سے لیے گئے سامان کی واپسی کی وصیت

حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «لَمَّا احْتُضِرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ! انْظُرِي اللِّقْحَةَ الَّتِي كُنَّا نَشْرَبُ مِنْ لَبَنِهَا، وَالجَفْنَةَ الَّتِي كُنَّا نَصْطَبِحُ فِيهَا، وَالْقَطِيفَةَ الَّتِي كُنَّا نَلْبَسُهَا، فَإِنَّا كُنَّا نَنْتَفِعُ بِذَلِكَ حِينَ كُنَّا فِي أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِذَا مِتُّ فَارْدُدِيهِ إِلَى عُمَرَ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَرْسَلْتُ بِهِ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: رَضِيَ اللهُ عَنْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! لَقَدْ أَتْعَبْتَ مَنْ جَاءَ بَعْدَكَ!»(۲).

"حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا، کہ اے عائشہ دیکھو! یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں، اور یہ بڑا پیالہ جس میں ہم پیتے ہیں، اور یہ چادر جو ہم اوڑھتے ہیں، ان سے اسی وقت تک نفع اٹھا سکتے ہیں جب تک ہم مسلمانوں کے امرِ خلافت انجام دیتے رہیں گے، جس وقت میں وفات پا جاؤں تو یہ سارا سامان حضرت عمر

(۱) المرجع نفسه، كتاب مناقب الأنصار، ر: ٣٨٣٤، صـ٦٤٣، ملتقطاً.

(۲) "المعجم الكبير" سِنُّ أَبِي بَكْرٍ وَخُطْبَتُهُ وَوَفَاتُهُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ٣٨، ١/ ٦٠.

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دینا۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا، تو میں (عائشہ) نے یہ تمام چیزیں حسبِ وصیت حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوا دیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابو بکر اللہ آپ پر رحم فرمائے! کہ آپ نے تو اپنے بعد آنے والوں کو تھکا دیا ہے!" یعنی آپ نے اپنے بعد والوں کو بھی انتہائی احتیاط کی تاکید ورہنمائی فرمادی۔

آپ کا وصال شریف

میرے دوستو اور بزرگو! سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (آخری ایّام میں) جب مرض میں اضافہ ہوا، تو انہوں نے پوچھا: «أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» "آج کونسا دن ہے؟" ہم نے عرض کی: پیر کا دن ہے، فرمایا: «فَأَيُّ يَوْمٍ قُبِضَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟» "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس دن وصال فرمایا؟" سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: پیر کے دن رحلت فرمائی، اس پر فرمایا: «فَإِنِّي أَرْجُو مَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ»(۱) "مجھے امید ہے کہ میں آج دن یا رات میں کسی وقت فوت ہو جاؤں گا!"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت وتدفین

محترم حضرات! حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرضِ وفات میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: «إِذَا مِتُّ وَفَرَغْتُمْ مِنْ جِهَازِي، فَاحْمِلُونِي حَتَّى تَقِفُوا بِبَابِ الْبَيْتِ، الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ ﷺ، فَقِفُوا بِالْبَابِ وَقُولُوا: "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ!" فَإِنْ أُذِنَ لَكُمْ وَفُتِحَ الْبَابُ -وَكَانَ الْبَابُ مُغْلَقاً- فَأَدْخِلُونِي فَادْفِنُونِي، وَإِنْ

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند السيّدة عائشة رضي الله تعالى عنها، ر: ۲٤۲٤۱، ۹/ ۲۹۷.

لَمْ يُؤْذَنْ لَكُمْ فَأَخْرِجُونِي إِلَى الْبَقِيعِ وَادْفِنُونِي».

"جب میں انتقال کر جاؤں، اور تم لوگ میرے غسل وکفن سے فارغ ہو چکو، تو میرا جنازہ اُٹھا کر نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضۂ مبارکہ کے دروازہ کے سامنے رکھ دینا، اور عرض کرنا: "اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو! یہ ابوبکر اجازت چاہتا ہے!" اگر اجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے (کیونکہ وہ دروازہ بند رہتا تھا) تو مجھے اندر لے جا کر دفن کر دینا، اور اگر اجازت نہ ملے تو اُٹھا کر بقیع میں دفن کر دینا"۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، اور درِ نبی پر پہنچ کر یہ گزارش کی، تو دروازے کا تالا گرا اور دروازہ کھل گیا، اور روضۂ پاک کے اندر سے آواز آئی کہ "محبوب کو محبوب سے ملا دو؛ کہ حبیب اپنے حبیب کی ملاقات کا مشتاق ہے"[1]۔

۱۳سنِ ہجری ۲۲ جُمادَی الآخرہ کو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال ہوا، لہذا اس دن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دن خوب عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

افضلُ الخَلق بعدَ الرُسُل حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

عزیزانِ گرامی! حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ انتہائی جلیل القدر اور متّقی وپرہیزگار صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، آپ کی شان وعظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ رب العالمین نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں متعدّد آیات نازل فرمائیں، بے شمار احادیثِ طیّبہ میں بھی سیّدنا ابوبکر صدیق کے فضائل ومناقب بیان ہوئے، اَور اسی چیز کے پیشِ نظر ہم اہلِ سنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ونظریہ ہے، کہ تمام انبیاء ومرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد، لوگوں میں سب سے افضل حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

---

(۱) "الشريعة" للآجرّي، باب ذكر دفن ...إلخ، تحت ر: ۱۸٦۱، ٥/ ۲۳۸۲.

سیّدُنا ابو بکر صدیق کی اَفضلیت پر صراحۃً دلالت کرتی ہوئی ایک حدیث پاک میں، ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا: «ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ وَأَخَاكِ، حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ!»[1] "میرے پاس اپنے والد ابو بکر کو اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ؛ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنّا کرنے والا تمنّا کرے گا، اور کوئی کہنے والا کہے گا، کہ میں سب سے اَولیٰ (زیادہ حقدار) ہوں، مگر اللہ تعالی اور اہلِ ایمان، ابو بکر کے سوا کسی اَور پر راضی نہیں ہوں گے!"۔

حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے بعد، صدَقات کی وصولی کے لیے سیّدُنا ابو بکر صدیق کو مقرّر فرمانا بھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت پر دَلالت کرتا ہے، حضرت سیّدُنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ مجھے بنو مُصطلق نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لیے بھیجا، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہم صدَقات (زکات وغیرہ) کسے پیش کیا کریں؟ میں نے آکر حضور سے پوچھا تو فرمایا: «إلى أبي بكرٍ»[2] "ابو بکر کو"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأحكام، باب الاستخلاف، ر: ٧٢١٧، صـ١٢٤٣. و"صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، ر: ٦١٨١، صـ١٠٥١.

(٢) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، أمّا حديث ضمرة وأبو طلحة، ر: ٤٤٦٠، ٣/ ٨٢. [قال الحاكم:] هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه. [وقال الذهبي:] "صحيحٌ".

نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف سے سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے لیے خصوصی استثناء بھی، آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی اَفضیلت کی طرف اشارہ کرتا ہے، حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لا يَبْقَيَنَّ فِي المَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ!»[1] "مسجدِ نبوی کے اندر ابو بکر کے دروازے کے سوا، کوئی دروازہ باقی نہ رہے!"۔

عزیزانِ مَن! ایامِ علالت میں سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو نماز کے لیے مقدّم ومقرّر فرمانا، انہیں حضرت سیّدُنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ جیسے جلیل القدر صحابی پر ترجیح دینا، اور سیّدُنا ابو بکر صدیق کی عدم موجودگی کے سبب سیّدُنا عمر کو اِمامت کے لیے آگے بڑھائے جانے پر، اظہارِ ناراضگی فرمانا بھی، آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی اَفضلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سیّدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالی عنہ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی علالت نے شدّت اختیار کی، تو چند مسلمانوں کے ساتھ میں بھی حضور کی بارگاہ میں حاضر تھا، نماز کے لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بلایا، تو آپ نے فرمایا: «مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ!» "کسی سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے!" حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالی عنہ باہر نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ لوگوں میں موجود تھے، جبکہ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ وہاں موجود

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، ر: ١١٣٣٤، ١٧/ ٢١٥. و"صحيح البخاري" كتاب الصلاة، باب الخوخة والممر في المسجد، ر: ٤٦٦، صـ٨١. و"سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ٣٦٧٨، صـ٨٣٧. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ غريبٌ من هذا الوجه، وفي الباب عن سعيد".

نہیں تھے، اس پر میں نے کہا کہ اے عمر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائیے! وہ آگے بڑھے اور تکبیر کہی گئی، جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کی آواز سنی (کیونکہ حضرت عمر بلند آواز رکھتے تھے) فرمایا: «فأينَ أبو بَكْرٍ؟ يأبى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ! يَأْبَى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ!» "ابوبکر کہاں ہے؟ اللہ تعالی اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے! اللہ تعالی اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے!" (دو۲ بار)، لہٰذا حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بلایا گیا، وہ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، جبکہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز پڑھا چکے تھے[۱]۔

سیّدنا عبد اللہ بن زمعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مزید فرماتے ہیں، کہ جب نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آواز سنی، تو سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر تشریف لانے لگے، یہاں تک کہ سرِ اقدس حجرہ شریف سے باہر نکال کر فرمایا: «لَا لَا لَا! لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ!» "نہیں نہیں نہیں! لوگوں کو ابن ابی قُحافہ (یعنی ابوبکر صدیق) نماز پڑھائیں!" (راوی کا کہنا ہے کہ) حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ بات حالتِ جلال میں فرما رہے تھے[۲]۔

ایک اَور حدیث پاک میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لا ينبغي لقومٍ

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب السنّة، باب استخلاف أبي بكر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ٤٦٦٠، صـ٦٥٩. و"مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُم، ذكر عبد الله بن زمعة بن الأسود، ر: ٦٧٠٣، ٣/ ٧٤٣. [قال الحاكم:] "هذا حديثٌ صحيحٌ على شرط مسلم ولم يخرجاه". وسكت عنه الذهبي في "التلخيص".

(۲) "سنن أبي داود" كتاب السنّة، باب استخلاف أبي بكر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ٤٦٦١، صـ٦٥٩.

فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ، أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ!»(۱) "جس قوم میں ابوبکر ہوں، انہیں لائق نہیں کہ ان کی امامت ابوبکر کے سوا کوئی اَور کرے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! ہجرت کے وقت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک کثیر جماعت ہونے کے باوُجود، اللہ تعالی نے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اَور کو نہیں بخشا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خصوصیت بھی سیّدنا ابوبکر صدیق کے عظیم مرتبے، اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر آپ کی اَفضلیت پر دلالت کرتی ہے، ع

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اِصطفیٰ عِزّ ونازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اُس افضلُ الخلق بعدَ الرُسُل ثانی اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام(۲)

میرے محترم بھائیو! ہمارے اَسلاف بھی تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جمیع اُمّتِ مسلمہ پر، حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَفضلیت کے قائل تھے، جیسا کہ حضرت سالم بن ابی الجعد تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کہ میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی کہ "کیا حضرت ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا: نہیں، میں نے کہا کہ پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور پیش لے گئے؟ یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے! فرمایا: یہ اس لیے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل ہیں"(۳)۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب [«لا ينبغي لقومٍ فيهم أبو بكر ...إلخ]، ر: ۳٦۷۳، صـ۸۳٦. [قال أبو عيسى:] "هذا حديث حسن غريب".

(۲) "حدائقِ بخشش" حصہ دُوم، صـ۲۲٦۔

(۳) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب المَغازي، إسلام علي بن أبي طالب، ر: ۳٦٥۹٥، ۷/۳۳۸.

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد، سیّدنا صدیقِ اکبر، اور اُن کے بعد سیّدنا عمر فاروقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، تمام لوگوں سے افضل ہیں!"[1]۔

حضرت سفیان ثَوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "جس نے یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت (خلافت) کے زیادہ حقدار تھے، اس نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور مہاجرین وانصار، سارے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو غلطی پر ٹھہرایا، اور میرے خیال میں اس خطا کے ہوتے ہوئے، اس شخص کا کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا!"[2]۔

اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اِجماع واتفاق کر لیا؛ اس لیے کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا، جب لوگوں نے زیرِ آسمان سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کسی کو نہ پایا، تو اپنی گردنیں حضرت ابو بکر کے سامنے جھکا دیں"[3]۔

امام بَغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انبیاء ومرسلین کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں، اور پھر ان چاروں میں اَفضلیت کی ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے، حضرت سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں، لہٰذا وہ سب سے افضل ہیں، ان کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدُنا عثمان غنی اور اُن کے بعد سیّدُنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضل ہیں"[4]۔

---

(١) "الفقه الأكبر" المفاضلة بين الصحابة، ١/ ٤١. و"فواتح الرَّحموت" مسألة: الصحابي، ٢/ ١٩٧، نقلاً عن الإمام رحمه الله تعالى.

(٢) انظر: "الصواعق المحرقة" الفصل ٢ في بيان انعقاد الإجماع على ولايته رضي الله تعالى عنه، ١/ ٤٤.

(٣) "معرفة السنن والآثار" باب ما يستدلّ به على صحة اعتقاد الشّافعي، ر: ٣٥٣، ٣٥٤، ١/ ١٥٣.

(٤) "شرح السنّة" كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنّة، ر: ١٠٢، ١/ ٢٠٨.

خلفائے راشدین کی اَفضلیت کے بارے میں اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے، شیخ نجم الدین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل سیّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، اور اُن کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدُنا عثمانِ غنی، اور پھر سیّدُنا علی مرتضی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم افضل ہیں"[(۱)]۔

امامِ علّام ابو زکریا نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ "شرح صحیح مسلم" میں فرماتے ہیں کہ "اہلِ سنّت کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ افضلِ صحابہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں"[(۲)]۔

علّامہ قاضی عضد الدین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد، حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام لوگوں سے افضل ہیں"[(۳)]۔

امام ابن حجر عَسقلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "اہلِ سنّت وجماعت کے درمیان اس بات پر اِجماع واتفاق ہے، کہ خُلفائے رَاشدین میں اَفضلیت اُسی ترتیب سے ہے، جس ترتیب سے خلافت ہے"[(۴)]، یعنی سیّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سب سے افضل ہیں، اُن کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدُنا عثمان غنی اور پھر سیّدُنا مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم افضل ہیں۔

---

(۱) "العقائد النَّسَفية" صـ۱۷۲.

(۲) "شرح صحيح مسلم" للنوَوي، كتاب فضائل الصحابة رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنهُم، الجزء ۱۵، صـ۱٤۸.

(۳) "المواقف مع شرحه" الأصل۸: المقصد ۵: الأفضل بعد رسول الله صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم، الجزء ۸، صـ۳۹۷.

(٤) "فتح الباري" كتاب فضائل أصحاب النبي، باب قول النبيّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم: «لو كنت متخذاً خليلاً» ر: ۳٦۷۳، ۷/ ۳٤.

امام ابن ہُمام حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ (انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد) سب لوگوں سے افضل ہیں"[1]۔

میرے دوستو، بھائیو اور بزرگو! سیّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مُقابلے میں حضرت سیّدُنا علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ یا کسی اَور صحابی کو افضل قرار دینا، یا خلیفہ بالفصل ماننا، رافضی شیعوں اور تفضلیوں کا طریقہ ہے، ایسی بدمذہبی، بدعقیدگی اور بدفکری کے اَمراض وفِتن سے کوسوں دُور رہیے، حکمِ شریعت کے مطابق صحابہ واہلِ بیت کرام کا حسبِ مَراتب اَدب واحترام کیجیے، اَور اہلِ سنّت وجماعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سچی محبت، ان کی شکر گزاری، اور ان کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق عطا فرما، ہمیں پابندِ شریعت حکمران عطا فرما، وطن عزیز میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رائج فرما، آمین یارب العالمین!۔

(۱) "المسايَرة" الأصل۸: فضل الصحابة الأربعة، الجزء ۲، صـ۱۵۷.

علم وعمل

(جمعۃ المبارک ۲۲ جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ - ۰۵/۰۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

علم کی اہمیت وفضیلت

برادرانِ اسلام! دِین اسلام میں علم کو بڑی اَہمیت حاصل ہے، علم ایک ایسا نُور ہے جس سے دل ودماغ کو وُسعت اور نئی رَوشنی ملتی ہے، گفتگو کا سلیقہ آتا ہے، علم کی بدَولت انسان میں تحمل اور برداشت کا مادّہ پروان چڑھتا ہے، اچھے برے اور نیکی وگناہ کا فرق معلوم ہوتا ہے، علم ہمیں اعلی اَخلاقی اَقدار سے نہ صرف رُوشناس کراتا ہے، بلکہ انسانی کردار کی عظمت اور پستی کی گہرائیوں سے بھی آگاہ کرتا ہے، علم کی بدَولت حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر برتری عطا ہوئی، علم ایک ایسی دَولت ہے، جس کی ہر انسان کو زندگی بھر اَشدّ ضرورت رہتی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ علم نے اَقوامِ عالَم کی تاریخ بدل کر رکھ دی۔

دینِ اسلام میں علم کی اَہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی، وہ علم سے متعلق تھی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۝۲ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾(۱) "پڑھیے اپنے رب تعالی کے نام سے، جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

خالقِ کائنات عزّوجلّ کی بارگاہ میں علم کی اہمیت اور مقام کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اُس نے نبئ کریم ﷺ کو اس جہاں میں مُعلّمِ کائنات بنا کر بھیجا؛ تاکہ وہ ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں، اور ان اَسرار ورُموز سے آگاہ فرمائیں جن کا ہمیں علم نہیں ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾(۲) "ہم نے تم میں تم میں سے ایک رسول بھیجا، کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا، اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا"۔

اہلِ علم کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایک خاص مقام اور شان وشوکت حاصل ہے، اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو وحی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾(۳) "اے حبیب! آپ ان سے فرمادیجیے! کہ کیا

---

(۱) پ ۳۰، العلق: ۱-۵.

(۲) پ ۲، البقرة: ۱۵۱.

(۳) پ۲۳، الزمر: ۹.

برابر ہیں جاننے والے اور اَنجان ؟!" اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ بے علم اور اہلِ علم برابر نہیں، بلکہ اہلِ علم کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا ہے۔

عزیزانِ محترم! علم کا حصول دَرجات میں بلندی کا اہم ترین ذریعہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾(١) "تم میں سے جو ایمان لائے، اور وہ جنہیں علم دیا گیا، اللہ تعالی ان کے درجے بلند فرمائے گا!"۔

نبئ مکرّم ﷺ نے ہم مسلمانوں کو خاص طَور پر یہ تاکید فرمائی ہے، کہ ہم اللہ تعالی سے علم میں اضافے کی دعا کرتے رہیں، قرآن مجید میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾(٢) "اے حبیب! عرض کیجیے کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ عطا فرما!"۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں ہر مسلمان کے لیے حصولِ علم کو لازمی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»(٣) "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

حصولِ علم کی ترغیب دیتے ہوئے نبئ کریم ﷺ نے ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيْقاً إِلَى الْجَنَّةِ»(٤) "جو علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلے، اللہ تعالی اس کے لیے جنّت کا راستہ آسان کردے گا"۔

---

(١) پ ٢٨، المجادَلة: ١١.

(٢) پ١٦، طه: ١١٤.

(٣) "سنن ابن ماجه" المقدّمة، ر: ٢٢٤، صـ٤٧.

(٤) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء والتوبة، ر: ٢٦٩٩، صـ١١٧٣.

عزیزانِ مَن !قرآن وحدیث میں اتنی زیادہ تاکید کے بعد، بحیثیت مسلمان ہمیں چاہیے کہ دینی ودنیاوی اعتبار سے ضروری علوم کے حصول کے لیے دن رات محنت وکوشش کریں؛ تاکہ ہماری دنیاوآخرت دونوں سنوَر جائیں، اور ہم اُمّتِ مسلمہ کو اَقوامِ عالَم میں ایک باوقار مقام پر کھڑا کرنے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

حصولِ علم کا مقصد

حضراتِ گرامی قدر! حصولِ علم کا مقصد صرف اور صرف اپنی ذات کا مفاد ہرگز نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ایسا علمِ نافع حاصل کرنا چاہیے، جس سے اپنی ذات کے ساتھ ساتھ مُعاشرے کے دیگر اَفراد کو بھی فائدہ پہنچایا جاسکے، مثال کے طَور پر اگر کوئی شخص حافظ وقاری یا عالمِ دین ہے، تو لوگوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دے، اور انہیں بھی گمراہی سے بچانے میں اپنا کردار ادا کرے، غیر مسلموں کو دینِ اسلام کا پیغام سمجھنے میں اُن کی مدد کرے، اسی طرح اگر کوئی شخص ڈاکٹر (Doctor) ہے، تو وہ کم سے کم فیس کے ذریعے لوگوں کا علاج کرنے کی کوشش کرے؛ تاکہ غریب سے غریب شخص کی بھی اُس تک رَسائی ممکن ہو، اگر کوئی شخص ٹیچر (Teacher) ہے تو وہ بچوں کو اچھی تعلیم وتربیت دے کر، مُعاشرے کا ایک اچھا فرد بننے میں اُن کی مدد کرے۔

اس کے برعکس ایسا علم جو بے فائدہ ہو، یا اُس سے مستفید ہونا غربت کے سبب عام آدمی کے بس کی بات نہ ہو، اُس سے اللہ رب العالمین کی پناہ مانگنی چاہیے، نبیٔ کریم ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے عرض کی: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ»[1] "اے اللہ! میں بے فائدہ علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں!"۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء ...إلخ، ر: ٦٩٠٦، صـ١١٨١.

میرے پیارے بھائیو! اللہ تعالی کی بارگاہ میں جب بھی حصولِ علم کے لیے دعا کریں، تو علمِ نافع کی دعا کریں؛ کیونکہ علم کسی ایسی چیز کا نام نہیں جسے سنبھال کر تجوریوں میں رکھا جائے، یہ تو ایک ایسی دَولت ہے جسے کوئی چُرا نہیں سکتا، اس دَولت کو اللہ تعالی کی مخلوق پر جتنا خرچ کیا جائے، اس کے ذریعے لوگوں کو جتنا نفع پہنچایا جائے، یہ دَولت مزید بڑھتی چلی جاتی ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: "علم وہ نہیں جو سنبھال کر رکھا جائے، بلکہ علم تو وہ ہے جو (لوگوں کو) نفع پہنچائے"[1]۔

علم وعمل میں مطابقت کی اہمیت وفضیلت

عزیزانِ گرامی قدر! دینِ اسلام میں علم کے ساتھ ساتھ عمل کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے، علم وعمل ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، علم کے بغیر عمل، اور عمل کے بغیر علم کوئی خاص مفید نہیں۔ دنیا وآخرت کی سعادتوں، کامیابیوں اور کامرانیوں کا تمام دارومدار عمل پر موقوف ہے، نیک عمل اللہ رب العالمین کی اِطاعت وفرمانبرداری کا دوسرا نام ہے، صالح اَعمال ہی تہذیب وتمدّن کی بنیاد اور اَقوامِ عالَم کی ترقی کی ضمانت ہیں، جس قوم نے محنت کو اپنا شیوہ بنایا، اور اپنے علم پر عمل کیا، کامیابی وکامرانی اس کا مقدّر ٹھہری، اور جن لوگوں نے علم حاصل نہ کیا، یا اپنے علم پر عمل نہ کیا، وہ دنیا وآخرت میں ذلیل ورُسوا ہوئے۔

عزیزانِ مَن! اپنے علم پر عمل ہی ایک اچھے اور کامیاب انسان کی پہچان ہے، جو شخص اپنے علم سے استفادہ کرتے ہوئے نیک اعمال بجالائے گا، بارگاہِ الٰہی سے اُسے اس کی محنت وکوشش کا پورا پورا اَجر دیا جائے گا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَنْ

---

(۱) انظر: "حلية الأولياء" الإمام الشافعي، ر: ١٣٣٦٦، ٩/ ١٣١.

﴿لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجۡزٰىہُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی﴾[1] "آدمی اپنی کوشش ہی کا نتیجہ پائے گا، اور اُس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اُس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا"۔ اس آیتِ مبارکہ کے تحت مفسّرینِ کِرام فرماتے ہیں کہ "آدمی بتقضائے عدل وہی کچھ پائے گا جو اُس نے کیا ہو گا، اور اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے جو چاہے عطا فرمائے"[2]۔

نیک اعمال بجالانے کی ترغیب دیتے ہوئے، خالقِ کائنات عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَ اسۡجُدُوۡا وَ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَ افۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾[3] "اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو، اور اپنے رب تعالی کی بندگی کرو، اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ!"۔ یعنی ہمیشہ اچھے اَخلاق اور درست مُعاملات اختیار کرو، اپنے نفس اور دیگر دوست اَحباب کو نیکی کی طرف مائل کرو، انہیں راہِ راست پر لاؤ۔

لہذا جو لوگ اپنے علم وعمل میں مطابقت پیدا کرتے ہوئے، لوگوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آتے ہیں، اپنے ظاہر وباطن کو ستھرا رکھتے ہیں، کثرت سے اعمالِ صالحہ بجالاتے ہیں، وہ بہترین اعمال وصفات کے حامل لوگ ہیں، اور انہی کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ﴾[4] "یقیناً جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، وہی لوگ تمام مخلوق میں بہتر ہیں"۔ اور انہی لوگوں کے

---

(١) پ٢٧، النّجم: ٣٩- ٤١.

(٢) "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" صـ۸۴۲۔

(٣) پ١٧، الحج: ٧٧.

(٤) پ٣٠، البيّنة: ٧.

بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل وکرم، بہترین جزا، اور مغفرت کی بِشارت کا وعدہ فرمایا ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾(۱) "ایمان والے نیک لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے، کہ اُن کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے!"۔

علم وعمل میں تضاد کی مذمّت

میرے بھائیو! جو شخص علم حاصل کرکے اس پر خود عمل پیرا نہ ہو، اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتا ہو، یا اس کا عمل اس کے علم کے مُنافی ہو، اللہ تعالی اس سے اظہارِ ناراضگی فرماتا ہے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾(۲) "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھولتے ہو! حالانکہ تم کتابُ اللہ پڑھتے ہو! تو کیا تمہیں عقل نہیں؟"۔

اللہ رب العزّت کو انسان کے قول وفعل اور علم وعمل میں تضاد ہرگز پسند نہیں، ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾(۳) "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ (بات) جو تم (خود) نہیں کرتے، کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ (دوسروں کو) وہ کہو جو (خود) نہ کرو!"۔

حضراتِ گرامی قدر! اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرنے والے یہود کو، قرآنِ پاک میں اُس گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے، جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہو، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

---

(۱) پ٦، المائدۃ: ۹.

(۲) پ۱، البقرۃ: ٤٤.

(۳) پ۲۸، الصف: ۲، ۳.

﴿يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾[1] "اُن کی مثال جن پر توریت رکھی (اُتاری) گئی تھی، پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی (یعنی اس کی تعلیمات پر عمل نہ کیا)، اُس گدھے کی طرح ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے ہوئے ہو"۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مُفَسِّرِ شہیر صدر الافاضل، علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "یہی حال اُن یہود کا ہے جو توریت اٹھائے پھرتے ہیں، اس کے الفاظ رٹتے ہیں، اور اس سے نفع نہیں اٹھاتے، اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، اور یہی مثال ان لوگوں پر بھی صادِق آتی ہے جو قرآنِ کریم کے مَعانی کو نہ سمجھیں، اس پر عمل نہ کریں، اور اس سے اِعراض کریں"[2] (یعنی منہ پھیر لیں)۔

جو لوگ اپنے علم وعمل میں مُطابقت نہیں رکھتے، اُن کے بارے میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ؏

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی!

نہ محقق بود نہ دانش مند
چار پائے بر وکتابے چند![3]

"علم چاہے جتنا حاصل کر لیا جائے، اگر اس کے مطابق عمل نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے، ایسا شخص نہ محقق کہلانے کے لائق ہے نہ دانشمند، بلکہ ایسے بے عمل شخص

(۱) پ۲۸، الجمعة: ۵.
(۲) "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" صـ۱۰۲۴۔
(۳) "گلستانِ سعدی" باب ۸، آدابِ صحبت، صـ۲۱۸۔

کی مثال اُس چوپائے (جانور) کی سی ہے، جس پر ڈھیر ساری کتابیں لدِی ہوں، اور وہ اس سے مستفید ہونے سے عاری ہو!"

خود احتسابی کا عمل

عزیزانِ مَن! ان تمام آیات، احادیث اور اقوال سے ہمیں درس ملتا ہے کہ کسی بھی انسان، بالخصوص مسلمان کے قول وفعل یا علم وعمل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے شب وروز کا جائزہ لے، اور خود احتسابی کا مُظاہرہ کرتے ہوئے اپنے علم وعمل میں پائی جانے والی، کوتاہیوں پر غور کرکے انہیں دُور کرنے کی کوشش کرے!۔

علاوہ ازیں جو لوگ علم ہونے کے باوُجود عمل کے جذبے سے محروم ہیں، وہ اپنے اَسلاف کی سیرت وکردار سے متعلق دینی کتب کا مُطالعہ کریں؛ تاکہ ان کے اندر بھی عمل کا جذبہ پیدا ہو، اور جو لوگ بغیر علم کے عمل میں مصروف ہیں، اللہ کریم انہیں یہ بات سمجھنے کی توفیق دے، کہ کوئی بھی عمل بغیر علم کے مفید نہیں ہو سکتا!۔

دعا

اے اللہ! ہمارے علم وعمل میں اضافہ فرما، ہمیں علمِ نافع عطا فرما، ہمیں اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرما، ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو شرفِ قبول عطا فرما، اپنی اور اپنے رسولِ کریم ﷺ کی اِطاعت کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

اسلام میں وقت کی اہمیت

(جمعۃ المبارک ۲۹ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ - ۱۲/۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! دنیا کی زندگی اور اس کا مال واَسباب سب عارضی اور فانی ہے، ہم سب نے اپنی زندگی کا مقرّرہ وقت گزار کر آخرت کی طرف کُوچ کرنا ہے، بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ موت برحق ہے، ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے، اور خیر و بھلائی پر مبنی ایسے اعمال بجالانے چاہییں، جو بروزِ قیامت ہماری فلاح ونَجات کا سبب بنیں، اللہ رب العالمین قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾[1] "کھاؤ اور پیو رَچتا ہوا، صِلہ اُس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا"۔

یاد رکھیے! دنیا کی یہ زندگی آخرت کے لیے ایک کھیتی کی مانند ہے، آج ہم یہاں جو بوئیں گے، آخرت میں وہی کاٹیں گے، یعنی اگر ہم نے اچھے اَعمال کیے تو بطورِ

(۱) پ۲۹، الحاقة: ۲٤.

جزا جنّت ملے گی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾(۱) "جو کچھ بھلے کام کرے گا مَرد ہو یا عورت، اور مسلمان ہو تو وہ جنّت میں داخل کیے جائیں گے، اور انہیں تل بھر بھی نقصان نہ دیا جائے گا"۔

اور اگر ہم نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کی قدر نہ کی، اور اسے سُستی، کاہلی اور غفلت میں گزارا، تو بروزِ قیامت عذابِ جہنم کی وَعید ہے، اللہ تعالی قرآنِ پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾(۲) "کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی، جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا، اور ڈر سنانے والا (نبی) تمہارے پاس تشریف لایا تھا، تو اَب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں!"۔

محترم بھائیو! ہمیں ایّامِ زندگی اور وقت کو غنیمت جان کر، اِس سے خوب فائدہ اُٹھانا چاہیے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ کی قدرت وحکمت، عجائبات اور اُس کی وَحدانیت پر غَور کرکے آخرت کی تیاری کرنی چاہیے؛ کیونکہ یہ دنیا ہماری اُخروی زندگی کو رَوشن کرنے کا بہترین سبب وذریعہ ہے، اِس کے برعکس جو شخص اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے، اور فانی دنیا کے حصول میں مصروف رہتا ہے، اَعمالِ صالحہ کے بجائے گناہوں میں زندگی گزارتا ہے، وہ فائدے کے بجائے نقصان وخُسران ہی اُٹھاتا ہے، اللہ ربّ العزّت نے زمانے کی قَسم ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا

(۱) پ۵، النّساء: ۱۲٤.

(۲) پ۲۲، فاطر: ۳۷.

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾[1] "زمانے کی قسم! یقیناً انسان نقصان میں ہے، سِوائے اُن کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید، اور صبر کی وصیت کرتے رہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر مختلف اَوقات کی قَسم ارشاد فرمائی، جس سے اسلام میں وقت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، وقتِ فجر اور عشرۂ ذوالحجہ سے متعلّق قسم ذِکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَالْفَجْرِ * وَ لَيَالٍ عَشْرٍ﴾[2] "صبح کی قَسم! اور دَس ۱۰ راتوں کی قسم!"۔

رات اور دن کے وقت کی قسم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا مَا يَغْشٰى * وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾[3] "رات کی قسم جب چھا جائے! اور دن کی قسم جب چمکے"!۔

وقتِ چاشت (چڑھتے دن کے وقت) اور رات کی قسم کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَالضُّحٰى * وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾[4] "چاشت کی قسم، اور رات کی جب پردہ ڈالے!"۔

عزیزانِ محترم! اللہ ربّ العزّت کا ان اوقات کی قسم ارشاد فرمانا کوئی معمولی بات نہیں، بلکہ اس کا مقصد ہمیں خوابِ غفلت سے جگانا اور جھنجھوڑنا ہے؛ تاکہ ہم اپنی زندگی کے اوقات کو معمولی اور حقیر نہ جانیں، اور اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ہم سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب ہونا ہے۔

---

(١) پ٣٠، العصر: ١-٣.
(٢) پ٣٠، الفجر: ١، ٢.
(٣) پ٣٠، الليل: ١، ٢.
(٤) پ٣٠، الضحى: ١، ٢.

حضراتِ گرامی قدر! ہر روز مخصوص اوقات میں سورج کا طلوع وغروب ہونا، اور دن رات کا آنا جانا، بے مقصد نہیں، بلکہ اس میں وقت کی اہمیت اور فکرِ آخرت سے متعلق عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۞ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[1] "یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں، عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں، جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے، اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غَور کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تُو نے یہ بے کار نہ بنایا، تجھے پاکی ہے! تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے!"۔

وقت کی اہمیت سے متعلّق حضرت سیّدُنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَبِيَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيلَةٌ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يَقُومَ حَتَّى يَغْرِسَهَا، فَلْيَفْعَلْ»[2] "اگر قیامت قائم بھی ہوجائے، اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی چھوٹا سا پودا ہو، جسے وہ زمیں میں لگانا چاہتا ہے، تو اس حال میں بھی اگر اس کے لیے ممکن ہو تو ضرور لگا دینا چاہیے!"۔

حضراتِ ذی وقار! غور وفکر کا مقام ہے! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو وقت کی اہمیت اور اَعمالِ صالحہ کا کس قدر احساس دلا رہے ہیں، کہ قیامت کے روز نفسا نفسی کے عالم میں بھی، اگر کوئی معمولی نیکی کرنے کی اِستطاعت رکھتا ہو، تو اُسے

---

(١) پ٤، آل عمران: ١٩٠، ١٩١.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، ر: ١٢٩٨٠، ٤/ ٣٨٠.

وقت ضائع کیے بغیر فوراً اس نیکی کو بجالانا چاہیے!۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «لَا تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: (١) عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، (٢) وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ، (٣) وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، (٤) وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، (٥) وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ»[1] "قیامت کے دن کوئی بھی شخص اُس وقت تک اپنی جگہ سے قدم نہیں ہٹا سکے گا، جب تک اُس سے پانچ ۵ باتوں کے بارے سوال نہ کر لیا جائے: (۱) اپنی زندگی کس کام میں گزاری؟ (۲) جوانی کیسے گزاری؟ (۳) مال کہاں سے کمایا؟ (۴) اور کہاں خرچ کیا؟ (۵) اور اپنے عِلم پر کہاں تک عمل کیا"؟۔

حضراتِ گرامی قدر! دنیا وآخرت میں کامیابی کی کنجی، وقت کی قدر و منزلت اور بہترین منصوبہ بندی ہے، وقت کی اہمیت کو سمجھیے اور اپنے وقت کا صحیح استعمال کیجیے، بحیثیت مسلمان ہمیں اپنے وقت کو خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے مطابق استعمال کرکے، اُخروی کامیابی کے لیے جد وجہد کرنی چاہیے، یاد رکھیے! جو لوگ اپنے وقت کا صحیح استعمال کرتے ہیں، وہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

دنیا وآخرت میں کامیابی کی کلید

عزیزانِ محترم! عقلمند وہی ہے جو وقت جیسی عظیم نعمت کو غنیمت جان کر، نیک اعمال کی انجام دہی میں مصروف زندگی بسر کرتا ہے، جس کا آج، گزشتہ کل سے اچھا ہو، آئندہ کل، آج سے بہتر ہو، اور وہ ان اَعمال کو اختیار کرے جو اُسے پروَردگارِ عالَم جَلَّ جَلَالُہُ سے قریب کر

(١) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة والرقائق، ر: ٢٤١٦، صـ٥٥٠.

دیں، نیک کاموں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرے، اور برائیوں سے دُور رہے۔

حضراتِ محترم! انسان نیک اعمال کی بجاآوری میں تاخیر، لمبی امیدوں کے باعث کرتا ہے، لیکن جب انسان وقت کو غنیمت جان کر رِضائے الٰہی کے حصول میں لگ جاتا ہے، تب جنّت کی ابدالآباد نعمتوں کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور اگر وقت کو صِرف عیش وعشرت، خوش گپیوں اور مسخرہ پن میں ضائع وبرباد کردے، تو نقصان وخُسران اٹھاتا ہے۔

حضور نبیٔ رَحمت ﷺ نے فرصتِ وقت کو عظیم نعمت قرار دیا ہے، اور اس سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کو گھاٹے میں پڑنے والے بتایا، حضرت سیّدُنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: «نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: (١) الصِّحَّةُ (٢) وَالْفَرَاغُ»[1] "دو۲ نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: (۱) تندرستی، (۲) اور فراغت"۔

علمائے کرام قدّس اسرارہم فرماتے ہیں کہ "اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آدمی کبھی فارغ نہ رہے، کہ جسے جسمانی صحت حاصل ہو، اور وہ اُس حال میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکرادانہ کرے، اور وقت کو یونہی ضائع کردے تو وہ خسارے میں ہے، کہ اللہ تعالی کا شکر اُس کے اَحکام پر عمل کرنے، اور اُس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے میں ہے، تو جو اِن اُمور میں حد سے تجاوُز کرے وہی خسارے میں ہے"[2]۔

"خسارے کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں صحت اور خوشحالی ملی تھی، تو اللہ تعالی کی یاد، عبادات اور اَذکار واَوراد زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے تھا، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا،

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الرقاق، ر: ٦٤١٢، صـ١١١٣.

(٢) "فتح الباري" كتاب الرقاق، تحت ر: ٦٤١٢، ١١/ ٢٥٩.

جس کے سبب نقصان اُٹھایا"[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے انسان کو جسمانی صحت اور فراغت کے اوقات سے بھی نوازا ہے، اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں، انہیں کبھی زوال نہیں آنا، لیکن یہ صرف ایک شیطانی وسوسہ ہے، لہٰذا اِن عظیم نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے ان کا درست استعمال کرنا چاہیے، اور اس اَمر میں غور وفکر کرتے رہنا چاہیے کہ میں نے آخرت کے لیے کیا تیاری کی ہے ؟!۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو! اور ہر ایک دیکھے کہ کَل کے لیے آگے کیا بھیجا؟ اور اللہ سے ڈَرو، یقیناً اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے! اور اُن جیسے نہ ہونا جو اللہ کو بھول بیٹھے، تو اللہ نے اُنہیں اس بلا میں ڈالا کہ وہ اپنے آپ کو ہی بھول چکے! وہی لوگ فاسِق ہیں!"۔

اپنے وقت کا صحیح استعمال

برادرانِ اسلام! وقت کی بڑی اہمیت ہے، اِس کے صحیح یا غلط استعمال سے زندگی سنوَرتی اور بگڑتی ہے، حضرت سیّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْس: (١) شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِك، (٢) وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، (٣) وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ،

---

(۱) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" کتاب الرقاق، زیرِ حدیث: ۲۲۷۳، ۶/۹۔

(٢) پ ٢٨، الحشر: ١٨، ١٩.

(٤) وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، (٥) وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»[1] "پانچ ۵ کو پانچ ۵ سے پہلے غنیمت جانو: (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو محتاجی سے پہلے، (۴) فراغت کو مَشغولیت سے پہلے، (۵) اور اپنی زندگی کو مَوت سے پہلے غنیمت جانو"۔

عزیز دوستو! اِن پانچوں مُعاملات میں غَور کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں وقت ہی کی اہمیت اُجاگر کی جارہی ہے، یعنی جوانی، صحت، مالداری، فراغت اور جب تک سانس باقی ہے، زندگی کے تمام اَوقات کو غنیمت جانا جائے، اور اِن سے خوب فائدہ اُٹھالیا جائے۔ نیک اعمال جتنے زیادہ کر سکتے ہیں کرلیں، زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خیر خواہی کریں، مُلک وقوم کے لیے اچھے کام کر جائیں؛ کیونکہ جب یہ وقت نکل جائے گا، اور انسان بڑھاپے، بیماری، محتاجی یا مصروفیت کا شکار ہو جائے گا، تب اسے صحیح طَور پر نیک اَعمال کے لیے موقع میسّر نہیں آئے گا، اور جب مَوت کی آغوش میں چلا جائے گا، تو پھر نیکیاں کرنے کا وقت بالکل ہی ہاتھ سے نکل چکا ہوگا، لہٰذا وقت کی قدردانی ہی عقلمندی کا تقاضا ہے، اس تقاضے کو پورا کرتے ہوئے، زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کے ذریعے قُربِ الٰہی حاصل کرنا، آخرت میں ہماری کامیابی کے لیے انتہائی ضروری ہے!۔

وقت کی اہمیت اور اکابرِ اُمّت

عزیزانِ مَن! حضراتِ صحابۂ کرام، تابعینِ عظام اور علمائے اُمّت قدّس اسرارہم نے اپنے وقت کی حقیقی معنی میں قدر کی، اور خدمتِ دین کے سلسلہ میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے، کہ آج صدیاں بِیت جانے کے باوُجود اُن کا نام، اور

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب الرقاق، ر: ٧٨٤٦، ٨/ ٢٧٩٧.

ان کی دینی خدمات تاریخ کے اَوراق میں زندہ جاوید ہیں، جبکہ وقت کی اہمیت سے متعلق ان عظیم ہستیوں کے فرامین آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

معروف محدّث امام ابنِ جَوزی رحمہ اللہ تعالی فرمایا کرتے کہ "وقت وہ قیمتی شَے ہے جس کی حفاظت کا تمہیں ذمّہ دار بنایا گیا ہے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہی وہ چیز ہے جو تمہارے پاس نہایت آسانی سے ضائع ہو رہی ہے"[۱]۔

امام فخر الدّین رازی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "اللہ ربّ العزّت کی قسم! کھانا کھاتے ہوئے علمی مشغلہ ترک کرنے کے سبب مجھے بہت افسوس ہوتا ہے؛ کیونکہ وقت اور زمانہ نادِر ترین سرمایہ ہے"[۲]۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی کے حالات میں آتا ہے کہ "وہ وقت کے بڑے قدردان تھے، ان کے اَوقات معمور رہتے تھے، آپ رحمہ اللہ تعالی کسی وقت خالی نہیں بیٹھتے تھے، اور تین ۳ مشغلوں: (۱) مطالعۂ کتب، (۲) تصنیف وتالیف، یا (۳) عبادت میں سے کسی ایک میں ضرور مصروف رہتے تھے"[۳]۔

منقول ہے کہ حضرتِ سیّدنا جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالی وقتِ نزع قرآنِ پاک تلاوت کر رہے تھے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس آخری وقت بھی تلاوت فرما رہے ہیں! ارشاد فرمایا: "میرا نامۂ اعمال لپیٹا جا رہا ہے، تو جلدی جلدی اس میں نیکیوں کا اضافہ کر رہا ہوں"[۴]۔

---

(۱) "شذرات الذهب" سنة ستّين وخمسمئة، ٦/ ٣٢٥.

(٢) "عيون الأنباء في طبقات الأطباء" ابْن خطيب الرّيّ، صـ٤٦٢.

(۳) "بستان المحدثین" ص۱۱۴۔

(٤) "صيد الخاطر" فصل: منازل المؤمنين في الآخرة على قدرهم، صـ٣٢٠.

غیر ضروری اُمور سے اجتناب

محترم بھائیو! اللہ تعالی کی دی ہوئی قیمتی نعمتوں میں سے، وقت ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی قدر کریں، اپنے موجودہ وقت کی حفاظت، اور اس کو زیادہ سے زیادہ قیمتی بنانے، اور اس کا صحیح استعمال کرنے کی کوشش کریں، وقت کے صحیح استعمال کا ایک طریقہ یہ بھی ہے، کہ اپنے تمام تر کاموں کا ایک جدوَل بنایا جائے، اور اس کے مطابق اپنے اُمور انجام دیے جائیں، اور ایسے تمام اقوال واعمال اور افعال وحرکات سے اجتناب کیا جائے، جس سے وقت ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُه مَا لَا يَعْنِيهِ»[1] "اچھا مسلمان وہ ہے جو لایعنی (غیر ضروری اُمور) سے دُور رہے"۔

دورِ جدید میں وقت کی بے قدری ..... ایک لمحۂ فکریہ

عزیزانِ محترم! آج کے ترقی یافتہ اور جدید دَور میں، عموماً لوگ وقت کی قدر وقیمت نہیں پہچانتے، آج ہماری زندگی میں الیکٹرانک میڈیا (Electronic media) مثلاً کمپیوٹر (computer)، انٹرنیٹ (Internet)، موبائل فون (Mobile phones) اور ٹیلی ویژن (Television) بڑی اہمیت رکھتے ہیں، جہاں ان اشیاء کے صحیح استعمال سے بہت سے فوائد حاصل ہو رہے ہیں، وہیں ان کے غیر ضروری استعمال کے باعث بہت سا قیمتی وقت ضائع بھی ہو رہا ہے، اس لیے ان اشیاء کو انتہائی ضرورت کے وقت ہی استعمال کرنا چاہیے، اور ہر وقت فیس بُک (Facebook)، یوٹیوب (Youtube) اور ٹویٹر (Twitter) وغیرہ میں مگن رہ کر اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الزهد، ر: ۲۳۱۷، صـ۵۳۱.

چاہیے، لیکن صد افسوس کہ آج دنیا بھر کے مسلمان اپنا قیمتی وقت مطالعہ وتحقیق میں صَرف کرنے کے بجائے، کھیل کُود اور ٹک ٹاک (Tik Tok) جیسی بیہودہ ایپس (Apps)پر، فضول قسم کی ویڈیوز بناکر اپلوڈ (Upload)کرنے میں صَرف کررہے ہیں۔

عزیزانِ مَن یاد رکھیے! دنیا میں ہر خسارے کی تلافی ممکن ہے، لیکن ضائع کیے ہوئے وقت کی کوئی تلافی نہیں، کامیابی وکامرانی ہمیشہ انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، جو وقت شناس اور اس کے قدردان ہوتے ہیں، لہذا اپنے وقت کی قدر کیجیے، اور اس کا صحیح استعمال کرکے اپنی دنیا وآخرت کو بہتر بنائیے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنے وقت کی قدر کرنے، اور اسے ہمیشہ اچھے کاموں میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی سعادت عطا فرما، آمین یا رب العالمین!۔

کامیابی کا معیار

(جمعۃ المبارک ۲۹ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۲ھ - ۱۲/۰۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

فلاح کا لُغوی واِصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! فلاح کا لُغوی معنی چیرنا اور کاٹنا ہے[1]، جبکہ اصطلاح میں اپنے مقصد تک پہنچنا، اور ہر قسم کی کامیابی حاصل کرنا فلاح کہلاتا ہے، چونکہ کامیابیوں کے جھنڈے گاڑنے والے خوش نصیب لوگ، اپنے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹاتے ہوئے، اپنے مقصد کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں، لہذا لفظ "فلاح" کامیابی وکامرانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

فلاح وکامیابی کا مفہوم اور سورۂ مؤمنون

حضراتِ گرامی قدر! کامیابی وکامرانی کا مفہوم ہر شخص کے نزدیک الگ الگ ہوتا ہے، لہذا اس کی کوئی متعیّن تعریف بیان نہیں کی جا سکتی، عام طَور پر لوگ

---

(۱) انظر: "لسان العرب" حرف الحاء، فصل الفاء، ۲/ ۵٤۸.

سیاست، وکالت، صحافت، انجینئرنگ (Engineering)، اچھی ملازمت، بینک بیلنس (Bank Balance) اور وسیع جائیداد وغیرہ جیسے، کسی بھی دُنیاوی شعبے میں ترقی کو کامیابی کا نام دیتے ہیں، اور اسی پر فخر بھی کرتے ہیں، لیکن اگر دینی اعتبار سے دیکھا جائے تو درحقیقت کامیاب کہلانے کا مستحق صِرف وہ ہے، جو اللہ رب العالمین کے مقرّر کردہ معیار پر پورا اُترے، خالقِ کائنات عزّوجلّ نے "کامیاب انسان" میں پائے جانے والے اُن اوصاف کو "سورۂ مؤمنون" کی ابتدائی دَس ۱۰ آیات مُبارَکہ میں بیان فرمایا ہے، ان آیات مُبارَکہ کی فضیلت سے متعلق حدیثِ پاک میں، حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز مصطفٰی جانِ رحمت صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم پر وحی نازل ہوئی، ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو نبیٔ کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے قبلہ رُو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: «اللَّهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَارْضَ عَنَّا وَأَرْضِنَا!» "اے اللہ! ہمیں مزید عطا فرما کم نہ کر، ہمیں عزّت دے رُسوا نہ فرما، ہمیں عطا فرما محروم نہ رکھ، ہمیں غلبہ عطا فرما، اور ہم پر کسی اَور کو غالب نہ فرما، ہم سے راضی رہنا اور ہمیں بھی راضی کر دے!" پھر حضورِ اکرم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: «أُنْزِلَ عَلَيَّ عَشْرُ آيَاتٍ، مَنْ أَقَامَهُنَّ دَخَلَ الجَنَّةَ» "مجھ پر دَس ۱۰ آیات نازل ہوئی ہیں، جس نے انہیں اپنایا (یعنی ان پر عمل کیا) وہ جنّت میں داخل ہو گا" پھر رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے سورہ مؤمنون کی ابتدائی دَس ۱۰ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں"[1]۔

---

(۱) "مستدرَك الحاكم" كتاب الدعاء والتكبير، ر: ۱۹۶۱، ۲/ ۷۴۶، ۷۴۷.

کامیاب شخص میں پائے جانے والے چند اَوصاف

عزیزانِ گرامی قدر! اللہ رب العالمین نے سورۂ مؤمنون میں کامیاب شخص کی آٹھ ۸ خوبیاں ذکر فرمائیں، لہذا جو شخص چاہتا ہے کہ اسے دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی نصیب ہو، وہ اپنے آپ میں یہ خوبیاں پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے، اللہ تعالی ان خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾[۱].

"یقیناً مُراد کو پہنچے (۱) ایمان والے، (۲) جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، (۳) اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف اِلتفات نہیں کرتے، (۴) اور وہ جو زکاۃ ادا کرتے ہیں، (۵) اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر، جو اُن کی ملکیت میں ہیں، کہ اُن پر کوئی ملامت نہیں، تو جو اِن کے سوا کچھ اَور چاہے، وہی حد سے بڑھنے والے ہیں، (۶) اور وہ جو اپنی امانتوں، (۷) اور اپنے عَہد کی رِعایت کرتے ہیں، (۸) اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں، یہی لوگ وارِث ہیں کہ فردوس (جنّت) کی میراث پائیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے!"۔

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں کامیاب شخص کی جن خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے،

---

(۱) پ۱۸، المؤمنون: ۱- ۱۱.

اُن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

خالقِ کائنات کی وَحدانیت پر پختہ یقین

(۱) کامیابی کی جستجو اور لگن رکھنے والے انسان میں سب سے پہلی خوبی یہ ہونی چاہیے، کہ وہ خالقِ کائنات عزّوجلّ کی وَحدانیت پر یقین رکھتا ہو؛ کیونکہ اللہ تعالی پر ایمان لانا، اسے ایک ماننا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، کامیابی وکامرانی کی پہلی سیڑھی ہے، مصطفی جانِ رحمت صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے ایک بار لوگوں کے مجمع میں بآوازِ بلند فرمایا: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُولُوا: "لَا إِلَهَ إِلَّا الله" تُفْلِحُوا»[۱] "اے لوگو! کہو کہ "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" کامیاب وکامران ہو جاؤ گے"۔

خُشوع وخُضوع

(۲) ایمان باِللہ کے بعد اہم ترین کام خشوع وخضوع، اور حضورِ قلبی کے ساتھ اللہ کی عبادت ہے، مسلمان جب خُشوع وخُضوع کے ساتھ، صحیح طور پر نماز ادا کرتا ہے، تو اس کی برکت سے کامیابی اس کا مقدّر ٹھہرتی ہے۔

حضراتِ محترم! خُشوع وخُضوع کے ساتھ ادا کی گئی نماز کی برکت سے، اللہ تعالی بندے کی بخشش فرما دیتا ہے، سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے: «خَمسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللهُ، مَن أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ، وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ، وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَسُجُودَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ، كَانَ لَهُ عَلَى الله عَهدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ»[۲] "پانچ ۵ نمازیں اللہ تعالی نے فرض قرار دی ہیں، جس نے اِن نمازوں کے لیے بہترین وضو

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند الكوفيّين، ر: ١٩٠٢٦، ٧/ ٢١.

(۲) "السنن الكبرى" كتاب صلاة الاستسقاء، ٣/ ٣٦٦.

کیا، انہیں اِن کے صحیح وقت پر ادا کیا، ان کے رُکوع، سُجود اور خُشوع کو پورا کیا، تو اللہ تعالی کے ذِمۂ کرم پر ہے کہ اُس کی بخشش فرمادے!" اور ایک روایت میں ہے: «دَخَلَ الجنَّةَ» "وہ جنّت میں داخل ہوجائے گا" یا مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «وَجَبَتْ لَهُ الجنّة» "اُس کے لیے جنّت واجب ہو گئی" یا فرمایا: «حُرِّمَ على النَّار»[1] "اُسے نارِ جہنّم پر حرام کردیا جاتا ہے" (یعنی وہ شخص دوزخ کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے گا)۔

حرام، ناجائز اور بیہودہ اُمور سے اجتناب

(۳) کامیاب شخص بننے کے لیے یہ بھی ضروری ہے، کہ انسان حرام، ناجائز اور بیہودہ باتوں سے بچے، اور اپنی سیرت وکردار کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھے، اللہ تعالی قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾[2] "یقیناً جس نے اپنے آپ کو ستھرا کر لیا وہ کامیاب ہو گیا"۔ جبکہ ستھرا و پاکیزہ ہونا، بندے کی عادات واَطوار اور اَقوال واَفعال کے اچھا ہونے، اور اپنے خالِق ومالِک کے فضل واِحسان کے اعتراف، اور اُس کی نعمتوں کے شکر سے پتا چلتا ہے، انبیاء وصالحین کی دعاؤں میں سے ہے کہ ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ﴾[3] "اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اِحسان کا شکر ادا کروں، جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے، اور یہ کہ میں وہ اچھا کام کروں جو تجھے پسند آئے! اور مجھے اپنی رَحمت سے اپنے اُن بندوں میں شامل کر جو تیرے قُربِ خاص کے حقدار ہیں!"۔

---

(١) "مجمع الزوائد" كتاب الصلاة، باب فرض الصلاة، ر: ١٥٩٨، ٢/ ٤.
(٢) پ٣٠، الشمس: ٩.
(٣) پ١٩، النمل: ١٩.

زکات کی ادائیگی

(۴) میرے دوستو اور بزرگو! "سورۂ مؤمنون" میں زکات کی ادائیگی کو بھی کامیابی کے حُصول کا ایک بہترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اس کے علاوہ قریبی رشتہ داروں، یتیموں اور مساکین پر خرچ کرنا، ان سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا بھی کامیابی کا ذریعہ ہے، اللہ عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1] "رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو! یہ ان کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رِضا چاہتے ہیں، اور وہی لوگ کامیاب ہیں!"۔

شرمگاہ کی حفاظت

(۵) اللہ رب العالمین نے "سورۂ مؤمنون" میں کامیاب شخص کی پانچویں خوبی یہ بیان فرمائی، کہ وہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے، اور زِنا و بدکاری سے دُور رہتا ہے، یقیناً زِنا کاری بے حیائی کا کام، اور بہت ہی بُرا راستہ ہے، اس سے مُوذِی بیماریاں بڑی کثرت سے پھیلتی ہیں، عظمت و تقدُس پامال ہوتے ہیں، اس فعلِ شنیع کے اِرتکاب سے انسان کی سیرت و صحت بُری طرح متاثّر ہوتی ہے، مُعاشرے میں اسے عزّت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، اس کے فتنہ وفساد سے اُٹھنے والی چنگاریوں سے خاندانوں کے خاندان جَل کر راکھ ہو جاتے ہیں، لہذا اس فعلِ شنیع سے روکتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾[2] "بدکاری کے پاس مت جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُری راہ ہے!"۔

---

(۱) پ۲۱، الروم: ۳۸.

(۲) پ۱۵، بني إسرائيل: ۳۲.

عزیزانِ محترم! جو مسلمان اپنے اعضاء کو زِنا وبدکاری جیسے گناہوں سے بچائے رکھتا ہے، حدیثِ پاک میں اُسے دخولِ جنّت کی ضمانت دی گئی ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ!»(۱) "جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان)، اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے، میں اسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں!"۔

امانتداری

(۶) عزیزانِ محترم! کامیاب شخص کی چھٹی خوبی اس کی امانتداری ہے، امانتداری ایک عمدہ اور پسندیدہ وصف ہے، جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام بھی متّصف ہیں، امانت مال کی ہو یا علم کی، اَسرار کی ہو یا اَحکام کی، تحریر کی ہو یا کسی اَور شَے کی، لفظِ امانت سبھی کو شامل ہے، امانتداری کے سبب باہم اعتماد کی فضا قائم اور ہموار ہوتی ہے، پروَردگارِ عالم جلّ جلالہ نے اپنے حبیب کریم کی پیاری اُمّت کو امانت کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾(۲) "یقیناً اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے، کہ جن کی امانتیں ہیں انہیں سپُرد کردو!"۔

اسی طرح ہم سب نے اللہ تعالی سے، رسول اللہ ﷺ سے، اور دیگر مخلوقات سے جو جائز وعدے کیے ہیں، ان سب کو پورا کرنا بھی امانتداری میں آتا ہے، امانتداری چونکہ کامیاب لوگوں کی ایک خاص صفت ہے، لہٰذا امانت میں خیانت کرنے والا شخص کبھی کامیاب انسان نہیں بن سکتا!۔

---

(۱) "صحيح البخاري" باب حِفْظِ اللسانِ، ر: ٦٤٧٤، صـ١١٢٣.

(۲) پ٥، النّساء: ٥٨.

عزیزانِ مَن! رحمتِ کونین ﷺ نے امانت کی ادائیگی کو ایمان کی دلیل قرار دیا ہے، حدیثِ پاک میں حضرت سیّدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ!»[1] "جس میں امانتداری نہیں، اس کا کوئی ایمان نہیں!"۔

برادرانِ اسلام! اپنے رشتہ داروں اور عزیز واَقارب وغیرہ کے گھروں کی ذاتی اور خفیہ باتیں بھی امانت ہیں، انہیں بھی محفوظ رکھنا ضروری ہے، جبکہ انہیں دوسروں پر ظاہر کرنا خیانت ہے۔ میاں بیوی کے آپس کے تعلقات ومُعاملات بھی امانت ہیں، جن کی کسی اَور کو خبر نہیں ہونی چاہیے، چاہے وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، اِسلام کی نظر میں زَوجَین کے درمیان ہونے والے، گھر کے خاص، باہمی اور پوشیدہ مُعاملات کی حفاظت امانتداری ہے، اور انہیں دوسروں کے سامنے بیان کرنا خیانت ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلُ يُفْضِيْ إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِيْ إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا»[2] "قیامت کے دن اللہ تعالی کے نزدیک، امانت میں ایک بڑی خیانت یہ ہے کہ مرد وعورت ایک دوسرے سے قُربت کریں، پھر مرد اپنی عورت (کے ساتھ قربت) کے راز کو لوگوں پر ظاہر کر دے" لہٰذا دیگر امانتوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ پوشیدہ مُعاملات اور گفتگو کی بھی حفاظت بہت ضروری ہے۔

عہد کی پاسداری

(۷) حضراتِ گرامی قدر! کامیاب آدمی میں پایا جانے والا ساتواں وصف عَہد

(۱) "صحيح ابنِ حِبّان" كتاب الإيمان، باب فرض الإيمان، ر: ١٩٤، صـ٨٢.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب النكاح، ر: ٣٥٤٣، صـ٦٠٩.

کی پاسداری ہے، قرآنِ پاک میں عہد کو پورا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـٴُـوْلًا ﴾[1] "عہد پورا کرو، یقیناً عہد کے بارے میں سوال ہونا ہے"۔

ربِّ کریم جَلَّ جَلالُہ نے مسلمانوں کو تمام جائز وعدے پورے کرنے کا حکم فرمایا، البتہ حرام اور ناجائز سے بچنا لازمی ہے، اللہ تعالی کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾[2] "اے ایمان والو! اپنے مُعاہدے پورے کرو!"۔

میرے محترم بھائیو! مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ بابرکات ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے عمل کے ذریعہ ایفائے عہد کی ایسی مثال قائم فرمائی، جس کی نظیر ملنی ممکن نہیں، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسلمان تو مسلمان، دشمنوں سے بھی کیے گئے وعدے پورے فرمائے، صلحِ حدَیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکّہ مکرّمہ سے جو شخص مدینہ منوّرہ چلا جائے گا، وہ اہلِ مکّہ کی طرف واپس کر دیا جائے گا، عین اُس وقت جب مُعاہدہ کی شرطیں طے پاچکی تھیں، کہ حضرت سیِّدُنا ابوجندل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی بیڑیوں کے ساتھ اہلِ مکّہ کی قید سے بھاگ کر آئے، اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فریادی ہوئے، تمام مسلمان اس درد ناک منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھے، لیکن حضور نبیٔ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابوجندل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو صبر کی تلقین کی، اور فرمایا: «إِنِّيْ رَسُوْلُ الله وَلَسْتُ أَعْصِيْهِ، وَهْوَ نَاصِرِيْ!»[3] "میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا،

---

(۱) پ۱۵، بني إسرائيل: ۳٤.

(۲) پ٦، المائدة: ۱.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب الشّروط، ر: ۲۷۳۱، صـ٤٤۹.

وہی میرا مددگار ہے!" یعنی اے ابو جندل! صبر کرو اور ثواب کی اُمید رکھو! ہم عہد شکنی نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے خلاصی کی کوئی سبیل نکالے گا!۔

لہذا ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں بھی اپنے عہد کی پاسداری کرنی چاہیے! عموماً دیکھا جاتا ہے کہ احتجاجی جلسے جلوس ہوں، یا ناموسِ رسالت ﷺ کے سلسلے میں دیے جانے والے دھرنے، اُن میں مُطالبات تسلیم کرنے کے نام پر حکمران جو مُعاہدے کرتے ہیں، اکثر اُن کی پاسداری نہیں کرتے، یہ ایک انتہائی مذموم فعل ہے، آخر ایسا کب تک چلے گا؟ اگر حکمرانوں نے یہ سلسلہ اسی طرح جاری رکھا، تو آئندہ کوئی ان کی بات کا اعتبار ہی نہیں کرے گا، لہذا حکمرانوں سمیت ہر وہ شخص جو اپنے عہد کی پاسداری نہیں کرتا، اسے اپنے طرزِ عمل پر خوب غور وفکر کرنا چاہیے، اور عہد شکنی کی اس غلط رَوِش کو بدلنا چاہیے!۔

عزیزانِ محترم! حکومتِ پاکستان نے فرانس میں گستاخانہ خاکوں کی نمائش کے خلاف ہونے والے دھرنے میں، سولہ ۱۶ فروری ۲۰۲۱ء تک فرانسیسی سفیر نکالنے کا مُعاہدہ کر رکھا ہے، اس مُعاہدے پر عملدرآمد کے لیے حکومت نے باقاعدہ قانون سازی کے نام پر تین ۳ ماہ کی مہلت بھی مانگ رکھی ہے، جو عنقریب ختم ہونے کو ہے، حکومت اگر چاہے تو فرانسیسی سفیر کو فوری ملک بدر کرکے، مُعاہدوں کی پاسداری کرنے کی اچھی روایت کا آغاز کرسکتی ہے، بصورتِ دیگر عاشقانِ رسول اپنے نبی ﷺ کی عزّت وناموس کی خاطر ایک بار پھر صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آسکتے ہیں!۔

پنج وقتہ نماز پر مُحافظت اور اچھے اعمال

(۸) کامیاب شخص میں پایا جانے والا آٹھواں وصف، اس کی پنج وقتہ نماز پر مُحافظت (نگہبانی) ہے، کوئی مسلمان جب خُشوع وخُضوع، اور صحیح طریقے سے نماز ادا کرتا

ہے، تو کامیابی اس کا مقدّر ہوتی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! رُکوع اور سجدہ کرو، اور اپنے رب تعالی کی بندگی کرو، اور بھلے کام کرو، اس اُمید پر کہ تم کامیاب ہوجاؤ!"۔

اسی بات کی تاکید کرتے ہوئے مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ: صَلاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ»[2] "یقیناً بروزِ قیامت سب سے پہلے بندے کے اعمال میں سے، نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر وہ درست ہوئی تو وہ بندہ دیگر مُعاملات میں بھی کامیاب و کامران ہوجائے گا!"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «اسْتَقِيمُوا تُفْلِحُوا! وَخَيْرُ أَعْمَالِكُمُ الصَّلاةُ»[3] "ثابت قدم رہو کامیاب ہوجاؤ گے! اور نماز قائم کرنا سب سے اچھا عمل ہے!"۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا، وہ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے، حضرت سیّدُنا ابو سعید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «مَن ترکَ الصّلاةَ متعمِّداً، كُتِبَ اسمُه على بابِ النَّارِ مِمَّن يَدخلُها»[4] "جس نے جان بُوجھ نماز چھوڑی، اُس کا نام جہنم کے اُس دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے، جس سے وہ داخلِ جہنم ہوگا!"۔

(١) پ١٧، الحج: ٧٧.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الصلاة، ر: ٤١٣، صـ١١١، ١١٢.

(٣) "مسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، ر: ٢٢٤٧٧، ٨/ ٣٣٠.

(٤) "كنز العمّال" كتاب الصلاة، قسم الأقوال، ر: ١٩٠٨٦، ٧/ ١٣٢.

میرے دوستو، بھائیو اور بزرگو! سچا اور کامیاب مسلمان وہی ہے، جو اللہ تعالی کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہے، پابندی کے ساتھ نماز روزہ اور زکاۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے، لوگوں کی امانتوں کو بروقت ادا کرتا ہے، اپنے عہد کی پاسداری کرتا ہے، زِنا وبدکاری، شراب نوشی، سُود، جُوئے سمیت تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے، اپنے خالق ومالک جلّ جلالہ کی نافرمانی کرکے حرام رزق نہیں کماتا، لوگوں کے پاس جو دنیاوی نعمتیں ہیں اُن کی لالچ نہیں رکھتا، اور جب کبھی اُسے کسی دُکھ اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے، یا کوئی مصیبت وپریشانی آتی ہے، تو وہ اپنے رب تعالی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مُناجات میں مشغول ہوجاتا ہے، اُس کی عبادت کا اِقرار کرتا، اور اُسے راضی کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں بھی حقیقی مسلمان کے اَوصاف اپنا کر کامیاب مسلمان بننے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار فرما، ہمیں اپنی ذات پاک پر سچے دل سے ایمان، کامل بھروسے اور مکمل اعتماد کی دَولت نصیب فرما، تمام اَحکامِ شریعت کی پابندی کرنے، اور صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عنایت فرما، آمین یارب العالمین!۔

سلطان الہند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات

(جمعۃ المبارک ۰۶ رجب المرجّب ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۲/۱۹ء)

اللہ تعالی کی بار گاہ میں اولیائے کرام کا مقام و مرتبہ بڑا اَرفع واعلی ہے، انہیں رب تعالی کا قُربِ خاص حاصل ہے، ان مقبولانِ بار گاہ کا دل ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے، ان کے شب وروز تسبیح و تہلیل میں گزرتے ہیں، ان کا دل اللہ ورسول کی محبت سے لبریز ہوتا ہے، انہیں مخلوق کی تربیت ورَہنمائی کا فریضہ بھی سونپا جاتا ہے، ان حضرات نے ہمیشہ اپنے پاکیزہ کردار کے ذریعے لوگوں کو پیار، محبت، اَخلاق، ضبطِ نفس اور باہمی رَواداری کا پیغام دیا، مُعاشرے کے دُھتکارے ہوئے لوگوں کو اپنے سینے سے لگایا، شدّت وانتہاء پسندی کی نفی کی، اِسلام کے پیغام کو مخلوقِ خدا تک پہنچانے میں ان حضرات کا کردار اور جدوجہد، مثالی اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

انہی نُفوس مقدّسہ میں سے ایک برگزیدہ ہستی، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اَجمیری سَنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے، آپ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں کم وبیش نوے ۹۰ لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم وفضل اور تعلیمات کا فیض آج بھی جاری وساری ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی:

حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ء میں سجستان (ایران) میں ہوئی[۱]، بچپن ہی میں ایک بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں طلبِ حق کا جذبہ پیدا ہوا، اس سلسلے میں آپ نے سمرقند اور بُخارا کا سفر بھی اختیار فرمایا۔ مختلف اساتذۂ کرام سے علومِ ظاہری کے حصول اور اس کی تکمیل کے بعد، حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے علومِ باطنی کا ارادہ فرمایا، اور حضرت خواجہ عثمان ہرَونی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا، اس کے بعد بیس ۲۰ سال تک اپنے مُرشِد کی خدمت میں رہ کر رُوحانی فیوض وبرَکات سے مستفید ہوتے رہے۔

اسی دَوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیر و مُرشِد کے ہمراہ حرَمین شریفَین بھی حاضر ہوئے، جہاں خواجہ غریب نواز کو خرقۂ خلافت عطا کیا گیا، اپنے مُرشِد سے رُخصت کی اِجازت ملنے کے بعد، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے لاہور (موجودہ پاکستان) تشریف لائے، اور حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر چند روز معتکف رہنے کے بعد، ہندوستان تشریف لے گئے[۲]۔

حضور خواجہ صاحب کی اجمیر میں تشریف آوری:

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ پتھورارائے (پرتھوی راج) کے دَورِ حکومت میں اجمیر تشریف لائے، اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے، پتھورارائے اس زمانہ میں اجمیر میں ہی

---

(۱) "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" ۷/۶۴۵، ۶۴۶، ملتقطاً۔

(۲) دیکھیے: "دلیل العارفین" "تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، ۹۔

مقیم تھا، ایک روز اُس نے آپ علیہ الرحمۃ کے ایک مرید کو کسی وجہ سے ستایا، آپ نے اُسے پیغام بھیجا کہ اِسے مت ستاؤ! لیکن اس کا سَر غرور و تکبر سے بھرا ہوا تھا، وہ باز نہ آیا اور اس مرید کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہے، تب آپ نے فرمایا: "پتھورا را زندہ گرفتہ بدست لشکرِ اسلام دادم" یعنی "پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے میں نے لشکرِ اسلام کے ہاتھ میں دے دیا"، انہی ایّام میں شہاب الدّین غَوری لشکر لے کر غزنی سے ہندوستان پر حملہ آوَر ہوئے، پتھورا نے مقابلہ کیا، لیکن اللہ کے حکم سے زندہ گرفتار ہو گیا[1]۔

سرزمین ہندوستان میں سلسلۂ چشت کا اِرتقاء:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان میں سلطان الَاولیاء، اور سلسلۂ چشتیہ کے بانی ہیں، یہ سلسلہ "خُراسان" (Khorasan Iran) کے ایک مشہور شہر "چشت" سے منسوب ہے، حضرات صوفیائے کرام نے اس شہر کو تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کا مرکز بنایا، جس کے باعث یہ سلسلہ اس شہر کی نسبت سے "چشتیہ" کہلانے لگا، سلسلۂ چشتیہ کے بانی شیخ ابو اسحاق شامی ہیں، جنہوں نے "چشت" شہر پہنچ کر رُشد وہدایت اور اصلاحِ باطن کا ایک مستحکم نظام قائم فرمایا۔ ہندوستان کا رُخ کرنے والے سب سے پہلے چشتی بزرگ، حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، لیکن اس سرزمین پر اس سلسلے کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا سہرا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سَر ہے[2]۔

---

(۱) "مرآۃ الاَسرار" مترجم، ص۵۹۹، ملتقطاً۔

(۲) دیکھیے: "تاریخ مشائخ چشت" ص۱۵۵۔

امامِ اہل سنّت کی خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہما سے محبت وعقیدت:

سیّدی اعلیٰ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار خواب میں اور دو ۲ بار بنفس نفیس اجمیر شریف تشریف لاکر، حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پُرانوار پر حاضری دی، ایسی ہی ایک حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے، ماہر رضویات ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی تحریر فرماتے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۰۴ء میں اپنے دوسرے حج وزیارت سے واپسی پر، احمد آباد اور نوساری (سورت صوبہ گجرات) کا سفر کرتے ہوئے اجمیر شریف پہنچ کر، بارگاہِ خواجہ میں حاضر ہوئے، حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے سرکار خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی، انہیں حضرت خواجہ (معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، وہ سرکار خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض وبرکات، اختیارات وتصرُّفات اور کرامات بیان کرکے، ان کی عظمت وبزرگی ظاہر کرتے ہیں، مزارِ خواجہ کو مقاماتِ اِجابت میں شمار کرتے ہیں، انہیں سلطان الہند اور غریب نواز مانتے ہیں"[1]۔

اسی حاضری کے بارے میں وکیلِ اعلیٰ حضرت، سیّد حسین علی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "دربارِ چشت" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ حاضری ایسی عقیدت ومحبت کی حامل تھی، کہ ہم خُدّامِ آستانہ اور تمام مسلمانانِ اجمیر کے دِلوں پر نقش کرگئی"[2]۔

---

(۱) "اجمیر معلیٰ میں اعلیٰ حضرت" ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی۔

(۲) دیکھیے: "ماہنامہ سنّی دنیا" دسمبر ۲۰۰۸ء بحوالہ "دربار چشت" ص۱۔

ہندوستان کے بُت کدوں میں "اللہ اکبر" کی صدائیں:

حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی اسلام کے لیے بے پناہ خدمات ہیں، آپ نے رُشد وہدایت، وعظ و نصیحت اور باطنی توجہ کے ذریعے، ہندوستان کے بُت کدوں میں "اللہ اکبر" کی صدا بلند فرمائی۔ حضرت سیّد محمد بن مُبارَک کرمانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ "سِیرالاَولیاء" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ملک ہندوستان اپنے آخری مشرقی کنارہ تک کفروشرک کی بَستی تھی، سرکش لوگ ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾[1] "میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں" کی (مُشرکانہ) صدا لگارہے تھے، اور اللہ وَحدہ لاشریک کی خدائی میں دوسری ہستیوں کو شریک کررہے تھے، اور اینٹ، پتھر، درخت، جانور، گائے، گوبر کو سجدہ کرتے تھے، کفر کی ظُلمت سے اُن کے دل تاریک و مُقَفّل تھے، سب لوگ دِین وشریعت کے حکم سے غافل، اور اللہ ورسول سے بے خبر تھے، حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قدم مُبارَک کا اس مُلک میں پہنچنا تھا، کہ اس مُلک کی ظُلمت نورِ اسلام میں تبدیل ہوگئی، جو فضا شرک کی صداؤں سے معمور تھی، اب وہ "اللہ اکبر" کے نعروں سے گونجنے لگی، اس ملک میں جس کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی، اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مُشرَّف ہوگا، نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد دَر اولاد اور نسل دَر نسل، سب کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں ہوگا، اور قیامت تک شیخ الاسلام خواجہ معین الدین سَنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی رُوح کو پہنچتا رہے گا"[2]۔

---

(۱) پ ۳۰، النازعات: ۲٤.

(۲) "دلیل العارفین" مترجم، تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، ۱۱، ملتقطاً۔

حضور خواجہ غریب نواز کے فرامین وارشادات:

اگر حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرامین وارشادات کا جائزہ لیا جائے، تو ہمیں ان میں بھی فرائض وواجبات کی پابندی، گناہوں سے نفرت، دنیا سے بے رَغبتی، اور ظاہر وباطن کی اِصلاح کا ہی درس ملتا ہے، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مُرشِد، حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات کو "دلیل العارفین" میں جمع فرمایا ہے، آپ حضور خواجہ صاحب کی تعلیمات کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے فرمایا:

(۱) "کوئی بھی شخص اللہ تعالی کی بارگاہِ عزّت میں، نماز کے بغیر قُرب حاصل نہیں کر سکتا؛ کیونکہ یہی نماز "معراج المؤمنین" ہے، نماز ایک راز ہے، جسے بندہ اپنے پروَردگار سے بیان کرتا ہے، اور راز کہنے کے لیے بندے کو ایسا قُرب حاصل ہوتا ہے، جو اس راز کے لائق ہوتا ہے، اور اصل راز کی باتیں تو صرف نماز ہی میں کہی جاسکتی ہیں"[1]۔

(۲) نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِرشاد فرمایا کہ "جو شخص نماز کا حق ادا نہیں کرتا (یعنی خشوع وخضوع سے نماز نہیں پڑھتا) فرشتے اس کی نماز کو آسمان پر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، بارگاہِ الٰہی سے حکم آتا ہے کہ "اس نماز کو واپس لے جاؤ، اور اسے نمازی کے منہ پر مارو" اس وقت یہ نماز اپنی زبانِ حال سے کہے گی، کہ اے نمازی تُو نے مجھے ضائع کردیا!""[2]۔

---

(۱) ایضاً، پہلی مجلس، ص۱۵، ملتقطاً۔

(۲) ایضاً، دوسری مجلس، ص۲۶۔

(۳) دنیا سے بے رَغبتی اور فکرِ آخرت کی ترغیب دیتے ہوئے، ایک بار حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک بزرگ کا حال سنایا، اور پھر آخر میں ان کی ایک نصیحت کا ذکر کیا کہ "اے عزیز! یہ لوگ جو اس قدر دنیا اور دنیاداری میں مشغول ہیں، دَراصل یہ اللہ تعالی سے بہت دُور جا پڑے ہیں، انہیں اپنے زادِ راہ کی تیاری میں مشغول ہونا چاہیے، ہمارے سامنے ابھی بہت سی منزلیں ہیں، جن سے ہمیں بڑی احتیاط کے ساتھ گزرنا پڑے گا"۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اے درویش! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! (جس دن سے اُس بزرگ نے مجھے یہ نصیحت کی ہے) اُس دن سے آج تک میں اِسی غم میں مبتلا ہوں، موت اور قبر کی ہولناکیوں سے پگھل رہا ہوں، اور خوف سے نڈھال ہو رہا ہوں، کہ میرے پاس ایسا کوئی زادِ راہ نہیں، جس کی بدَولت میں اس خوف سے نَجات پاسکوں!"[۱]۔

(۴) اَحکام شریعت کی پاسداری کی تلقین کرتے ہوئے، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالی کے اَحکام کی بجاآوری میں سستی نہ کرے؛ تاکہ وہ جو کچھ چاہے وہی ہو جائے، اور جب کسی شخص کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ وہی چاہتا ہے جو اللہ تعالی چاہتا ہے"[۲]۔

(۵) راہِ سُلوک کے مسافروں کو نصیحت کرتے ہوئے، حضور سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اِرشاد فرمایا کہ "سالک جب تک دنیا اور اس کی ہر چیز سے، حتی

---

(۱) ایضًا، چوتھی مجلس، ص۴۱۔

(۲) ایضًا، چھٹی مجلس، ص۵۴۔

کہ اپنی ذات سے بھی بے زار نہیں ہوجاتا، تب تک وہ اہلِ سُلوک میں داخل نہیں ہو سکتا، اور جو شخص مذکورہ شرائط کو پورا نہیں کرتا، وہ اہلِ سُلوک میں کذّاب اور جھوٹا شمار ہوتا ہے"(۱)۔

(۶) اللہ رب العالمین سے سچی محبت کرنے والوں کی پہچان بتاتے ہوئے، حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالی کی محبت میں وہ شخص سچا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر (بوجہِ شرعی) ماں باپ، بیٹوں اور بھائیوں سے بھی قطع تعلق کرلے"(۲)۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے، کہ ماں باپ، بہن بھائیوں یا اولاد کی خاطر، کبھی اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرے، اگر وہ اپنی دنیاوی عیش وعشرت کے لیے اسے خلافِ شرع کام پر مجبور کریں، تواُن کی بات نہ مانے، اور اگر وہ خود کسی ایسے خلافِ شرع کام کا ارتکاب کرتے ہوں، جس کے باعث شرعی طَور پر اُن سے قطع تعلقی کرنا جائز ہو، اور سمجھانے کے باوُجود وہ اس خلافِ شریعت کام سے باز نہ آئیں، تو اُن سے تعلق نہ رکھے۔

(۷) اللہ تعالی کیسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے؟ اس سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ تین ۳ خوبیاں جس میں ہوں، اللہ تعالی اسے دوست رکھتا ہے: ایک دریا جیسی سخاوت (کہ سب کو نواز دے)، دوسری آفتاب کی طرح شفقت (کہ سب پر مہربانی کرے)، تیسری زمین کی مانند تواضُع (کہ ہر ایک کے لیے عاجزی وانکساری کرتے ہوئے بچھ جائے)۔

---

(۱) ایضًا، نویں مجلس، ص۷۹۔

(۲) ایضًا، دسویں مجلس، ص۹۸۔

(۸) اچھی صحبت اختیار کرنے، اور بُری صحبت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے، قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر، اور بُرے لوگوں کی صحبت بَدی کرنے سے بدتر ہے"[۱]۔

وِصال شریف:

حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ رب العالمین کے پسندیدہ اور مقبولانِ بارگاہ بندوں میں سے ہیں، بارگاہِ الٰہی میں ان کی شان وعظمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ علم وعرفان کی برکتیں لُٹاتے ہوئے، ٦ رجب المرجب ٦٣٣ سنِ ہجری[۲] کو جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصال فرمایا، تو آپ کی نورانی پیشانی پر یہ نقش ظاہر ہوا: "حَبِيْبُ اللهِ مَاتَ فِيْ حُبِّ الله"[۳] "اللہ کا پیارا اللہ کی محبت میں انتقال کرگیا"۔

آپ علیہ الرحمۃ کا مزار شریف ہندوستان کے شہر اجمیر میں واقع ہے، جہاں تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ، آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوکر، اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔

دعا

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی سیرتِ طیّبہ، اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنے تمام اولیاء سے سچی محبت کرتے رہنے کی سعادت نصیب فرمائے، آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!۔

(۱) "اَخبار الاَخیار" خواجہ معین الحق والدین، ص۲۳۔
(۲) دیکھیے: "اَخبار الاَخیار" مترجم، ص۴۷۔
(۳) ایضاً۔

شریعت اور طریقت

(جمعۃ المبارک ۰۶ رجب المرجّب ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۲/۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

شریعت کا لُغوی واِصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! لفظ شریعت "شرع" سے ماخوذ ہے، اس کا لُغوی معنی "واضح سیدھا راستہ" ہے[1]۔ جبکہ اصطلاح میں شریعت سے مراد وہ اَحکام ہیں، جو اللہ ربّ العالمین نے اپنے بندوں کے لیے بطور ضابطۂ حیات نازل فرمائے[2]۔

شریعت کی اہمیت

حضراتِ گرامی قدر! شریعت اللہ ورسول کے فرامین پر مبنی وہ نظامِ الٰہی ہے، جو ایک مسلمان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے عمل کو منظّم اور خوبصورت بناتا ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ اللہ تعالی کے آخری سچے نبی بن کر تشریف لائے، لہذا رسول اللہ ﷺ

(۱) "معجم مفرَدات ألفاظ القرآن" شرع، صـ۲٦٥.

(۲) انظر: "لسان العرب" حرف العين، فصل الشين المعجمة، ۸/ ۱۷۵.

کی لائی ہوئی شریعت بھی آخری شریعت ہے، اب تاقیامت نہ کوئی نیا نبی آئے گا، اور نہ کوئی نئی شریعت۔ رہتی دنیا تک جتنے بھی انسان پیدا ہوں گے، وہ سب شریعتِ محمدیہ ﷺ پر عمل کرنے کے پابند ہیں؛ کہ یہی راہِ نَجات ہے، اور اسی میں اللہ تعالی کی رضا ہے۔

عزیزانِ گرامی! اللہ تعالی سب کچھ جانتا ہے، اس کے باوُجود ہر اُمّت کے لیے اَحکامِ شریعت نازل فرما کر، اُس نے سب کو آزمایا کہ کون اللہ عزّوجلّ کی فرمانبرداری اور نیکیوں کی طرف سبقت کرتا! اور کون نافرمانی کرتا ہے! ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا﴾[1] "اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اُتاری، جو اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، اور ان پر مُحافظ و گواہ، توان میں فیصلہ کرو اللہ کے اُتارے (قرآنِ پاک) سے، اور اے سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر، اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا، ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا، اور اللہ چاہتا توتم سب کو ایک ہی اُمّت کر دیتا، مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے، تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے!"۔

اِتّباعِ شریعت کی تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾[2]

---

(١) پ٦، المائدة: ٤٨.

(٢) پ٢٥، الجاثية: ١٨.

"پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ (شریعت) پر تمہیں کیا، تو اُسی راہ پر چلو، اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو!"۔

یاد رکھیے! کوئی بھی شخص چاہے وہ عالمِ دین ہو یا بہت بڑا پیر، حکمران ہو یا تاجر (Businessman)، اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنی خواہشات کو شریعت کے تابع نہ کرلے، نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ!»[1] "کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے"!۔

شریعت مُطہَّرہ کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لا يَزِيغُ بَعْدِي عَنْهَا إلّا هالك!»[2] "یقیناً میں تمہارے درمیان ایسی روشن شریعت چھوڑے جارہا ہوں، جس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں، اس سے وہی بھٹکے گا جو ہلاکت میں مبتلا ہوگا!"۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ اللہ ورسول کے واضح اَحکام کے باوُجود، آجکل بعض نام نہاد صوفی اور جعلی پیر، طریقت کے نام پر شریعی اَحکام کی پامالی پر تُلے ہوئے ہیں، اَور شریعت وطریقت کے باہمی تعلق کی نفی کرکے، عوام میں ایسے شکوک وشُبہات اور غلط نظریات کا پرچار کررہے ہیں، جن کا اِسلام یا اولیائے کرام کی تعلیمات سے دُور کا بھی واسطہ نہیں!۔

شریعت وطریقت... باہم لازم وملزوم

عزیزانِ محترم! اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی کبھی یہ تعلیمات نہیں رہیں، کہ ظاہری

---

(۱) "البرهان المؤيَّد" الإيمان والهوى، صـ۲۲.

(۲) "السُنّة" لابن أبي عاصم، باب ذكر قول النّبي ﷺ تركتكم ...إلخ، ر: ۴۸، ۱/ ۲۶.

شریعت کو چھوڑ کر باطنی شریعت (یعنی تصوُّف) پر عمل پیرا ہوا جائے، نماز روزہ کو چھوڑ کر صرف ذِکر واَذکار اَور چِلّہ کشی پر اِکتفاء کیا جائے، اگر کوئی نام نہاد صوفی یا پیر ایسی بات کہتا ہے، یا ایسے خیالات واَفکار کا حامل ہے، تو اس کا اولیائے کرام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں، ایسا شخص گمراہ، بے دین اور خواہشاتِ نفسانیہ کا پیَرو کار ہے۔

حقیقی صوفیائے کرام اور اولیائے عظام قُدِّسَتْ أسرارُہم ایسے لوگوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں، تصوُّف کے پیچیدہ اَسرار ورُموز سے واقف بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات تو یہ ہیں، کہ ظاہری اعمال اور باطنی اَفعال کا آپس میں تعلق ایسا ہے، جیسا رُوح کا تعلق جسم سے۔ ظاہری اعمال شریعت ہیں تو باطنی اعمال تصوُّف۔ حضرت امام ابو القاسم قشیری قدّس سرّہٗ نقل فرماتے ہیں کہ "تصوُّف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان قرآن وسُنّت پر کاربند رہے، خواہشات اور بدعتوں کو ترک کردے، اور بزرگانِ دِین کا احترام وتعظیم کرے"[1]۔

ولیوں کے اِمام، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدّس سرّہٗ بھی ہمیشہ شریعت کا دامن تھامے رکھنے کی تاکید ونصیحت کرتے رہے، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا فرمان ہے کہ "پاکیزہ شریعتِ محمدیّہ دینِ اسلام کا پھلدار درخت ہے، شریعت وہ سورج ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں، شریعت کی پیَروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے، خبردار! شریعت کے دائرے سے باہر نہ جانا، خبردار! اہلِ شریعت کی جماعت سے باہر نہ جانا"[2]۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت سیّدُنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "جس نے

---

(١) "الرسالة القشَيريّة" باب في ذكر مشايخ هذه الطريقة، صـ٦٣.

(٢) "بهجة الأسرار" ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء، صـ٩٩.

نہ قرآن یاد کیا، نہ حدیث لکھی، یعنی جو علمِ شریعت سے آگاہ نہیں، طریقت میں اس کی اِقتداء نہ کریں، اور اُسے ہرگز اپنا پیر نہ بنائیں؛ کیونکہ ہمارا یہ علمِ طریقت بالکل کتاب وسُنّت کا پابند ہے"[1]۔

امامِ طریقت حضرت ابوعلی رُوذباری علیہ الرحمۃ جو حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں، ان کے بارے میں امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "بزرگوں میں ان کے برابر طریقت کا علم کسی کو نہیں تھا، ان بزرگوں سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر (گانے باجے) سنتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ میرے لیے حلال ہے؛ کیونکہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ اَحوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا، تو حضرت ابوعلی رُوذباری علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "ہاں پہنچا تو ضرور ہے، مگر کہاں؟ جہنم تک"[2]۔

امامِ اہل سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت وطریقت کے باہمی تعلق کو ایک مثال کے ذریعے سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "شریعت مَنبع (اصل) ہے، اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے، بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی (بلند وبالا) ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر، جن زمینوں پر گزرے، انہیں سیراب کرنے میں اسے مَنْبع کی احتیاج (ضرورت) نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت، مگر شریعت وہ مَنبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا، یعنی طریقت کو ہر آن اس کی ضرورت ہے، منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے، تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لیے مدد موقوف ہو جائے، فی الحال جتنا پانی آچکا ہے، چند روز تک

(۱) "الرسالة القشَيريّة" باب في ذكر مشايخ هذه الطريقة، صـ۳۹.

(۲) المرجع نفسه، صـ٥٤.

پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے (سیراب کرنے) کا کام دے، نہیں نہیں منبع سے اس کا تعلق ٹوٹتے ہی (طریقت کا) یہ دریا فوراً فنا ہو جائے گا"[(۱)]۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ، علّامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شریعت وطریقت کے باہمی تعلق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "طریقت مُنافیِ شریعت (یعنی شریعت کے خلاف) نہیں، وہ شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے، بعض جاہل مُتصوِّف جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ "طریقت اَور ہے شریعت اَور" محض گمراہی ہے، اور اس زُعمِ باطل (غَلَط خیال) کے باعث، اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا صریح کُفر واِلحاد (کفر وبے دینی ہے)، اَحکامِ شرعیّہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو، سُبکدوش نہیں ہو سکتا"[(۲)]۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات

حضراتِ گرامی قدر! بزرگانِ دین نے ہمیشہ شریعتِ مُطہَّرہ کے اَحکام کی روشنی میں فرائض وواجبات کی پابندی پر تاکید فرمائی، اور کبھی طریقت کو شریعت سے جدا نہیں بتایا۔ سرکار غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ فرائض وواجبات پر عمل کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "مؤمن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض پر متوجّہ ہو، جب یہ اَدا کر چکے تب سُنّتوں کو اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر متوجہ ہو، جو شخص اپنے فرائض سے فارغ نہیں ہوا، اس کے لیے سُنّتوں میں مشغول ہونا حماقت ونادانی ہے؛ اس لیے کہ ادائے فرض سے قبل سُنن ونوافِل غیر مقبول رہیں گے، اور جو شخص ایسا عمل کرے گا وہ خوار ہوگا"[(۳)]۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحضر والاباحۃ، رسالہ "مقالِ عُرفا باعزازِ شرع وعلما" ۱۷/۱۳۳، ۱۳۴۔
(۲) "بہارِ شریعت" "ولایت کا بیان، حصّہ اوّل، ۱/۲۶۵، ۲۶۶۔
(۳) "فتوح الغيب" المقالة ٤٨ فيما ينبغي للمؤمن أن يشتغل به، صـ١١٣.

طریقت کے نام پر اَحکامِ شریعت کو پامال کرنے والوں کو نصیحت کرتے ہوئے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے سوا کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھانا، طریقت کا ایک بلند مرتبہ ہے، ضروری ہے کہ تُو اللہ کی مقرّر کردہ حُدود کی پابندی کرے، اور اس کے تمام اَحکام کی حفاظت کرے، اور اگر تیری طرف سے شریعت کی حُدود میں سے کسی حد میں خَلَل آیا، تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے، اور یقیناً شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے، لہذا تو فوراً شریعت کے حکم کی طرف لَوٹ آ، اُس سے لپٹ جا، اور اپنی نفسانی خواہش کو چھوڑ دے؛ کیونکہ جس حقیقت کی تصدیق شریعت سے نہ ہو وہ حقیقت باطل ہے"[1]۔

اَحکامِ شریعت سے خود کو بالاتر قرار دینے والے جاہل صوفیوں کے بارے میں، حضرت سیّدُنا جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ "کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ شریعت کے اَحکام تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ تھے، اور ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے، یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟! فرمایا: "وہ سچ کہتے ہیں، وہ پہنچے ضرور ہیں مگر کہاں تک؟ جہنم تک! ایسا عقیدہ رکھنے والوں سے تو چور اور زانی بہتر ہیں، میں اگر ہزار سال تک بھی زندہ رہوں، تو فرائض وواجبات تو بڑی چیز ہیں، میں نے جو نوافل ومستحبات مقرّر کرلیے ہیں، ان کی ادائیگی میں بھی کچھ کمی نہ کروں گا"[2]۔

حضرت حارِث مُحاسبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدُنا سَری سَقَطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم زمانہ بزرگوں میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "جو شخص اپنے باطن کو مُراقبہ اور اِخلاص

(١) "الطبقات الكبرى" أبو صالح سيّدي ...إلخ، الجزء١، صـ١٣١.

(٢) "اليواقيت والجواهر" المبحث ٢٦ في ...إلخ، الجزء ١، صـ٢٧٢، ٢٧٣.

سے صحیح کر لے گا، اللہ تعالی اس کے ظاہر کو مُجاہدہ اور سُنّت کی پیَروی سے آراستہ کر دے گا"(۱) یعنی اصلاحِ نفس کے لیے اپنی باطنی اصلاح پر توجہ دی جائے، اللہ تعالی اس کی برکت سے ہمارے ظاہر کو بھی آراستہ فرمادے گا۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ شریعت وطریقت کے باہمی تعلق کی نفی کرنے والے، جاہل صوفیوں اور ڈبہ پیروں کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالُف نہیں، اس بات کا مدّعی (دعوے دار) اگر بے سمجھے کہے تو نِرا جاہل ہے، اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بددِین۔ شریعت حضورِ اقدس سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اَقوال ہیں، اور طریقت حضور کے اَفعال، اور حقیقت حضور کے اَحوال، اور معرفت حضور کے علومِ بے مثال کا نام ہے"(۲)۔

عزیزانِ مَن! ان تمام بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے، کہ آپ راہِ سُلوک میں جتنی چاہے مَنازل طے کر لیں، لیکن اس بات کا ہمیشہ خیال رہے کہ اَحکامِ شریعت کی پابندی رہے، حرام ومشتبہ چیزوں سے بچا جائے، ناجائز اَوہام وخیالات سے حواس کو آلودہ نہ کیا جائے، اپنی نفسانی خواہشات کو شریعتِ مُطہّرہ کے تابع رکھا جائے، اور طریقت کو شریعت سے جدا سمجھنے کی غَلطی ہرگز ہرگز نہ کی جائے!!۔

کسی کی ولایت کو پَرکھنے کا معیار

حضراتِ گرامی قدر! بعض اولیائے کرام کی یہ عادتِ مبارکہ تھی، کہ علم اور تقویٰ میں مشہور دوسرے بزرگوں سے ملاقات، اور اُن کی زیارت کے لیے تشریف

---

(۱) "الرسالة القشَيريّة" باب في ذكر مشايخ هذه الطريقة، صـ۲۵.

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت...، ۱۷/۱۰۶۔

لے جایا کرتے، اگر سامنے والا واقعی صاحبِ کمال ہوتا، تو اس کے علم وفضل سے مُستفید ہوتے، اور اگر اس کا عمل خلافِ شریعت پاتے، تو بسا اَوقات بنا ملاقات کیے ہی واپس لَوٹ جاتے، چنانچہ ایسی ہی ایک ملاقات کی غرض سے جانے کے لیے، حضرت سیّدُنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک دوسرے بزرگ سے فرمایا کہ "چلو اُس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولایت کے نام سے مشہور کیا ہے" وہ شخص زُہد وتقویٰ میں مشہور تھا، اور لوگ بکثرت اس کے پاس آیا کرتے تھے، جب حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالی علیہ وہاں تشریف لے گئے، تو اتّفاقاً اُس شخص نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالی علیہ فوراً واپس پلٹ آئے، اور اس شخص سے سلام بھی نہ کیا، بلکہ فرمایا کہ "یہ شخص نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک اَدب پر توامین ہے نہیں، جس چیز (یعنی ولایت کا) دعوی کرتا ہے، اُس پر کیا امین ہوگا؟!"[1]۔

شریعت کی مخالفت کا حکم

عزیزانِ محترم! جو شخص حقائق ومَعارفِ الٰہیہ سے ذرا سی بھی واقفیت رکھتا ہوگا، اس کا عمل خلافِ شریعت نہیں ہوگا، بعض جاہل صوفیوں کو جب اُن کے خلافِ شریعت کام پر ٹوکا جائے، تو یہ کہہ کر علمائے دین کی تحقیر کرتے ہیں کہ "یہ حقیقت ومعرفت کی باتیں ہیں، جو آپ لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں"۔

ایسے ہی حقائق ومَعارف سے متعلق حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تمام اولیائے کرام کے قطعی اِجماع سے فرض ہے، کہ تمام حقائق کو شریعتِ مُطہَّرہ پر پیش کیا جائے، اگر وہ حقائق

---

(١) "الرسالة القشَيريّة" باب في ذكر مشايخ هذه الطريقة، صـ٢٩.

شریعت کے مطابق ہوں تو حق اور قابلِ قبول ہیں، ورنہ مردود ورُسوا ہیں، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصلِ کار (کام) ہے، اور شریعت ہی سب کا دار و مدار ہے، شریعت ہی کسوٹی اور معیار ہے، شریعت کا معنی ہے راستہ، اور شریعتِ محمدیّہ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ، تو یہ معنی اپنے عموم واِطلاق کے اعتبار سے تمام ظاہر وباطن کو شامل ہے، صرف چند جسمانی اَحکام کے ساتھ خاص نہیں ... یہی شریعت وہ راہ ہے جس پر اللہ ملتا ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾[1] "بے شک سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے" اور شریعت ہی وہ راہ ہے جس کی مخالفت کرنے والا ابد دین گمراہ ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِهٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ﴾[2] "اور اے حبیب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے، تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اَور راہیں نہ چلو؛ کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جُدا کر دیں گی، اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے؛ تاکہ تم پرہیز گاری کرو!"۔ دیکھو! قرآنِ عظیم نے صاف فرمادیا، کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور جا پڑے گا!"[3]۔

راہِ سُلوک کا مُسافر اور علمِ شریعت

برادرانِ اسلام! کوئی شخص کتنا ہی صاحبِ کرامت کیوں نہ ہو، اگر وہ فرائض وواجبات کی پابندی نہیں کرتا، اور مکروہ وحرام سے نہیں بچتا، تو سمجھ لیجیے کہ یہ سب فریبِ نظر

---

(۱) پ۱۲، هود: ٥٦.

(۲) پ۸، الأنعام: ١٥٣.

(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحضر والاِباحۃ، رسالہ "مقالِ عرفا" ۱۷/۱۳۲، ۱۳۳، ملخصًا۔

ہے، اور وہ شخص ڈھونگی اور فراڈیا ہے، ایسوں کو تصوّف یا حقیقت و معرفت کے اَسرار و رُموز سے کوئی واقفیت نہیں، اسی طرح جو جعلی پیر یا جاہل صوفی اِعلانیہ گناہ کرتا ہو، شکل وصورت فاسقوں جیسی ہو، نماز روزے کی پابندی نہ کرتا ہو، کھانا پاکستان میں کھاتا ہو، مگر نماز مدینے میں جاکر پڑھنے کا جھوٹا دعوی کرتا ہو، عقیدتمند عورتوں کے ساتھ تنہائی میں ملاقاتیں کرتا ہو، یا اُن کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر رَقص کرتا ہو، یا ناچ گانے کی محافل میں شرکت کرتا ہو، ایسے شخص کی صحبت سے کوسوں دُور بھاگیں، وہ ایک بہروپیے کے سوا کچھ نہیں ہے!!۔

ہاں اگر کوئی شخص واقعۃً راہِ سُلوک کا مُسافر بننا چاہتا ہے، تو وہ عورتوں جیسے لمبے لمبے خلافِ شریعت بال، گلے میں تسبیح اور لمبا سا چوغہ پہن کر فقیروں جیسا رُوپ دَھارنے کے بجائے، پہلے علمِ شریعت کے زیور سے آراستہ ہو، پھر اس کے بعد راہ سُلوک پر قدم رکھے؛ کیونکہ علمِ شریعت حاصل کیے بغیر اس راہ پر چلنا، انسان کے دین وایمان کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے! حضرت نجم الدّین کُبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بالواسطہ خلیفہ حضرت رکن الدّین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ ومرشد سے روایت کرتے ہیں کہ "جب تک دل شریعت کو مکمل طَور پر نہ تھام لے، تب تک ولایت میں قدم رکھنا ناممکن ہے، بلکہ اگر شریعت کا انکار کرے تو کافر ہوجائے گا"(۱)۔

شیخ الاسلام حضرت احمد نامقی جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے، حضرت خواجہ مَودود چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ "پہلے مُصلّیٰ ایک طرف رکھو اور جاکر علم سیکھو؛ کیونکہ بغیر علم کے زُہد وتقوی میں پڑنے والا شخص شیطان کا مسخرہ ہے"(۲)۔

---

(۱) "نفحات الاُنس" ابوالمکارم رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صـ۲۸۷، ملتقطاً۔

(۲) ایضاً، خواجہ قطب الدین مَودود چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صـ۲۱۰۔

لہذا جو لوگ اپنی جہالت یا بے عملی پر پَردہ ڈالنے کے لیے، شریعت وطریقت کو دو ۲ الگ الگ راہیں قرار دیں، بہ ہوش وحواس خود کو اَحکامِ شریعت کا مکلَّف ہونے سے انکار کریں، یا نماز کا یہ کہہ کر انکار کریں کہ "نماز اللہ کے ذکر کا نام ہے، لہذا جس شخص کی زبان ہر وقت ذکر اللہ سے تر رہتی ہو، اُسے نماز پڑھنے کی کیا حاجت ہے؟" وہ گمراہ وبددین اور کافر ومرتَد ہیں، ایسوں کی صحبت سے دُور بھاگیں، انہیں اپنا پیر یارَہنما ہرگز نہ بنائیں، انہیں بے نقاب کریں اور مَسلکِ حق اہلِ سنّت وجماعت کے دامن سے وابستہ رہتے ہوئے، اِسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں شریعتِ مُطہَّرہ کے اَحکام کا پابند بنا، ہمیں نماز روزے کی پابندی کرنے، اور تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عنایت فرما، شریعت وطریقت کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے قابل بنا، جعلی پیروں اور جاہل صوفیوں سے ہمیں چھٹکارا عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

شانِ مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عقیدۂ اہلِ سنّت

(جمعۃ المبارک ۱۳ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ - ۲۶/۲/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وُجودِ مسعود ہمارے لیے رحمتوں، برکتوں اور آسانیوں کا سبب ہے، وہ ان چمکتے ستاروں کی مانند ہیں جو کفر، شرک اور اِلحاد کی تاریکیوں میں، بھٹکتے مسافروں کو صراطِ مستقیم پر لانے کا ذریعہ ہیں، اسلام کے جس تن آور، مضبوط اور وسیع وعریض درخت کے سائے میں، ہم آج پناہ لیے ہوئے ہیں، ان مقدّس ہستیوں نے اس کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اس دینِ متین کو زمانے کی تند وتیز ہواؤں طوفانوں سے بچانے کے لیے، اپنا گھربار، جان ومال، عزّت وآبرُو، دنیاوی مَناصب، حتّی کہ عزیز واَقارِب کو بھی، راہِ خدا میں قربان کرنے سے گریز نہیں کیا۔

سیّدُنا ابوبکر وعمر ہوں، یا سیّدُنا عثمان وعلی، نیز دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اپنا مال ودولت راہِ خدا میں خرچ کر دیا، غربت واِفلاس کی زندگی بسر کی، کفّار ومشرکین کے ظلم وستم کا سامنا کیا، ان میں سے بعض صحابہ کو تپتی ریت اور دہکتے گرم انگاروں پر لِٹایا گیا،

انہوں نے میدانِ جنگ میں تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخم برداشت کیے، لیکن قربان جائیے کہ ان حضرات کے پایۂ استقلال میں، رَتی برابر بھی لرزش نہ آئی، اور سب کچھ لُٹانے کے باوُجود، ان حضرات نے اسلام کا دامنِ کرم ہاتھ سے نہیں جانے دیا، یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے انہیں دنیا ہی میں ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾[1] "اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی" کی سندِ لازَوال عطا فرما کر، فلاح وکامرانی کی نوید دے دی گئی، دُخولِ جنّت کا مژدۂ جانفزا اِن حضرات کو سنا دیا گیا۔

ان حضراتِ مقدّسہ کی خوش بختی کی معراج یہ، کہ وہ شب وروز مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شربتِ دیدار سے فیضیاب ہوتے رہے، حضور کی صحبتِ بابرکت میں اٹھتے بیٹھتے رہے، یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے قرآن کریم نازل ہوتے دیکھا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین کو اپنے کانوں سے براہِ راست سنا، اور پھر ان کے توسُّط سے ہم تک پہنچایا، انہی نُفوسِ مقدّسہ میں سے ایک عظیم نام، خلیفۂ چہارُم امیر المؤمنین سیّدُنا علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے۔

ولادت باسعادت اور اسمِ گرامی

عزیزانِ محترم! امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادتِ باسعادت، اعلانِ نبوّت سے دس ١٠ سال قبل، تیرہ ١٣ رجب المرجّب کو ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدۂ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ بنت اَسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے، اپنے والد کے نام پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام "حیدر" رکھا، اپنے اس نام کے بارے میں سیّدُنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(١) پ ١١، التوبة: ١٠٠.

اپنے ایک رَجز میں خود فرماتے ہیں: «أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ»(۱) "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا"۔ جبکہ آپ کے والد ابوطالب نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام "علی" رکھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گود میں پرورش پائی، آپ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے داماد، چچازاد بھائی اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفۂ راشد ہیں۔

مزید یہ کہ دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی طرح آپ نے بھی، مکۂ مکرّمہ سے مدینہ طیّبہ کی طرف ہجرت کی، اور بدر، اُحُد، خندق، بیعتِ رضوان اور تمام غزوات میں (ماسوائے غزوۂ تبوک کے) رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمراہ رہے(۲) ؏

اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا — جو حیدرِ کرّار کہ مَولی ہے ہمارا(۳)

بچوں میں سب سے پہلے قبولِ اسلام

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بچوں میں سب سے پہلے قبولِ اسلام کی سعادت حاصل ہوئی، جیسا کہ حضرت سیّدُنا زید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ»(٤) "سب سے پہلے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے"۔

حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان وعظمت

حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ شرف بھی حاصل ہے، کہ آپ وہ خوش نصیب ہستی ہیں، جنہیں عرش پر قدم رکھنے والے، آقائے کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم فرمایا:

---

(١) "صحيح مسلم" باب غزوة ذي قرد وغيرها، ر: ٤٦٧٨، صـ٨١٠.
(٢) "أُسد الغابة" على بن أبي طالب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ٣٧٨٣، ٣/ ٥٨٨.
(۳) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، صـ۳۰۔
(٤) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٧٣٥، صـ٨٤٩. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيح".

«اصْعَدْ عَلَى مَنْكِبَيَّ!» "میرے کندھوں پر چڑھ جاؤ (اور کعبۃ اللہ کی اندرونی چھت سے بُتوں کو گرادو!)"۔ جب وہ بلند اختر چڑھا، تو خود کو ایسے مقامِ رفیع پر پایا، کہ فرماتے ہیں: "مجھے خیال آتا تھا کہ اگر چاہوں تو آسمان کا کنارہ چھُولُوں"(۱)۔

آپ کے مقام ومرتبہ پر دلالت کرتی ایک اَور روایت میں ہے، کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اللَّهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلاهُ!»(۲) "اے اللہ جس کا میں مدد گار ہوں، علی بھی اُس کا مدد گار ہے!"۔

حضرت سیّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ مہاجرین وانصار کے مابین بھائی چارہ قائم فرمایا، تب سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اس حال میں حاضر خدمت ہوئے، کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرایا، اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا! اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ!»(۳) "تم تو دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو!"۔

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ر: ٦٤٤، ٢/ ٧٣. و"مستدرَك الحاكم" كتاب الهجرة ...إلخ، ر: ٤٢٦٥، ٣/ ٦. [قال الحاكم:] "هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد، ولم يخرجاه".

(۲) "مسند الإمام أحمد" تتمة مسند الأنصار، حديث بريدة الأسلمي، ر: ٢٢٩٤٥، ٣٨/ ٣٢. و"سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ٣٧١٣، صـ٨٤٥. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب.

(۳) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ر: ٣٧٢٠، صـ٨٤٧. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب".

حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان وعظمت کا اندازہ اس بات سے بھی خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ذُرِیت (اولاد) سیّدُنا علی مرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پُشت میں رکھی، جیساکہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهِ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ»[۱] "یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نبی کی ذُرّیت اُس کی صُلب (پیٹھ) میں رکھی، اور میری ذُرِّیت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بن ابی طالب کی پشت میں رکھی ہے"۔

حضرات گرامی قدر! حضرت سیّدُنا علی شیرِ خدا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان خوش نصیب اور پاک ہستیوں میں سے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت کی حیثیت سے خطاب فرمایا، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس خطاب کا پسِ منظر بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں، کہ حضور نبئ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک صبح اس حال میں اپنے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے، کہ آپ نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی، جس پر سیاہ اُون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے، حضرت سیّدُنا حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا آئے، تو نبئ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں اُس چادر میں داخل فرمالیا، پھر حضرت سیّدُنا حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے اور اُس چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیّدہ فاطمہ زَہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا تشریف لائیں، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں بھی چادر میں لے لیا، پھر حضرت سیّدُنا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- تشریف لائے، توسرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کرکے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ

---

(۱) "المعجم الكبير" بقية أخبار الحسن بن علي رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، ر: ۲۶۳۰، ۳/ ٤٤.

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾[1][2] "اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالی تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرمادے، اور تمہیں پاک کر کے خُوب ستھرا کر دے!"۔

صدر الاَفاضل حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اس آیت مبارکہ سے اہلِ بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور اہلِ بیت میں نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اَزواجِ مُطہَّرات، حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ زہراء، حضرت علی مرتضیٰ، اور حسنینِ کریمین سب داخل ہیں، آیات واحادیث جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے، اور یہی (امامِ اہلِ سنّت) حضرت امام ابو منصور ماتُریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔ ان آیات میں اہلِ بیتِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے؛ تاکہ وہ گناہوں سے بچیں، اور تقوی وپرہیز گاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے، اور پرہیز گاری کو پاکی سے اِستِعارہ فرمایا گیا ہے؛ کیونکہ گناہوں کا مرتکِب ان سے ایسا ہی ملوّث ہوتا ہے جیسا جسم نَجاستوں سے، اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے، کہ اَربابِ عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے، اور تقوی وپرہیز گاری کی ترغیب دی جائے"[3]۔

سیّدُنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت... ایک ایمانی تقاضا

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدُنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر تمام اہلِ بیت کرام سے محبت، ہم اہلِ سنّت وجماعت کے عقائد وایمان کا حصہ ہے، ارشادِ باری تعالی

---

(١) پ ٢٢، الأحزاب: ٣٣.

(٢) "صحيح مسلم" باب فضائل أهل بيت النّبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ٦٢٦١، صـ١٠٦٧.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" صـ۷۸۰۔

ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى﴾[1] "اے حبیب آپ فرما دیجیے، کہ میں اس (خدمتِ دین اور احسان) پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا، سوائے قَرابت کی محبت کے!" یعنی میرے قریبی لوگوں سے محبت کرو!۔

حضرت سیّدُنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَنا دَارُ الحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا»[2] "میں علم کا گھر ہوں، اور علی اُس کا دروازہ ہیں" یعنی حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ، حضرت سیّدُنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی ہیں[3]۔ لہذا ان سے کامل محبت کے بغیر، کوئی مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ورثۂ علم سے حصہ نہیں پاسکتا۔

ایمان کی کسوٹی

حضرات محترم! سیّدُنا علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے محبت ایمان کی ایک کسوٹی ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حقیقی محبت ایمان والوں کی نشانی، اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بُغض وعداوَت نفاق کی علامت ہے، ایمان کی اس کسوٹی کو بیان کرتے ہوئے حضرت سیّدُنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (اور اس سے اناج اور نباتات اُگائے!) اور جس نے ہر جاندار کو پیدا کیا! حضور نبیٔ اُمّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مجھ سے عہد ہے: «أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ»[4] "کہ مجھ (علی) سے صرف ایمان والا ہی محبت کرے گا، اور مُنافق ہی مجھ سے عداوَت رکھے گا"۔

---

(١) پ ٢٥، الشُّورى: ٢٣.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الْمَناقِب، ر: ٣٧٢٣، صـ٨٤٧.

(٣) "المرقاة" كتاب المناقب والفضائل، تحت ر: ٦٠٩٦، ١٠/ ٤٦٩.

(٤) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٢٤٠، صـ٥٠.

میرے محترم بھائیو! سیّدُنا علی مرتضی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے محبت کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ ان کی شان بیان کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جائے، یا خلفائے ثلاثہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر اُن کو کُلّی طَور پر فَوقیت دی جائے، یا مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی محبت میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کسی پیارے صحابی کی شان میں توہین وتنقیص سے کام لیا جائے!۔

مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی برائی کرنے سے ممانعت

حضراتِ ذی وقار! موجودہ دَور میں کفر واِلحاد اور بددینی وگمراہی کے جس سونامی کا رُخ، مخصوص سازش کے تحت اسلامی ممالک کی طرف کیا جا رہا ہے، اس کی لپیٹ سے حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جیسی مقدّس ہستیوں کی عزّت وناموس بھی محفوظ نہیں رہی، یورپی ممالک میں سرکاری سطح پر گستاخانہ خاکوں کی نمائش کی جا رہی ہے، دَجّالی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے سرگرم، بعض پاکستانی ٹی وی چینلز (TV Channels) کے لائیو شوز (Live Shows) میں، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخیوں کو نشر کیا جا رہا ہے، اُمتِ مسلمہ کو باہم دست وگریبان کرنے کے لیے ففتھ جنریشن وار (Fifth Generation War) کا آغاز کیا جا چکا ہے، مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو کمزور کرنے کے لیے دشمن کے تھنک ٹینک (Think Tank) شب وروز سازشوں میں مصروف ہیں، یہود ونصاریٰ کی طرف سے باقاعدہ فنڈنگ (Funding) کے ذریعے مسلمانوں میں خارجی وہابیوں، تفضیلی شیعوں اور ختمِ نبوّت کے منکِر قادیانیوں کو پروموٹ (Promote) کیا جا رہا ہے!۔

یہی وجہ ہے کہ آج کوئی تفضیلی شیعہ اہلِ بیت سے محبت کے نام پر مبالغہ آرائی سے کام لے رہا ہے، تو کوئی خارجی وہابی سیّدُنا مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں ہرزہ

سرائی کرکے اپنے بُغض وعداوت کا اظہار کررہا ہے، ایسا کرنے والوں کے بارے میں خود حضرت سیّدُنا مولا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میرے بارے میں ارشاد فرمایا: «فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى، أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ، وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَ بِهِ» "تم میں حضرت عیسیٰ کی ایک مثال پائی جاتی ہے، جن سے یہود نے بُغض رکھا حتی کہ ان کی ماں پر تہمت تک لگاڈالی، جبکہ نصاریٰ نے اُن سے محبت کی یہاں تک کہ انہیں اُس درجہ میں پہنچادیا جواُن کا تھا ہی نہیں "یعنی انہیں خدا اور خدا کا بیٹا کہہ ڈالا!۔

پھر سیّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "میرے بارے میں دو ۲ قسم کے لوگ ہلاکت میں پڑیں گے: (۱) محبت میں حد سے آگے نکلنے والے، مجھے اُن اَوصاف سے بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں (جیسے رافضی شیعہ)، (۲) اور بُغض وعداوت رکھنے والے، جن کا بُغض انہیں اس بات پر اُبھارے گا کہ مجھ پر تہمت لگائیں "[1] (جیسے خوارج وہابیہ)۔

ایک اَور حدیث پاک میں سیّدُنا مولا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی برائی سے ممانعت کرتے ہوئے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَبَّ عَلِيّاً، فَقَدْ سَبَّنِي»[2] "جس نے علی کو بُرا کہا، اس نے مجھے بُرا کہا"۔

اسی طرح حضرت سیّدُنا عُروَہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ کسی نے امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے، حضرت سیّدنا علی المرتضی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بُرائی کی، اس پر حضرت سیّدُنا عمر نے حضور رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی قبر انور کی طرف

---

(١) "مسند الإمام أحمد" ر: ١٣٧٦، ١/ ٣٣٦، ٣٣٧.

(٢) المرجع نفسه، ر: ٢٦٨١٠، ١٠/ ٢٢٨.

اشارہ کر کے فرمایا: «أَتَعْرِفُ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ؟! هَذَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الله بْنِ عَبْدِ الـمُطَّلِبِ، لَا تَذْكُرْ عَلِيّاً إِلَّا بِخَيْرٍ؛ فَإِنَّكَ إِنْ تَنْقُصْهُ، آذَيْتَ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم»[1] "کیا تم اس قبر کے مکین کو جانتے ہو؟ یہ (ہمارے پیارے نبی) محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں! جب بھی علی کا ذکر کرو تو خیر کے ساتھ کرو؛ کیونکہ اگر تم حضرت علی کی اِہانت کروگے، تو اس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اَذیت ہوتی ہے!"۔

نیابتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضراتِ گرامی قدر! حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت مولا مشکل کشا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کس قدر محبت فرمایا کرتے، اس کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ متعدّد مواقع پر مصطفی جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدُنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔ ایک بار جب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر، مدینۂ منوّرہ میں اپنا نائب بناکر رخصت ہونے لگے، تو سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ مجھے آپ کے ساتھ جانا زیادہ پسند ہے، ارشاد ہوا: «أَوَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي»[2] "کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہو، جو موسیٰ کے ساتھ ہارون علیہما السلام کی تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام تیس ۳۰ راتوں کے وعدے پر حق سبحانہ وتعالیٰ سے کلام کرنے کے لیے گئے، تب حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام سے فرما گئے تھے کہ

---

(۱) "المرقاة" تحت ر: ٦١٠١، ١٠/ ٤٧٤.

(۲) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي إسحاق ...إلخ، ر: ١٥٣٢، ١/ ٣٧٥.

﴿اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي﴾[1] "میری قوم میں میرے بعد نَیابت کرنا!" یونہی ہم بھی جہاد کو تشریف لے جاتے ہیں، اور تمہیں پسماندوں پر اپنا خلیفہ اور نائب چھوڑتے ہیں، تو تمہاری ہماری نسبت اِس وقت بالکل ایسی ہوئی، جیسی اُس وقت موسیٰ وہارون کی، فرق اس قدر ہے کہ ہارون صرف نائب ہی نہیں تھے، بلکہ امامِ مستقل بھی تھے کہ خود بھی نبوّت رکھتے تھے، تم صرف نائب ہو، امامت بالاستقلال نہیں رکھتے؛ کہ ہمارے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں، جو بذاتِ خود والی ہو۔ یہ ہیں معنیٰ حدیث، اور اس کے سوا جو معنی اَوہام تراشیں، وہ ان پر مردود ہیں[2]۔

حدیث پاک سے روافض کا ایک غلط استدلال

عزیزانِ گرامی قدر! مذکورہ بالا روایت: «أَوَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى»[3] "سے رافضی شیعہ لوگ، سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں، حضرت امام نَوَوی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے، اس حدیث پاک کی شرح میں تحریر کرتے ہیں کہ "اس حدیث سے روافض، اِمامیہ اور شیعہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ، یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ خلافت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق ہے، اور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اس کی وصیت فرمائی تھی۔

قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں، کہ ان (شیعوں) کے مابین اس بات پر بھی

---

(١) پ٩، الأعراف: ١٤٢.

(٢) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الردوالمناظرۃ، رسالہ "مَطلع القمرَین" ۲۱/۱۰۳۔

(٣) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي إسحاق ...إلخ، ر: ١٥٣٢، ١/ ٣٧٥.

اختلاف ہے، کہ (معاذاللہ) تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کافر ہیں؛ کیونکہ ان حضرات نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو خلیفہ مان لیا، اور بعض روافض نے تو (تمام تر حدود پار کرتے ہوئے) اسی سبب سے مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بھی تکفیر کی؛ کہ انہوں نے اپنی خلافت کے لیے، دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے جنگ کیوں نہیں کی؟!"[۱]

ع
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ تھا وعدۂ اَزلی نہ منکِروں کا عَبَث بدعقیدہ ہونا تھا[۲]

اور یہ عقیدہ تو سارے روافض شیعہ کا ہے، کہ حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تقیّہ (بہانہ بازی اور بزدلی) کرکے دَب گئے، اور دیگر خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی (نعوذ باللہ!) حالانکہ شیر نہ تقیّہ کرتا ہے، نہ ہی مظلوم ہوتا ہے!۔ جبکہ روافض کا یہ استدلال بالکل غلط اور باطل ہے؛ کیونکہ اس حدیث شریف میں وقتی اور عارضی خلافت کا ذکر ہے، جو حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سفر پر روانگی کے وقت، اپنی حیاتِ طیّبہ میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عطا فرمائی تھی، جو سفر سے واپسی پر ختم ہوگئی، لہذا اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا!۔

خلافت بلافصل اور سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! رافضی شیعہ لوگ، سیّدُنا مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے خلافت بلافصل ثابت کرنے کے لیے، زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں، اور تمام علمی قواعد، ضوابط اور اُصول کو پیروں تلے روندتے ہوئے، موضوع مَن گھڑت اور ضعیف روایات، بطور دلیل وحجت پیش کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے، حالانکہ خود مولا

---

(۱) "شرح صحيح مسلم" للنَّوَوي، كتاب فضائل الصّحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ٦٢١٧، ١٥/ ١٧٤.

(۲) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، ص۳۸۔

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اَمر سے متعلق صراحۃً نفی فرما چکے ہیں۔

حضرت عَمرو بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حَسن روایت ہے، کہ جب امیر المؤمنین سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ جمل میں فتح یاب ہوئے، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا فِي هَذِهِ الْإِمَارَةِ شَيْئًا، حَتَّى رَأَيْنا مِنَ الرَّأْيِ أَنْ نَسْتَخْلِفَ أَبَا بَكْرٍ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ»[1]

"اے لوگو! نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اِمارت (خلافت) کے مُعاملے میں ہمیں کوئی وصیت نہیں فرمائی، ہم لوگوں نے اپنی رائے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا، اور انہوں نے دین کی اِقامت واستقامت فرمائی، حتی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرما گئے"۔

اس حدیث پاک میں ان رافضیوں کا رَد ہے، جو کہتے ہیں کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وصال شریف سے قبل، سیّدُنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت فرمائی تھی۔ مذکورہ بالا روایت میں امیر المؤمنین سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنفس نفیس خود اپنے لیے خلافتِ بلافصل کی، نہ صرف نفی فرما رہے ہیں، بلکہ سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطور خلیفہ انتخاب میں، اپنی رِضا و خوشی کا اظہار بھی فرما رہے ہیں!۔

علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات ممکن ہی نہیں تھی، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے وصیتِ خلافت ہوتے ہوئے وہ خود خلیفہ بن جاتے! بلکہ وہ تو یقیناً یہی پسند کرتے، کہ اگر اَمرِ خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کوئی وصیت ہوتی، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں!۔

---

(۱) "الاعتقاد" للبَيهقي، باب اجتماع المسلمين على بيعة أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه صـ۳۵۷. و"تاريخ الإسلام" للذّهبي، باب أنّ النبيَّ ﷺ لم يستخلف ولم يوصِ إلى أحدٍ بعينه ...إلخ، ۱/ ۵۸٤، ۵۸۵. [قال الذهبي:] "إسنادُه حسنٌ".

خلفائے راشدین میں باہمی اَفضلیت کی ترتیب

حضراتِ ذی وقار! رافضی تفضیلی شیعہ لوگ، مولائے کائنات سیّدُنا علی مرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خلفائے ثلاثہ (یعنی حضرات ابوبکر وعمر وعثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم) سے افضل جانتے مانتے ہی۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے کے بارے میں خود مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اِرشاد فرمایا: «لَا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي!»[1] "جو مجھے ابوبکر وعمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پر فضیلت دے گا، اسے مُفتری (جھوٹے) کی حد اسّی ۸۰ کوڑے لگاؤں گا!"۔

حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «لَا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ جَلْدًا وَجِيْعاً!»[2] "جو مجھے ابوبکر وعمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پر فضیلت دے گا، اسے دردناک کوڑے لگاؤں گا!"۔

میرے محترم بھائیو! ہمارے اَسلاف بھی تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور جمیع اُمّتِ مسلمہ پر، حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اَفضلیت کے قائل ہیں، جیسا کہ حضرت سالم بن ابی الجعد تابعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں، کہ میں نے امام محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی کہ "کیا حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سب سے پہلے اسلام لائے؟ فرمایا: نہیں، میں نے کہا کہ پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور سبقت لے گئے؟ یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے! فرمایا: یہ اس لیے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل ہیں"[3]۔

---

(۱) "فضائل الصحابة" للإمام أحمد، سُئل عن قول علي بن أبي طالب وغيره رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ۴۹، ۱/ ۸۳.

(۲) "كنز العمّال" كتاب الفضائل، فضل الشيخَين رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، حرف الفاء، ر: ۳۶۱۰۳، ۱۳/ ۹.

(۳) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب المَغازي، إسلام علي بن أبي طالب، ر: ۳۶۵۹۵، ۷/ ۳۳۸.

خلفائے راشدین میں باہمی اَفضلیت کے بارے میں، اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے، شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور اُن کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدُنا عثمانِ غنی اور پھر سیّدُنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضل ہیں"[1]۔

امام ابن حجر عَسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اہلِ سنّت وجماعت کا اس بات پر اِجماع واتفاق ہے، کہ خُلفائے رَاشدین میں افضلیت اُسی ترتیب سے ہے، جس ترتیب سے خلافت ہے"[2] یعنی سیّدُنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں، اُن کے بعد سیّدُنا عمر فاروق، پھر سیّدِنا عثمان غنی اور پھر سیّدُنا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضل ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توہین وتنقیص سے ممانعت

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدُنا مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت سروَر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صدق ووفا کے پیکر اور سرچشمۂ ہدایت ہیں، ان کا مقدّس وُجود، ظلمت کے اندھیروں میں ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحبتِ رسول کی برکت سے، اللہ رب العزّت کی بارگاہ میں، ان حضرات کو ایک خاص مقام حاصل ہے، یہ وہ خوش بخت نُفوس مقدّسہ ہیں، جنہیں دنیا ہی میں ان کے رب تعالی کی رضا، خوشنودی اور کامیابی کا پروانہ عطا ہوچکا۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ

---

(۱) "العقائد النَسَفيّة" صـ۱۷۲.

(۲) "فتح الباري" كتاب فضائل أصحاب النبي، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: «لو كنتُ متخذاً خليلا» ر: ۳۶۷۳، ۷/ ۳٤.

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾(۱) "اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار، اور جو بھلائی کے ساتھ پیرو کار ہوئے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور اُن کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغات، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے"۔ لہذا جو بد نصیب ان حضرات کی توہین کرے، وہ بدبخت اور مذکورہ بالا حکمِ الٰہی کا مخالف ہے!۔

احادیث نبویہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مُعاملے میں، اللہ عزّوجلّ سے ڈرنے، اور انہیں ہدَفِ تنقید بنانے کی خاص طَور پر، ممانعت فرمائی گئی ہے۔ امام ترمذی نے حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مغفّل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي! لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضاً بَعْدِي! فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَه!»(۲) "اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے مُعاملہ میں اللہ سے ڈرو! انہیں میرے بعد ہدَفِ تنقید نہ بنانا؛ کیونکہ جس نے اِن سے محبت کی، تو میری محبت کی بنا پر کی، اور جس نے اِن سے عداوت رکھی، تو مجھ سے عداوَت کی بنا پر اِن سے عداوت رکھی! جس نے ان کو اِیذاء دی اس نے مجھے اِیذاء دی، اور جس نے مجھے اِیذاء دی اُس نے اللہ تعالی کو اِیذاء دی، اور جس نے اللہ تعالی کو اِیذاء دی، عنقریب اللہ تعالی اس کی سخت پکڑ فرمائے گا!"۔

(۱) پ ۱۱، التوبة: ۱۰۰.
(۲) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب في من سبّ أصحاب النّبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ۳۸۶۲، صـ۸۷۲. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب".

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر سبّ وشتم (بُرا کہنے) سے ممانعت کرتے ہوئے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي! فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَق مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلاَ نَصِيفَهُ!»[1] "میرے کسی صحابی کو گالی مت دو (بُرا مت کہو)؛ کیونکہ کہ اگر تم اُحُد پہاڑ برابر بھی سونا خیرات کر ڈالو، تب بھی تمہارا ثواب، میرے کسی صحابی کے، ایک مُد[2] یا اس کے آدھے تک بھی نہیں پہنچ سکتا!"۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ! فَلَمَقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَه!»[3] "محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ کو بُرا مت کہو؛ کیونکہ ان کے عمل کا ایک لمحہ، تمہارے عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے!"۔

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري، ر: ١١٦٠٨، ١٨/ ١٥٢. و"صحيح البخاري" كتاب أصحاب النبيّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم، باب، ر: ٣٦٧٣، صـ٦١٧. و"صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سبّ الصحابة رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُم، ر: ٦٤٨٧، صـ١١١٣.

(٢) "مُد": پُرانے زمانے کا ایک پیمانہ۔ موجودہ زمانے کے رائج پیمانوں کے مطابق، ایک محتاط اندازے کے حساب سے، اس کا وزن تقریبًا 839.808 گرام کے برابر ہے۔ [حضرت علّامہ مفتی محمد صالح صاحب، شیخ الحدیث مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف]

(٣) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب الفضائل، ما ذكر في الكف عن أصحاب النبي صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم، ر: ٣٢٤١٥، ٦/ ٤٠٥. و"فضائل الصّحابة" للإمام أحمد، ر: ١٥، ١/ ٥٧. و"سنن ابن ماجه" افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، فضل أهل بدر، ر: ١٦٢، ١/ ٥٧. هذا إسنادٌ صحيح، رجالُه ثِقات.

ایک اَور روایت میں ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إنّ اللهَ اختارَنِي واختارَ لي أصْحابِي، فَجَعَلَ لي منهمْ وُزَراءَ وأصهاراً وأنصاراً، فَمَن سَبَّهُمْ فعَلَيه لَعْنَةُ الله والمَلائِكَةِ والنّاسِ أجْمَعِين! لَا يَقْبَلُ اللهُ منهُ صَرفاً وَلَا عَدلاً!»(۱) "اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا، اور میرے لیے میرے اصحاب کا انتخاب فرمایا، اور ان میں میرے لیے وزراء، سُسرالی رشتہ دار اور مدد گار بنائے، توجو انہیں گالی دے (بُرا کہے)، اُس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے! اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی فرض قبول فرمائے گا، نہ کوئی نفل!" ع

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی ۔۔۔ اُن سب اہلِ محبّت پہ لاکھوں سلام(۲)

برادرانِ اسلام! حضراتِ شیخین کریمین، یعنی سیّدُنا ابو بکر و عمر اور سیّدُنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، یہ سب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سُسرالی رشتہ دار ہیں، انہیں برا کہنے یا گالی دینے والے پر، اللہ ورسول سمیت کُل کائنات کی لعنت ہے، رافضی، تفضیلی شیعہ حضرات، مذکورہ بالا فرمانِ رسول کی روشنی میں، اپنے طرزِ عمل اور عقائد ونظریات پر خوب غَور وفکر کرکے اپنی اصلاح کی کوشش کریں، اور ان حضراتِ مقدّسہ پر سبّ وشتم (گالی گلوچ) سے باز آئیں!۔

---

(۱) "السُنّة" باب في ذكر الرافضة أذلّهم الله، ر: ۱۰۰۰، الجزء ۲، صـ۴۸۳.
و"مُستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، ذكر عويم بن ساعدة، ر: ۶۶۵۶، ۳/ ۷۳۲. [قال الحاكم:] "هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه". [وقال الذهبي:] "صحيح".

(۲) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، صـ۲۲۔

میرے محترم بھائیو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ آجکل صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخیوں کا سلسلہ بڑی تیزی سے بڑھتا جارہا ہے! رَافضی وناصبی سوچ کے حامل بعض افراد، حضرات صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے مابین اجتہادی نَوعیت کے حامل چند ایشوز (Issues) کو بنیاد بنا کر، ان مقدّس ہستیوں کی توہین وتنقیص کے مرتکِب ہورہے ہیں، اپنی آخرت برباد کررہے ہیں، حالانکہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان حضرات صحابہ کو مؤمن قرار دیا، حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «تَكُونُ فِي أُمَّتِي فِرْقَتَانِ، فَتَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ، يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ!»[1] "میری اُمّت دو ۲ جماعتوں میں تقسیم ہوجائی گی، اور ان میں ایک گروہ نکلے گا، جو جماعت اس گروہ کو قتل کرے گی، وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی!" (اور فریقِ ثانی بھی باطل نہیں، بلکہ مغفور ہے)۔

اس حدیث پاک کی شرح میں امام نوَوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حق پر تھے، اور حضرت مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گروہ نے اجتہادی تاویل کے ساتھ اُن پر بغاوت کی تھی۔ اسی حدیث پاک میں یہ صراحت بھی ہے، کہ دونوں گروہ مؤمن ہیں، اور اس جِدال وقِتال کے سبب، وہ لوگ ایمان سے خارج نہیں ہوئے، نہ فاسق ہوئے، یہی ہمارا اور ہمارے مُوافقین کا مذہب ہے"[2]۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ر: ۲٤٥۹، صـ٤۳۲.

(۲) "شرح صحيح مسلم" كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ر: ۲٤٥۹، ۷/۱٦۸.

مُشاجراتِ صحابہ سے متعلق اہلِ سنّت کا عقیدہ

عزیزانِ محترم! اہلِ سنّت وجماعت کے نزدیک تمام صحابہ عادِل، جنّتی اور واجب الاحترام ہیں، اجتہادی اختلافِ رائے کی بنیاد پر ان کے باہمی مُشاجَرات واختلافات پر، کسی کو لَب کشائی کرکے، ان کی شان میں ہرزہ سرائی یا بے اَدبی کی ہرگز اجازت نہیں! صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عدالت وباہمی اختلافات کے بارے میں، مسلک حق اہلِ سنّت وجماعت کے چند اکابر کے اَقوال ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام ابو الحسن اَشعری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی ارشاد فرماتے ہیں کہ "ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے محبت رکھتے ہیں! اور ان کے درمیان ہونے والے اختلافات کے بارے میں، اپنی زبان بند رکھتے ہیں!"[1]۔

(۲) علّامہ شہاب الدین خفاجی، عدالتِ صحابہ سے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ "تمام صحابہ عادِل ہیں، جیساکہ حدیث پاک میں ہے کہ «خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ»[2] "تمام زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر ان کا زمانہ جنھوں نے مجھے دیکھا، پھر ان کا زمانہ جنھوں نے مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا"۔ اسی سبب سے امام الحرمین (ابو المعالی عبد الملک بن امام ابو محمد عبد اللہ بن یوسف جُوینی شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم) نے چھوٹے بڑے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عدالت پر اِجماع واتفاق نقل فرمایا"[3]۔

---

(١) "الإبانة عن أصول الدِّيانة" مقدّمة المصنّف، فصل في إبانة ...إلخ، صـ١٠.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور إذا أشهد، ر: ٢٦٥٢، صـ ٤٢٩. و"صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثمّ الذين يلونهم، ثمّ الذين يلونهم، ر: ٦٤٦٩، صـ١١١٠.

(٣) "نسيم الرياض" القسم ٢، الباب ٣، تحت قوله: في أصحابي كلّهم خير، ٤/ ٥١٩.

(۳) امام عبد الوہّاب شَعرانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی صحابہ سے متعلق، عقیدۂ اہلِ سنّت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس بات کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، کہ صحابۂ کرام عند اللہ ماجور (اجر وثواب کے مستحق) ہیں، اور باتفاقِ اہلِ سنّت تمام صحابہ عادِل واہلِ انصاف ہیں، چاہے وہ ان فتنوں میں مبتلا ہوئے، یا ان سے کنارہ کشی اختیار فرمائی!"[1]۔

(۴) امام ابن حجر ہیتمی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ "جان لو! کہ اہلِ سنّت وجماعت کا اس بات پر اِجماع واتفاق ہے کہ "تمام مسلمانوں پر واجب ہے، کہ سارے صحابۂ کرام کو عادل جانتے ہوئے، انہیں پاک صاف جانیں! اور ان حضرات مقدّسہ پر طعنہ زَنی سے باز رہیں!""[2]۔

(۵) علّامہ عبد العزیز پُرہاروی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ "اہلِ سنّت اس بات کے قائل ہیں، کہ حق حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ہے، اور جن لوگوں نے ان سے لڑائی کی، وہ ان کی اپنی اجتہادی خطا (اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقابلے میں اُن کی چُوک) تھی، اور وہ بھی شرعًا معذور تھے، اور یقینًا دونوں فریق عادِل وصالح ہیں، اور احادیثِ مشہورہ میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی تعریف وتوصیف، اور انہیں بُرا کہنے سے ممانعت والی مشہور احادیث کی بناء پر، ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن وتشنیع جائز نہیں"[3]۔

میرے دوستو بھائیو اور بزرگو! سیِّدُنا علی مرتضیٰ ہوں یا سیِّدُنا امیر مُعاویہ، یا پھر دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم، سب قابلِ عزّت واحترام ہیں، ان حضرات کے پاکیزہ دل دنیاوی مال

---

(۱) "اليواقيت والجواهر" المبحث ٤٤ في بيان وجوب الكفّ ...إلخ، ٢/ ٤٤٤.

(٢) "الصواعق المحرقة" الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السُنّة ...إلخ، ٢/ ٦٠٣.

(٣)"النبراس شرح شرح العقائد النَسَفيّة" توجيه محاربات الصحابة، صـ٣٠٧.

ومتاع اور حرصِ اقتدار سے پاک ہیں، بعض مُعاملات میں ان سے غیر اِرادی طور پر، کچھ اجتہادی لغزشیں ضرور سرزد ہوئیں، لیکن ان لغزشوں اور بھول چُوک کو بنیاد بنا کر، ہمیں اس بات کی قطعًا اجازت نہیں، کہ ان حضراتِ مقدّسہ سے متعلق کسی بھی طرح کے نازیبا کلمات زبان پر لائیں؛ کیونکہ ایسا کرنا ہماری اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادِف ہے!۔

یومِ سیّدُنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حالات کا تقاضا

حضراتِ ذی وقار! مسلمانانِ عالَم ہر سال تیرہ ۱۳ رجب المرجب کو، امیر المؤمنین سیّدُنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یومِ ولادت کے طَور پر بڑی عقیدت واحترام سے مناتے ہیں، اس موقع پر محافلِ ذکر ونعت کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے، اس سلسلے میں بڑے بڑے شعلہ بیاں مقرّرین اور پروفیشنل (Professional) نعت خوانوں کو چند گھنٹوں کے لیے باقاعدہ لاکھوں روپے کی ادائیگی کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، مختلف مقامات پر نذر ونیاز کا بھی اہتمام ہوتا ہے، لیکن اس کے باوُجود ہمارے مُعاشرے میں رافضیت، تفضیلیت اَور ناصبیت کی جڑیں مزید گہری اور مضبوط ہوتی جا رہی ہیں، بدمذہبی بڑھتی جا رہی ہے، لوگ گمراہ ہو رہے ہیں، اَور اب تو نَوبت یہاں تک آ پہنچی، کہ بڑے بڑے نامور علماء ومشائخ اور سادات بھی گمراہی کے اس سیلاب میں بہتے چلے جا رہے ہیں!۔

لہذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ "یومِ سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" یا دیگر بزرگانِ دین کے ایّام پر، لاکھوں روپے پیشہ وَر مقرّرین، گلوکاروں، گویّوں اور میراثی نما نوٹ خوانوں پر لُٹانے کے بجائے، اہلِ سنّت وجماعت کے دینی وتعلیمی اداروں پر صَرف کریں، ان پر اِنویسٹ (Invest) کریں، اپنا سرمایہ اپنی قوم کو ایجوکیٹ (Educate) کرنے میں صَرف کریں؛ کہ اس میں صدقۂ جاریہ بھی ہے، اور قوم کی ترقی بھی!۔

عزیزانِ مَن! یہی تعلیمی ادارے صحابہ واہلِ بیتِ کرام، خصوصًا مولائے کائنات حضرت سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات کو فروغ دے رہے ہیں، جب یہ ادارے زیادہ مضبوط ہوں گے، تو زیادہ مؤثر انداز سے بزرگوں کی تعلیمات کو عام کریں گے، نیز اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہو گا کہ رافضیوں، خارجیوں اور ناصبیوں کو پسِ پردہ فنڈنگ (Funding) کرکے، مسلمانوں میں تفرِقہ بازی کو عام کرنے والے، یہود ونصاریٰ کی سازشوں کا مقابلہ کرنے میں بھی مدد ملے گی!۔

اس کے علاوہ اپنی محافل میں خطاب کے لیے صرف مُستند علمائے دین کو دعوت دیں؛ تاکہ وہ قصّے کہانیاں سنا کر آپ کا وقت ضائع کرنے کے بجائے، آپ کو صحابۂ کرام واہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق، اہلِ سنّت وجماعت کے مُسلَّمہ عقائد ونظریات سے آگاہی دیں، اور تیزی سے بڑھتی ہوئی رافضیت، تفضیلیت، ناصبیت، اور خارجیت کا سدِّباب کیا جاسکے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں تمام صحابۂ کرام، بالخصوص سیّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ پاک پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، دینِ متین کے لیے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ عطا فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت میں مزید اضافہ فرما، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہمی اجتہادی اختلافات پر ہمیں خاموشی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، تمام رافضیوں، خارجیوں اور ناصبیوں کو ہدایت عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

مطالعہ کی اہمیت

(جمعۃ المبارک ۱۲ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۲/۲۶ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

انسان کا بنیادی فریضہ

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام میں علم اور تحصیلِ علم کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، تحصیلِ علم عبادت سے افضل ہے، ایک گھڑی علم حاصل کرنا ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے، علم وہ صدقۂ جاریہ ہے جس سے مرنے کے بعد بھی انسان کو نفع پہنچتا رہتا ہے، علم کی مجالس میں شرکت گویا جنّت کے باغات میں بیٹھنے کے مترادِف ہے، حُصولِ علم اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ میں اتنا پسندیدہ عمل ہے، کہ اس غرض سے کسی راستے پر چلنے والے کے لیے، اللہ تعالی جنّت کا راستہ آسان فرمادیتا ہے، علم وہ عظیم صفت ہے کہ اس کی بدَولت انسان اَشرف المخلوقات ٹھہرا، جبکہ اور علم حاصل کرنے کے لیے کتابوں کا مطالعہ ایک اہم ذریعہ ہے۔

مطالعۂ کتب اور روحانی وفکری اِرتقاء

حضراتِ محترم! کسی بھی قوم کی تعمیر، ترقی اور رُوحانی وفکری اِرتقاء میں علم کا اہم ترین عمل دخل ہوتا ہے، جبکہ حصولِ علم کا ایک اہم ذریعہ مطالعۂ کتب بھی ہے۔ وسیع اور دقیق مُطالعہ کے بغیر انسان کا ذہن، اِدراک کی اس سطح تک رَسائی نہیں پاسکتا، جہاں سے وہ مفید ومضر، اور اعلیٰ وادنی کے درمیان فرق جان سکے، دینی مدارس، اسکول، کالجز (Colleges) اور یونیورسٹیز (Universities)، طالبِ علم کو علم ودانش کی دہلیز پر لاکھڑا کرتے ہیں، لیکن علم کی طلب کا اصل سفر اس کے بعد شروع ہوتا ہے، جو ایک طالبِ علم کو اپنے شَوق اور ذَوقِ مطالعہ سے پورا کرنا ہوتا ہے۔

حضراتِ گرامی قدر! ربِ کائنات نے انسان کو عقل وشُعور سے نوازا ہے، جبکہ عقل وشُعور کی نشوونما کے لیے مطالعۂ کتب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جس طرح غذا صحت کے لیے ناگزیر ہے، اسی طرح روحانی اور فکری اِرتقاء کے لیے مطالعہ کی بڑی اہمیت اَور ضرورت ہے، جس طرح غذا کے بغیر ہمارا جسم لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے، ویسے ہی مطالعہ کے بغیر انسانی عقل وشُعور پر بھی جُمود وزَوال طاری ہو جاتا ہے۔

بزرگانِ دین کا ذَوقِ مطالعہ

حضراتِ گرامی قدر! علم وتحقیق کے اعلی مرتبے پر فائز ہوکر، دنیا سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے والے، ہر شخص کی کامیابی کا راز مطالعہ کی کثرت ہے، حصولِ علم اور مطالعہ کے بغیر کسی بھی میدان میں حقیقی کامیابی ممکن نہیں، اس حوالے سے ہمارے سَلَف صالحین اور اکابر علمائے امّت کا طرزِ عمل اپنی مثال آپ ہے، ان حضرات کا ذَوقِ مطالعہ بے مثال وبے حساب تھا، وہ بھرپور طریقے سے نہ صرف خود

مطالعہ کرتے، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے، ان حضرات کے مطالعہ کی عادت بہت پختہ تھی، وہ اپنا وقت اِدھر اُدھر کے فضول کاموں میں گزارنے کے بجائے، شب وروز مطالعۂ کتب میں مصروف رہا کرتے۔

حضرت سیّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کس قدر کثرت سے مطالعہ فرمایا کرتے، اس بارے میں بیان کرتے ہوئے خود اِرشاد فرماتے ہیں کہ "مجھ پر چالیس ۴۰ سال اس حال میں گزرے، کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی"[۱]۔

مشہور محدِّث امام زُہری رحمۃ اللہ تعالی علیہ مطالعہ کا اس قدر ذَوق وشَوق رکھتے تھے کہ "ہر وقت ان کے اِرد گرد کتابوں کا اَنبار لگا رہتا، نیز مطالعہ کرنے میں اس قدر مگن رہتے، کہ انہیں آس پاس کی کوئی خبر نہ رہتی، ان کی زوجۂ محترمہ ایک دن کہنے لگیں کہ اللہ کی قسم! یہ کتابیں مجھ پر ۳ سوکنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں"[۲]۔

حصولِ علم اور ذَوقِ مطالعہ کے حوالے سے حضرت ابو خازِم رحمۃ اللہ تعالی علیہ، امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نواسے سے نقل کرتے ہیں، کہ میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ گھر میں نانا جان کے معمولات کیا تھے؟ میری والدہ نے بتایا کہ میرے لختِ جگر! اللہ کی قسم! امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس گھر میں ہوتے، اور ان کے گرد وپیش کتابوں کا ڈھیر ہوا کرتا تھا (یعنی ان کا مشغلہ صرف کتب بینی اور مطالعہ وتحریر تھا، دَورانِ مطالعہ) میں نے ان سے کوئی لفظ نہیں سنا، اور اگر بوقتِ ضرورت کوئی بات کرنا چاہتے، تو وہ بھی صرف اَبروؤں (Eyebrows) اور اُنگلی کے اشارے سے کرلیا کرتے تھے"[۳]۔

---

(۱) "جامع بيان العلم وفضله" باب في فضل ...إلخ، ر: ۲٤۲٦، ۲/ ۱۲۲۷.
(۲) "وفيات الأعيان" حرف الميم، ر: ٥٦۳- الزهري، ۲/ ۳۱۸.
(۳) "بُلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشّيباني" صـ۷.

قاضیٔ حرمین اور مشہور مؤرِّخ حضرت زبیر بن بَکّار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کس قدر کثرت سے مطالعہ فرماتے تھے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایک بار آپ کی بھانجی نے آپ کی زوجۂ محترمہ سے کہا، کہ ماموں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہیں، نہ ہی آپ پر سوکن لائے، اور نہ ہی کسی باندی کی چاہت رکھتے ہیں، اس پر آپ کی زوجۂ محترمہ نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ کتابیں مجھ پر تین ۳ سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں[۱]۔

مشہور محدِّث امام بخاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پوچھا گیا کہ حافظے کی دوا کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "کتابوں کا مطالعہ کرتے رہنا، حافظے کی مضبوطی کے لیے بہترین دوا ہے!"[۲]۔

امام مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مطالعہ میں دلچسپی اور اِنہماک کا یہ عالَم تھا، کہ ایک بار کتبِ احادیث میں ایک حدیث شریف کی تلاش میں، اس قدر مستغرق ہوئے کہ گرد و پیش کی کچھ خبر نہ رہی، آپ کے قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا تھا، حدیث شریف کی تلاش کے دَوران ایک ایک کھجور اٹھا کر کھاتے رہے، اور اس کی مقدار کی طرف آپ کی بالکل توجہ نہ گئی، یہاں تک کہ سارا ٹوکرا خالی ہوگیا، اور غیر ارادی طور پر اتنی زیادہ کھجوریں کھالینا ہی آپ کی وفات کا سبب بن گیا[۳]۔

حضرت ابنِ عقیل حنبلی بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ چھٹی صدی ہجری کے ایک بہت بڑے عالمِ دین گزرے ہیں، آپ کے ذَوقِ مطالعہ کا یہ عالَم تھا، کہ آپ مطالعہ کے لیے اپنا

---

(١) "أخبار الظراف والمتماجنين" الباب الثاني، صـ١٤٧.

(٢) "جامع بيان العلم وفضله" باب في فضل ...إلخ، ر: ٢٤١٤، ٢/ ١٢٢٧.

(۳) "تذکرۃ المحدّثین" وصال، ص۲۲۶۔

وقت بچانے کی غرض سے، روٹی کے بجائے اس کا چُورہ پانی میں بھگو کر کھا لیتے؛ تاکہ توڑ توڑ کر روٹی چبانے میں جو وقت صَرف ہوتا ہے، اسے مطالعہ کے لیے بچایا جاسکے[1]۔

برادرانِ اسلام! حضرت علّامہ عبد الرحمن ابن جَوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحدیثِ نعمت کے طور پر، اپنا ذَوقِ مطالعہ بیان فرماتے ہیں کہ "میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سَیر نہیں ہوتی، جب کسی کتاب پر نظر پڑ جاتی، تو ایسا لگتا کہ کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے، اگر میں اپنے مطالعے کے بارے میں حق بیان کرتے ہوئے یہ کہوں، کہ میں نے زمانۂ طالب علمی میں بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، تو شاید میرا مطالعہ زیادہ ہوگا! مجھے ان کتابوں کے مُطالعہ سے اَسلاف کے حالات واَخلاق، ان کا قوّتِ حافظہ، ذَوقِ عبادت اور علومِ نادرہ کا ایسا علم حاصل ہوا، جو اِن کتابوں کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا تھا!"[2]۔

حضرت شیخِ محقق عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطالعہ میں اس قدر مستغرق ہو جاتے کہ "دَورانِ مطالعہ کبھی کبھی سر کے بال اور عمامہ شریف وغیرہ، چراغ سے چُھو کر جَل جاتے، لیکن مطالعے میں مگن ہونے کے سبب انہیں پتا نہیں چلتا تھا!"[3]۔

امام اہل سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شَوقِ مطالعہ کا یہ عالَم تھا، کہ اپنے اساتذۂ کرام سے کبھی کوئی کتاب چَوتھائی حصے سے زیادہ نہ پڑھی، بلکہ چَوتھائی کتاب اساتذہ صاحبان سے پڑھنے کے بعد، بقیہ ساری کتاب کا نہ صرف خود مطالعہ فرما لیتے، بلکہ اسے یاد کر کے سنا بھی دیتے تھے[4]۔ آپ کے ذَوقِ علمی کا مزید اندازہ اس بات

---

(١) انظر: "ذَيل طبقات الحنابلة" وفيات المئة السادسة، ١/ ٣٢٥.

(٢) "صَيد الخاطر" هِمم القدماء من العلماء، ر: ١٤٨٣، صـ٤٥٤.

(۳) دیکھیے: "اَشعۃ اللمعات" (اردو) مقدّمہ، ۱/۷۳۔

(۴) دیکھیے: "حیاتِ اعلیٰ حضرت" تعلیم، ۱/۱۱۴۔

سے بھی لگایا جاسکتا ہے، کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عربی زبان میں "العقود الدرّیہ" جیسی مشہور اور ضخیم کتاب، صرف ایک رات میں مطالعہ فرمالی۔

مطالعہ کے ظاہری وباطنی فوائد

عزیزانِ محترم! علم حاصل کرنے کے لیے، مطالعہ ایک بہترین ذریعہ ہے، اس کی اہمیت واِفادیت اس قدر زیادہ ہے، کہ اسے کما حقّہ بیان نہیں کیا جاسکتا، مطالعہ کی برکت سے انسانی عقل وشُعور میں اضافہ ہوتا ہے، حیاتِ فانی میں عزّت، اور حیاتِ دَائمی میں اَبدی سُکون نصیب ہوتا ہے، مطالعہ کی عادت انسان کو غم اور بے چینی سے نَجات دیتی ہے، سستی اور کاہلی قریب نہیں آتی، اس کی برکت سے انسان کی تحریری صلاحیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے، انسان کی گفتگو میں شائستگی اور تہذیب کا رنگ جھلکتا ہے، مطالعۂ کتب ذہنی تناؤ میں کمی لاکر، انسان کے دماغ کو پُرسکون بناتا ہے، انسان کی قوّتِ فیصلہ اور اِدراک کی صلاحیت پروان چڑھتی ہے، فضول، لغو اور بے جا (فضول) اُمور سے نَجات ملتی ہے، قلبی وذہنی پاکیزگی اور آسودگی نصیب ہوتی ہے، غور وفکر اور تخیُّلات میں وُسعت آتی ہے۔

میرے بھائیو! مطالعہ انسان کو فَصاحت وبلاغت عطا کرتا ہے، اس کی بدَولت انسان بلند خیالی اور بصیرت کی صفت سے آراستہ ہوتا ہے، مطالعہ انسان کو اپنی ذات سے رُوشناس کراتا، اور حصولِ علم کی جانب مائل کرتا ہے، دنیا بھر کے نت نئے اُمور سے آگہی بخشتا ہے، دلچسپ نِکات اور حیرت میں ڈالنے والے حقائق بتاکر، دل ودماغ کو فرحَت بخشتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج مطالعہ کا ذَوق وشَوق ناپید ہوتا جارہا ہے! اس کے سبب ہمارے مُعاشرے میں جہالت عام ہورہی ہے، بدامنی وبے چینی میں اضافہ ہورہا ہے، جھوٹ، غیبت، چغلی، حسد، وعدہ خلافی، ظلم وزیادتی اور ناانصافی جیسی

برائیاں، ہمارے اَخلاقیات کا جنازہ نکال رہی ہیں! جس کے سبب دنیا بھر میں جرائم کی شرح خطرناک حد تک بڑھتی جا رہی ہے!۔

اُمّتِ مسلمہ کے زوال کا ایک بنیادی سبب

میرے دوستو، بزرگو اور بھائیو! جس مُعاشرہ سے مطالعہ کا ذَوق اور دلچسپی ختم ہو جائے، وہاں علم کی راہیں مَسدود ہو جاتی ہیں، اور مغلوبیت ان کا مقدّر ٹھہرتی ہے! آج امّتِ مسلمہ کا زوال اس کی واضح مثال ہے، جیسے جیسے ہم لوگ علم کی چاشنی سے محروم ہوتے گئے، ذِلّت ورُسوائی ہمارا مقدّر بنتی چلی گئی!۔

حصولِ علم اور مطالعہ کے جدید ذرائع

حضراتِ گرامی قدر! موجودہ دَور سائنس (Science)، ٹیکنالوجی (Technology) اور انٹرنیٹ (Internet) کا دَور ہے، ماضِی کی بہ نسبت آج حصولِ علم اور مطالعہ کے بہت سے ذرائع ہر شخص کی دَسترس میں ہیں، آج آپ کسی بھی موضوع پر کوئی دینی یا سائنسی کتاب کا مُطالعہ کرنا چاہیں، یا کسی جدید تحقیق سے آگاہی چاہتے ہوں، تو انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعے باآسانی تلاش کرکے پڑھ سکتے ہیں، یا بالکل مفت ڈاؤن لوڈ (Download) کرکے اپنے کمپیوٹر (Computer) میں محفوظ بھی کرسکتے ہیں، لیکن اتنی زیادہ سہولیات کے باوُجود ہماری اکثریت اپنے علم میں اضافے کے لیے، کسی اچھی کتاب کا مطالعہ کرنے کے بجائے، فلمیں ڈرامے اور سوشل میڈیا (Social media) پر فحاشی وبے حیائی پر مبنی ویڈیوز (Videos) دیکھنے میں، اپنا قیمتی ترین وقت ضائع کر رہی ہے! طلباء تو رہے ایک طرف، اساتذۂ کرام (Teachers) جنہیں روحانی باپ کا درجہ حاصل ہے، آجکل وہ بھی

کلاس روم (Class Room) میں "مطالعہ کی اَہمیت" پر لیکچر (Lecture) دینے کے بجائے، ویڈیو گیمز (Video Games) کھیلنے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں! جبکہ مطالعہ کی عادت نہ ہونے کے سبب، ہماری معلومات کا دائرہ اس قدر محدود ہو چکا ہے، کہ آج ہم اپنے مقصدِ تخلیق سے بھی ناواقف ہوتے جا رہے ہیں!۔

مطالعہ کا ذَوق ناپید ہونے کی بعض وُجوہ

میرے محترم بھائیو! مطالعہ کا ذَوق ناپید ہونے کی متعدّد وُجوہ ہیں، جن میں سے ایک اہم وجہ مُعاشرے میں رُونما ہونے والی وہ تبدیلی ہے، جس کے باعث ہر ایک پر کم وقت اور کم محنت میں، زیادہ سے زیادہ دَولت کمانے کی دُھن سوار ہے۔ یوٹیوب (Youtube) اور ٹک ٹاک (Tiktok) جیسے فضول اور لایعنی اُمور میں مصروف طلباء وطالبات نے، جنرل نالج (General Knowledge) کو چھوڑ کر خود کو صرف نصابی کتب اور ان کے نوٹس (Notes) تک محدود کر لیا ہے۔ سرکاری اسکولوں میں لائبریریز (Libraries) کا نام ونشان تک نہیں رہا۔ کالجز (Colleges) اور یونیورسٹیز (Universities) کو مناسب لائبریری فنڈز (Library Funds) جاری نہیں کیے جاتے، اور اگر فنڈز جاری ہو بھی جائیں، تو کرپشن (Corruption) کی نذر ہو جاتے ہیں! اچھے خاصے پڑھے لکھے اور محققانہ صلاحیت کے حامل افراد بھی، اب اپنا قیمتی وقت مطالعہ میں صرف کرنے کے بجائے، سوشل میڈیا (Social Media) پر منفی سرگرمیوں (Negative Activities) میں ضائع کرتے دکھائی دیتے ہیں!۔

عزیزانِ محترم! ہماری وزارتِ تعلیم بھی اس سلسلے میں کوئی جامع منصوبہ بندی، اور حکمتِ عَملی اپناتی نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ ہمارے جامعات سے ڈگری

ہولڈرز(Degree Holder)طلباء تو نکل رہے ہیں، لیکن ان میں تعلیم یافتہ افراد پیدا نہیں ہورہے! البتہ دینی مدارس کا حال قدرے بہتر ہے، وہاں مفید کتب پر مشتمل بڑی بڑی لائبریریز (Libraries) موجود ہیں، وہاں طلباء میں مطالعہ کا رجحان بھی کافی حد تک پایا جاتا ہے، عموماً آدھی آدھی رات تک طلباء مطالعہ کرتے دکھائی دیتے ہیں، ان طلباء کی جنرل نالج (General Knowledge) ہمارے کالجز اور یونیورسٹیز (Colleges and universities)کے طلباء سے کہیں زیادہ اور بہتر ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں یورپی ممالک میں آج بھی کتاب سے دوستی، اور اس سے محبت برقرار ہے، یہی وجہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ضروری کتب اور ان کا مطالعہ کرنے والے آج بھی ہر گھر میں موجود ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کتاب ان کی ضروریاتِ زندگی میں سے ایک ہے، جبکہ ہمارے ہاں گھریلو لائبریری کا تو تصوُر ہی مفقود ہوتا جارہا ہے!۔

مطالعہ کا ذَوق کیسے پیدا کیا جائے؟

حضراتِ گرامی قدر! کتاب سے دوستی کو اپنے آپ پر لازم کیجیے، اس کی دوستی ہمیں ہمیشہ فائدہ ہی دے گی، نقصان کبھی نہیں دے گی، حضرت عبد اللہ بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالی علیہ کا فرمان ہے کہ "میں نے قبر سے زیادہ واعظ (نصیحت)، کتاب سے زیادہ دلچسپ دوست، اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی کسی کو نہیں پایا!"[1]۔

* اگر ہم "کتاب دوستی" کے ذریعے مطالعہ کی عادت بنانا چاہتے ہیں، تو سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے، کہ جو کتاب ہم پڑھنے کے لیے منتخب کررہے ہیں، اس کے پڑھنے کا عمل نہایت ہی دلچسپ ہو؛ کیونکہ اگر آپ کوئی بہت ہی مشکل کتاب

---

(١) "جامع بيان العلم وفضله" باب في فضل ...إلخ، ر: ٢٤٢٥، ٢/ ١٢٢٧.

لے کر بیٹھے ہیں، یا باَمرِ مجبوری مطالعہ کر رہے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صرف ایک فار میلٹی (Formality) پوری کر رہے ہیں، ایسا کرنے سے تو بہتر ہے کہ آپ مطالعہ کے چکر سے نکلیں، اور کسی ایسے کام میں لگ جائیں جو آپ واقعی کرنا چاہتے ہوں!۔

* اپنے اندر مطالعہ کی عادت کو راسخ اور پختہ کرنے کے لیے، سب سے پہلے اپنے فارغ اوقات میں سے مطالعہ کے لیے، کوئی خاص وقت معیّن کیجیے، اور اس متعیّن وقت میں روزانہ ہر حال میں مطالعہ کو یقینی بنائیے!۔

* عزیزانِ من! آپ جہاں بھی جائیں، ہمیشہ اپنے ساتھ ایک کتاب ضرور رکھیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر آپ کو وہاں کسی کا انتظار کرنا پڑ جائے، تو آپ کتاب نکالیں اور پڑھنا شروع کر دیں، علم میں اضافہ کے ساتھ ساتھ انتظار کے لمحات بھی باآسانی گزر جائیں گے۔

* گھر میں کوئی ایسی پُرسکون جگہ تلاش کریں، جہاں آپ انتہائی اطمینان اور بغیر کسی کی دَخل اندازی کے کتاب کا مطالعہ کر سکیں۔ رفتہ رفتہ اپنے مطالعہ کا دَورانیہ بڑھاتے جائیں، مطالعہ کا دَورانیہ بڑھانے کے لیے ٹی وی (TV) اور انٹرنیٹ (Internet) کا استعمال کم سے کم کریں! کیونکہ ہر وہ منٹ جو آپ ٹی وی یا انٹرنیٹ سے بچا لیں گے، وہ مطالعہ میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

* اپنا ایک ہدف مقرّر کریں کہ سال بھر میں اتنی کتابیں پڑھنی ہیں، اور پھر اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے ضروری تدابیر اختیار کریں، اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ مطالعہ سے آپ کو ذہنی سُکون مل رہا ہو، اور کتاب پڑھنے میں مزا بھی آ رہا ہو؛ کیونکہ ہدف پورا کرنے کے چکر میں بوجھ سمجھ کر مطالعہ کرنا، کوئی خاص مفید نہیں ہوگا!۔

* میرے محترم بھائیو! اگر ہم اپنی نسلِ نو میں واقعی مطالعہ کا شَوق وذَوق پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم خود کو مطالعہ کا عادی بنائیں، اور اپنے بچوں میں بھی مطالعہ کا شَوق پیدا کریں، انہیں اپنے شہر میں واقع کتب خانوں (لائبریریز) کی سَیر کرائیں، وہاں کچھ دیر رُک کر مطالعہ کریں، اور انہیں وہاں سے کتاب جاری کروانے کے طریقے سے آگاہ کریں۔

* اپنے گھروں اور دفاتر میں چھوٹی چھوٹی لائبریریاں قائم کریں، اور مطالعہ کرنے والے بچوں اور اسٹاف ممبران کی، مختلف انداز سے حَوصلہ افزائی کریں۔ نیز علمائے دین اور اسکول ٹیچرز (School Teachers) بھی اپنے طلباء وطالبات کو مطالعہ کی ترغیب دیں، اور اس کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے رہیں۔

مطالعہ کے ضروری آداب

عزیزانِ محترم! آج انسانیت کا ایک سنگین مسئلہ ذہنی انتشار، خلفشار اور بے چینی بھی ہے، اس کے سبب انسان بہت سارے نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو چکا ہے، جبکہ ماہرینِ نفسیات کے مطابق اچھی اور مفید کتابوں کا مطالعہ بھی، انسان کو ان اَمراض سے نَجات دلا سکتا ہے، لہذا بہر صورت مطالعہ کی عادت کو اپنائیے۔

اچھی اور مفید کتب کے مطالعہ سے انسان کو ذہنی سکون اور اطمینان جیسی عظیم نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں، لہذا ہمیشہ عمدہ، مفید اور اچھی کتابیں ہی پڑھا کریں، فحش اور ایمان سوز کتب کا مطالعہ ہرگز نہ کریں؛ کیونکہ مطالعہ کے لیے کسی غلط کتاب کا انتخاب، آپ کی دنیا وآخرت میں تباہی کا سبب بن سکتا ہے! کتاب کے انتخاب کے لیے اپنے اساتذہ یا کسی عالمِ دین سے مشورہ زیادہ مفید رہے گا؛ کیونکہ

اگر ہر دینی کتاب کا مطالعہ مفید ہوتا، تو رسولِ اکرم ﷺ سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "تورات" کے مطالعہ سے ہرگز منع نہ فرماتے!۔

عزیزانِ مَن! مطالعہ شروع کرنے سے پہلے، اللہ رب العالمین کی حمد وثناء کیجیے، اس کے بعد کم از کم تین ۳ بار دُرود شریف ضرور پڑھیں، مطالعہ اس وقت کریں جب آپ کا ذہن بالکل ترَو تازہ ہو، بوقتِ مطالعہ تھکن کے آثار یا نیند کا غلبہ ہرگز نہ ہو، لیٹ کر مطالعہ کرنے سے گریز کریں؛ کہ ایسا کرنا آپ کی آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی چیز کو زبانی یاد کرنا مقصود ہو تو اُسے بار بار پڑھیں، جس چیز کا مطالعہ کریں اسے خوب سمجھ کر پڑھیں، اس کے باوُجود اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو علمائے کرام اور اہلِ علم حضرات سے پوچھ لیا کریں: کہ اللہ رب العزّت نے ہمیں اس کا حکم فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو"۔

حضراتِ ذی وقار! شرعی اَحکام کے عین مطابق، اچھی کتب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ، حاصلِ مطالعہ کو ذہن نشین کرنے کی تدبیر بھی بے حد ضروری اور مفید ہے، علم ومعلومات کی مثال ایک شکار کی سی ہے، لہٰذا اسے فوراً قابو (محفوظ) کرنا چاہیے۔ حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «قَيِّدُوا الْعِلْمَ» "علم کو محفوظ کر لیا کرو" میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اسے محفوظ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْكِتَابُ»[2] "اسے لکھ لیا کرو!"۔

---

(١) پ ١٧، الأنبياء: ٧.

(٢) "المدخل إلى السنن الكبرى" باب من رخص ...إلخ، ر: ٧٦٣، صـ٤١٧.

لہذا مطالعہ کے دَوران کاغذ قلم لے کر، خاص خاص باتوں کو نوٹ کرنے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے، ورنہ بعد میں جب اُن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ نہیں ملتیں، یا تو سرے سے بات ہی ذہن سے نکل جاتی ہے، یا بات تو یاد رہتی ہے، مگر اس کا حوالہ ذہن سے نکل جاتا ہے، اس کا سادہ سا حل یہ ہے کہ دَورانِ مطالعہ ہر وہ بات یا مسئلہ جو آپ کو اہم محسوس ہو، اور آپ سمجھتے ہوں کہ اس مسئلہ کو دیکھنے کی دوبارہ ضرورت پڑ سکتی ہے، تو ایسے مقامات پر نشان لگا لیا کریں، اور کتاب کی پُشت پر موجود سادہ اَوراق پر، ان نِکات کو صفحہ نمبرز کے ساتھ محفوظ کر لیا کریں۔

مطالعہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دین کی خدمت ہونا چاہیے، دوسروں پر رُعب ڈالنے یا دَھاک بٹھانے کی غرض سے ہرگز مطالعہ نہ کریں، حدیثِ پاک میں اس کی مُمانعت بیان فرمائی گئی ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ العُلَمَاءَ، أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ»[1] "جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ علماء سے مقابلہ کرے گا، یا جاہلوں سے جھگڑا کرے گا، یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا، تو اللہ رب العالمین اسے جہنم میں داخل فرمائے گا"۔ لہذا حصولِ علم میں ہمیشہ رِضائے الٰہی کو مُقدّم رکھیں، اور غیر ضروری و غیر شرعی نیّتوں سے گریز کیجیے۔

(۱) "سنن الترمذي" باب فيمن يطلب بعلمه الدنيا، ر: ٢٦٥٤، صـ٦٠٣.

دعا

اے اللہ! ہمارے علم و عمل میں اضافہ فرما، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی مطالعہ کرنے کی سعادت اور ذَوق و شَوق عطا فرما، ہمیں علمِ نافع عطا فرما، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ اور تعلیمات پر بھرپور عمل کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

صدر العلماء حضرت علّامہ
مفتی تحسین رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ...حیات وخدمات

(جمعۃ المبارک ۲۰ رجب المرجّب ۱۴۴۲ھ - ۰۵/۰۳/۲۰۲۱ء)

علماء وارثِ انبیاء ہیں، ان کا وُجودِ مسعود مُعاشرے میں خیر، برکت اور رَحمت کا سبب ہے، ان کی صحبت ہر سنجیدہ اور ذی شُعور کے لیے عزّت وافتخار کا باعث ہے، یہ حضرات ہمارے عقائد واعمال کے مُحافظ ہیں، جس طرح ان کی رَفاقت دین ودنیا کی بہتری اور بھلائیوں کا ذریعہ ہے، اسی طرح ان کی رِحلت بھی کسی بڑے سانحہ سے کم نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ ایک عالِم دین کی موت کو ایک جہاں کی مَوت قرار دیا گیا۔ موجودہ دَور میں علمائے دین کی وفات کے واقعات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، جس کے باعث اس کرۂ ارض پر اہلِ علم حضرات کا فقدان ہوتا جارہا ہے، ایسی ہی نابغۂ روزگار ہستیوں میں ایک بہت بڑا نام، صدر العلماء، مظہرِ مفتیِ اعظم ہند، استاذ الاساتذہ، حضرت علّامہ مفتی تحسین رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جامع معقول ومنقول، متصلّب سُنّی عالم، اور عَبقری مُدرِّس ومفتی تھے، اُصول وفُروع کے جملہ مسائل میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیّدی امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلکِ حق اہل سنّت وجماعت پر سختی سے کاربند رہے، آپ کا شمار برصغیر پاک وہند کے صفِ اوّل کے علماء میں ہوتا ہے۔

نام و نسب:

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اسم گرامی اور سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے: مفتی محمد تحسین رضا خاں، بن حسنین رضا خاں، بن حسن رضا خاں، بن نقی علی خاں، بن رضا علی خاں قادری رحمۃ اللہ علیہم (۱)۔

امام اہلِ سنّت سے صدر العلماء کا رشتہ:

حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بھائی، استاذِ زَمَن، حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پوتے ہیں، اس رشتے سے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، حضرت مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دادا ہوئے۔

اَلقاب:

علماء، مشایخ اور دانشورانِ قوم وملّت نے آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا اعتراف کرتے ہوئے، آپ کو مختلف اَلقاب سے یاد کیا، ان میں چند اَلقاب حسب ذیل ہیں: (۱) صدر العلماء، (۲) بقیۃ السلَف، (۳) عُمدۃ الخَلف، (۴) خیر الاَذکیاء، (۵) زُبدۃ الاتقیاء، (۶) مَظہرِ مفتیٔ اعظم، (۷) پیکرِ علم وعمل، (۸) شیخ الحدیث، (۹) محدّثِ بریلی، (۱۰) استاذُ الاساتذہ، (۱۱) تحسینِ ملّت۔

ولادت:

حضور صدر العلماء ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء بریلی شریف کے مشہور محلّہ، سَوداگران میں پیدا ہوئے (۱)۔

---

(۱) "حیات صدر العلماء" ص۱۷۔

تعلیم وتربیت:

حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چشم وچراغ ہیں؛ لہذا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم وتربیت بھی بڑے اچھے اور صالح ماحول میں ہوئی، علمی گھرانے سے تعلق ہونے کے سبب، حصولِ علم کا ذَوق وشَوق ہونا بھی ایک فطری اَمر تھا، اپنے اس شَوق کی تکمیل کی غرض سے آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں حاصل کی، عربی، فارسی اور مزید دینی تعلیم کے لیے "دار العلوم منظرِ اسلام" اور "دار العلوم مظہرِ اسلام" بریلی شریف میں زیرِ تعلیم رہے، تقسیمِ ہند کے بعد جب آپ کے عزیز تر استاد محترم، حضور محدّثِ اعظم پاکستان، مولانا سردار احمد صاحب رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پاکستان ہجرت فرمائی، تو حضور صدر العلماء بھی اپنی تعلیم مکمل کرنے کی غرض سے، محدّثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے پاکستان تشریف لے آئے، اور ان کی قائم کردہ عظیم دینی درس گاہ "جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام" فیصل آباد میں زیرِ تعلیم رہ کر، دورۂ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی[۲]۔

اساتذۂ گرامی:

حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وقت کے جن جلیل القدر علمائے اہلِ سنّت سے اِکتسابِ فیض کیا، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

---

(۱) "سالنامہ تجلیات رضا" صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء کے والد ماجد، ص۷۷۔

(۲) "سالنامہ تجلّیات رضا" صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، سیرت وسوانح صدر العلماء، ص۸۲۔ و"حیات صدر العلماء"، ص۳۰۔

(۱) صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی، (۲) سرکارِ مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں قادری، (۳) محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی، (۴) علّامہ مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی، (۵) مولانا قاضی شمس الدین رضوی جعفری، (۶) مولانا غلام یاسین پُورنوی، (۷) مولانا سردار علی خاں، (۹) مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی وقار الدین صاحب [1] رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

دورۂ حدیث شریف کے ہم سبق ساتھی علمائے کرام:

بقیۃ السلَف حضور مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ جن دنوں فیصل آباد (پاکستان) میں حضور محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر، دورۂ حدیث شریف کی سعادت سے مشرّف ہورہے تھے، ان دنوں آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) جانشینِ محدّثِ اعظم صاحبزادہ قاضی فضل رسول حیدر رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (فیصل آباد، پاکستان)

(۲) حضرت علّامہ ابراہیم خوشتر صدیقی (بانی و سربراہ سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل، ڈربن افریقہ)

(۳) حضرت مولانا سیّد مراتب علی شاہ (عارف والا، ضلع ساہیوال، پاکستان)

(۴) حضرت مولانا شریف احمد رضوی (شیخ الحدیث مظہرِ اسلام، فیصل آباد، پاکستان)

(۵) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم رضوی (دار الافتاء مظہرِ اسلام، فیصل آباد، پاکستان)

---

(۱) دیکھیے: "سالنامہ تجلیات رضا" صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، سیرت و سوانح حضرت صدر العلماء" ص۸۳۔ و "حیات صدر العلماء" ص۱۳۔

(۶) حضرت مولانا حفیظ الرحمن رضوی (ڈسٹرکٹ جج، مظفر آباد)

(۷) حضرت مولانا صاحبزادہ غلام جان ہزاروی [۱]۔

دینی خدمات:

حضور صدر العلماء کی بے پناہ دینی خدمات ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندگی بھر انتہائی مخلصانہ انداز سے درسِ قرآن، درسِ حدیث اور تدریس و اِفتاء کے ذریعے خدمتِ دین انجام دی، پچاس ۵۰ سال سے زائد عرصہ تک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شعبۂ تدریس سے وابستہ رہے، جس میں سے تقریباً اٹھارہ ۱۸ سال تک "دار العلوم مظہرِ اسلام" بریلی شریف، اور سات ۷ سال تک "منظرِ اسلام" میں تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد ۱۹۸۲ء میں "جامعہ نوریہ رضویہ" بریلی شریف کا قیام عمل میں آیا، جہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقریباً تیئیس ۲۳ سال تک بحیثیت شیخ الحدیث تشنگانِ علم کی سیرابی کا ساماں کرتے رہے۔

حضور تاج الشریعہ حضرت علّامہ مفتی اختر رضا خاں اَزہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "جامعۃ الرضا" بریلی کے نام سے اہلِ سنّت کی عظیم دینی درس گاہ قائم فرمائی، وہاں بھی خدمتِ حدیث بجالانے کے لیے، حضور صدر العلماء ہی کا انتخاب کیا گیا، چنانچہ آپ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت پر "جامعۃ الرضا" بریلی تشریف لے آئے، اور وہاں تقریباً دو ۲ سال تک "قال اللہ و قال رسول اللہ" کی صدائیں بلند کرکے، طلباء کے قُلوب واَذہان کو عشقِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چاشنی سے آشنا کرتے رہے [۲]۔

---

(۱) "سالنامہ تجلیات رضا" صدر العلماء محدِّث بریلی نمبر، صدر العلماء کا اپنے اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض، ص۹۲۔

(۲) ایضاً، سیرت وسوانح حضرت صدر العلماء، ص۸۳۔

روز مرہ کے معمولاتِ زندگی:

میرے مرشد کریم حضور صدر العلماء، مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شب و روز انتہائی مصروفیت کے عالَم میں گزارتے، آپ کے معمولاتِ زندگی کا آغاز نماز فجر کی باجماعت ادائیگی سے ہوا کرتا، نماز ادا کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اَوراد و وظائف میں مشغول رہتے، بعد ازاں ناشتہ کرتے اور تدریس کے لیے مدرسہ روانہ ہو جایا کرتے۔

مدرسہ سے دوپہر کو واپس تشریف لا کر کھانا کھاتے، اور کچھ دیر آرام فرمایا کرتے، اس کے بعد نمازِ ظہر ادا کر کے اپنے "مکتبۂ مشرق" پر تشریف رکھتے تھے، جہاں ہر وقت حاجتمندوں کی بھیڑ لگی رہتی، لوگ اپنے اپنے مسائل لے کر حاضرِ خدمت ہوتے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سب کی بات توجہ اور نہایت خندہ پیشانی سے سنتے، اور اس کا مناسب حل تجویز فرماتے، جو سائلین تعویذات وغیرہ کے طلبگار ہوتے، انہیں فی سبیل اللہ تعویذ بنا کر دیتے، یہ سلسلہ یونہی رات نمازِ عشاء تک جاری رہتا، نمازِ عشاء کی ادائیگی کے بعد آپ کھانا تناوُل فرماتے، اور اس کے بعد حسبِ عادت مطالعہ فرماتے، مطالعہ سے فراغت کے بعد آرام فرمایا کرتے[1]۔

یادگارِ اَسلاف:

حضور صدر العلماء جس طرح اپنے آباء واَجداد کے سچے پکے اور صحیح جانشین تھے، اسی طرح اپنے اساتذۂ کرام کے بھی سچے وارِث و نائب تھے، مثلاً آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے علمِ شریعت بھی حاصل کیا اور علمِ طریقت بھی، اسی لیے زُہد و وَرع،

---

(۱) دیکھیے: "حیات صدر العلماء" ص۴۳۔

سچائی اور پاکدامنی، راست گوئی اور بے باکی، تصلّب و توکُّل، تمام چیزوں میں اپنے مرشِد و مُربّی کے نقشِ قدم پر رہے، لہٰذا اسارا عالَم آپ کو "مظہرِ مفتیٔ اعظم ہند" کے نام سے یاد کرتا ہے۔

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے علمِ تفسیر حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے حاصل کیا، حضور صدر الشریعہ کے تبحّرِ علمی کے کیا کہنے! انہوں نے آپ کو اس علم کے اَسرار و رُموز سے اس قدر آگاہ کر دیا، کہ انہیں "درسِ قرآن" کی صورت میں بیان کرتے کرتے، حضور صدر العلماء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو چودہ ۱۴ سال لگ گئے۔ جن بزرگوں سے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے علمِ حدیث حاصل کیا، ان کی نَیابت کا حق ادا کرتے ہوئے پچیس ۲۵ سال تک باقاعدہ "درسِ حدیث" کے جواہر لُٹاتے رہے۔

حضور صدر العلماء فقہ واِفتاء میں سرکار مفتیٔ اعظم کا نمونہ تھے، تو علمِ حدیث میں محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کے قدم پر تھے، علم و ادب میں شیخ العلماء علّامہ غلام جیلانی اعظمی کے پیکر تھے، تو معقولات میں شمس العلماء قاضی شمس الدین رضوی جونپوری کے مظہرِ اتمّ، نیز دیگر علوم و فنون میں اپنے دیگر مؤقر اساتذۂ کرام کی وہ عظیم تصویر تھے، جو اس زمانہ میں مفقود ہے[1]۔

اندازِ تدریس:

حضور صدر العلماء شیخ الحدیث، علّامہ مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک کامیاب مدرِّس تھے، آپ کا اندازِ تدریس و تفہیم بہت عمدہ تھا، انتہائی مختصر وقت میں درسی کتب کی اُلجھی گتھیوں کو منٹوں میں سلجھانے کا ملکہ رکھتے تھے، آپ کے اسی اندازِ

(۱) "سالنامہ تجلیات رضا" صدر العلماء محدث بریلی نمبر، صدر العلماء یادگارِ سَلَف، ص۳۲۰، ملتقطاً۔

تدریس سے متاثر ہو کر، اکثر طلباء آپ سے پڑھنے کی شدید خواہش رکھتے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تدریسی ذمہ داریوں میں وہ کتب بھی شامل کر دی جاتیں، جنہیں پڑھانے کے آپ پابند نہیں تھے۔

شیخ الحدیث مفتی محمد صالح صاحب رضوی، حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندازِ تدریس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "پاکستان سے واپس آنے کے بعد، حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "مظہرِ اسلام" میں تدریس کے لیے آپ (یعنی صدر العلماء) کا تقرُّر فرما لیا تھا، آپ نے وہاں مستقل مزاجی اور بڑی لگن و مستعدی کے ساتھ پڑھانا شروع کر دیا، طلبہ آپ کے طریقۂ تدریس سے بہت خوش ہوئے، رفتہ رفتہ آپ کے پاس طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی، حُسنِ تفہیم سے طلبہ اور انتظامیہ دونوں اس قدر متاثر ہوئے، کہ ضابطۂ مدرسہ سے زیادہ کتابیں پڑھانے کے لیے آپ کو دے دی گئیں"(۱)۔

چند معروف تلامذہ:

حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک تدریسی فرائض انجام دیے، اس طویل عرصہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علم و حکمت اور فضل و کمال کے ہزاروں چراغ روشن فرمائے، یہ روشن چراغ ان کے وہ ہزاروں لائق فائق تلامذہ ہیں، جو آسمانِ علم کے روشن ستارے بن کر عالَم کو منوّر کر رہے ہیں، ان میں سے کوئی مفتی ہے تو کوئی محقّق، کوئی شیخ الحدیث ہے تو کوئی مُدرِّس، کوئی مُناظر ہے تو کوئی مقرِر، اس مختصر سی تحریر میں سب کے اسمائے گرامی ذکر کرنا تقریبًا

---

(۱) ایضًا، صدر العلماء میدان علم و تدریس میں، ص۱۲۰۔

ناممکن ہے۔ حضور صدر العلماء کے چند خاص اور معروف تلامذہ کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قادری اَزہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲) نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند، مولانا خالد علی خاں صاحب (مہتمم مظہرِ اسلام بریلی شریف)

(۳) حضرت مفتی محمد صالح صاحب (شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف)

(۴) حضرت مولانا حنیف خاں رضوی (صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف)

(۵) علّامہ مولانا محمد ہاشم نعیمی مرادآباد (مدرِّس جامعہ نعیمیہ مرادآباد)

(۶) مُناظر اہلِ سنّت مفتی مطیع الرحمن رضوی (پُورنیہ، بہار)

(۷) مُناظر اہلِ سنّت مولانا محمد حسین رضوی (لوکھا بازار، بہار)

(۸) مُناظر اہلِ سنّت مولانا صغیر احمد صاحب جوکھنپوری (ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ بریلی شریف)

(۹) مفتی تطہیر احمد رضوی صاحب (دھونرہ، بریلی شریف)

(۱۰) مولانا محمد انوَر رضوی (مدرِّس دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف)

(۱۱) مولانا محمد یامین مرادآبادی (مدرِّس و مفتی جامعہ حمیدیہ، بنارس)

(۱۲) مولانا عبدالسلام رضوی (مدرِّس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(۱۳) مفتی مجیب اشرف رضوی (دارالعلوم اَمجدیہ، ناگپور)

(۱۴) مولانا صغیر اختر مصباحی (مدرِّس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)[1]۔

بیعت و خلافت:

تحسینِ ملّت مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کے والدِ گرامی، حضرت مولانا

---

(۱) "سالنامہ تجلیاتِ رضا" صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، سیرت و سوانح صدر العلماء ص۸۴۔ و"حیات صدر العلماء" ص۳۳-۳۴۔

حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرسِ رضوی کے موقع پر، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ مبارک پر، ۱۹۴۳ء میں بیعت کروایا، اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر شریف صرف ۱۳ برس تھی، حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی وقت آپ کو خرقۂ اجازت و خلافت بھی عطا فرمایا، اور آپ کے سر پر اپنا عمامہ شریف بھی باندھا، سیّد العلماء حضرت سیّد آلِ مصطفی مارَہرَوی، مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حبیب الرحمن رضوی، برہانِ ملّت حضرت مولانا برہان الحق جبلپوری، اور حافظِ ملّت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث مرادآبادی ثم مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہم جیسے بڑے بڑے علماء و مشایخ نے بھی، آپ کی خرقہ پوشی فرمائی[۱]۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند کا صدر العلماء سے محبت و شفقت کا اظہار:

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم ہند، مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صدر العلماء مفتی محمد تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انتہائی محبت و شفقت کا اظہار فرماتے، وقتاً فوقتاً آپ کے بارے میں تعریف و توصیف پر مبنی کلمات بھی ارشاد فرمائے، حضور مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "صاحب (حضور صدر العلماء کے والد گرامی مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے جتنے لڑکے ہیں سبھی خوب ہیں، باصلاحیت و بالیاقت ہیں، مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں"[۲]۔

ایک اَور موقع پر ارشاد فرمایا: "دو ۲ لوگ ایسے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد اور

---

(۱) دیکھیے: "سالنامہ تجلیاتِ رضا" صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، ص۸۵۔

(۲) "حیات صدر العلماء" ص۳۶۔

بھروسہ ہے: ایک تحسین رضا، اور دوسرے اختر میاں (حضور تاج الشریعہ) رحمۃ اللہ علیہما"[۱]۔

ایک بار حضور مفتئ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رکشہ میں بیٹھ کر کہیں تشریف لے جارہے تھے، ساتھ میں حضرت حبیب میاں صاحب بھی تھے، سرکار مفتئ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "تحسین رضا گلِ سرسَبد ہیں" پھر فرمایا: "جانتے ہو گلِ سرسَبد کیا ہے؟ باغباں پھولوں کی ٹوکری میں سب سے خوبصورت اور پسندیدہ پھول، سب سے اوپر رکھتا ہے، اس پھول کو گلِ سرسَبد کہتے ہیں"۔

سبحان اللہ ذرا دیکھیے تو! مفتئ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے چمن کے اس گلِ سرسَبد کی علمی لیاقت، اور اِطاعت وفرمانبرداری سے کتنے خوش نظر آتے ہیں! کتنی اپنائیت ہے ان جملوں میں، اور کتنا پیار ہے ان لفظوں میں! سرکار مفتئ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضور صدر العلماء سے، یہ بے پناہ محبت وشفقت آپ کے عالم باعمل، اور صاحبِ تقویٰ وطہارت ہونے کی واضح دلیل ہے؛ کیونکہ جو لوگ حضور مفتئ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف رکھتے ہیں، وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں، کہ حضور مفتئ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف باعمل، نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں سے ہی اتنے پیار ومحبت کا اظہار فرمایا کرتے[۲]۔

اجازتِ حدیث:

محدِّثِ بریلی حضور مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جن بزرگ شخصیات سے اجازتِ حدیث حاصل ہے، ان میں (۱) حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی،

---

(۱) "سالنامہ تجلیاتِ رضا" صدر العلماء محدِّث بریلی نمبر، ص۸۳۔ و"حیات صدر العلماء" ص۳۶۔

(۲) "حیات صدر العلماء" ص۳۶۔

(۲) حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں، (۳) اور محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں[1]۔

صدر العلماء بحیثیت مرشدِ کامل:

بقیۃ السلَف حضور مفتی تحسین رضا خاں رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کی شخصیت کا، اگر رُوحانی پہلو سے جائزہ لیا جائے، تو بلا شک وشبہ آپ جامعِ شرائط ایک کامل مرشد ہیں، آپ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ اپنے مریدین اور تلامذہ کی روحانی واَخلاقی تربیت بھی فرماتے رہے، نیز اپنے مریدین کی تربیت پر پوری توجہ دیتے ہوئے، انہیں حصولِ علم کی تلقین فرماتے رہے!۔

آپ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کا حُسنِ خُلق، منکسر المزاجی، اُسوۂ حسَنہ کی حتَی المقدور پیروی، سنّتِ رسول پر سختی سے عمل، اور مسلک ومذہب پر استقامت مثالی تھا، آپ شریعت وطریقت دونوں کے زبردست عامل تھے، لہٰذا آپ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے مریدین اور تلامذہ (شاگردوں) میں بھی یہی رُوح پھونکی، اور راہِ سُلوک کی مَنازل طَے کراتے وقت، انہیں ہمیشہ شریعت کے دامن سے وابستہ رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

آپ کے خلفاء وتلامذہ:

خیر الاَذکیاء حضور مفتی تحسین رضا خاں رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کے جو خلفاء اَور تلامذہ رُشد وہدایت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان میں سے چند مشہور کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا قمر رضا خاں صاحب قادری

---

(۱) ایضاً۔

(۲) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا منان رضا خاں منانی (مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی)

(۳) حضرت مفتی محمد صالح صاحب (شیخ الحدیث جامعۃ الرضا، بریلی شریف)

(۴) علّامہ محمد ہاشم نعیمی (مدرّس جامعہ نعیمیہ، مُراد آباد)

(۵) حضرت مولانا مفتی سیّد شاہد علی صاحب رضوی رامپوری

(۶) حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی (مرتّب جامع الاحادیث)

(۷) مفتی تطہیر احمد رضوی صاحب (دھونرہ، بریلی شریف)

(۸) مفتی مجیب اشرف رضوی (دار العلوم امجدیہ، ناگپور)

(۹) مولانا صغیر احمد صاحب جوکھنپوری (ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ رچھا بریلی شریف)

(۱۰) مولانا عبد السلام صاحب (مدرِّس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(۱۱) مولانا محمد انور علی رضوی (مدرّس دار العلوم منظر اسلام، بریلی)

(۱۲) مولانا مشکور احمد صاحب

(۱۳) مولانا صغیر اختر مصباحی (مدرِّس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(۱۴) مولانا شکیل صاحب (مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(۱۵) مولانا عزیز الرحمن صاحب (مدرِّس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(۱۶) مولانا رفیق احمد صاحب (مدرِّس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(۱۷) جانشین صدر العلماء حضرت مولانا محمد حسّان رضا خاں صاحب

(۱۸) شہزادۂ حضور تاج الشریعہ مولانا محمد عَسجد رضا خاں

(۱۹) فرزند ارجمند حضرت مولانا رضوان میاں صاحب

(۲۰) مولانا نور اللہ صاحب

(۲۱) قاری الطاف حسین صاحب

(۲۲) صوفی محمد عیسیٰ نوری صاحب

(۲۳) مولانا کاظم رضا رضوی (سابق مدرّس جامعہ نوریہ، بریلی)

(۲۴) مولانا شرف عالَم رضوی (سیتا مڑھی، بہار)(۱)۔

اَزواج واولاد:

صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا عقدِ مسنون، جناب سعید اللہ خاں بریلوی صاحب کی دخترِ نیک اختر سے، پندرہ ۱۵ ذی القعدہ ۱۳۶۸ھ/۲۶ فروری ۱۹۶۷ء کو ہوا، جن سے اللہ رب العالمین نے آپ کو ایک بیٹی اور تین ۳ بیٹے عطا فرمائے، بیٹوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) صاحبزادہ حسّان رضا خاں رضوی

(۲) صاحبزادہ رضوان رضا خاں رضوی

(۳) صاحبزادہ صہیب رضا خاں رضوی(۲)۔

اَخلاقِ حسَنہ:

حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حسنِ اَخلاق کا پیکر تھے، کوئی عالم ہو یا طالب علم، چھوٹا ہو بڑا، سب کے ساتھ انتہائی مُشفقانہ طور پر پیش آتے، آپ کے اَخلاقِ حسَنہ کے بارے میں سیّد وجاہت رسول قادری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تحریر فرمایا

(۱) "سالنامہ تجلیاتِ رضا" صدر العلماء محدِّث بریلی نمبر، ص۸۴، ۸۵، ملتقطاً۔ و "حیات صدر العلماء" ص۳۹، ۴۰۔

(۲) ایضاً، ص۱۷۔

کہ "حضرت صدر العلماء -نوّر اللہ مرقدہٗ- اَخلاقِ عالیہ کا مُرقّع تھے، اس ضمن میں اُسوۂ حَسَنہ پر سختی سے کاربند تھے، خاندانی، علاقائی، مُعاشرتی اور سماجی طَور پر ہر دلعزیز تھے، اپنے بیگانے سبھی آپ کے حُسن خُلق، بزرگی اور عظمتِ کردار سے آگاہ اور قائل تھے، طلباء پر نہایت مہربان اور باپ سے زیادہ شفیق تھے"(۱)۔

تقویٰ و پرہیز گاری:

حضور صدر العلماء نہایت متقی، پرہیزگار اور متبعِ سنّت تھے، فقر، درویشی اور اِستغناء آپ کی شخصیت کی نمایاں خصوصیات تھیں، آپ کے زُہد و تقوی کا یہ عالَم تھا، کہ طلباء سے ذاتی خدمت ہرگز نہ لیتے، یہاں تک کہ اپنا بیگ وغیرہ بھی خود ہی اٹھا لیتے تھے، نابالغ طلباء کی کوئی چیز استعمال نہ فرماتے، دنیاوی مال و دَولت سے ہمیشہ بے رَغبت رہے، اور اپنی اولاد کو بھی اسی بات کی تعلیم و تربیت دی، اتنے بڑے گھرانے کا چشم و چراغ ہونے کے باوُجود، کبھی اتنا مال و دَولت جمع نہ ہونے دیا کہ زکات کی ادائیگی کی نَوبت آتی!(۲)۔

شفقت، محبت اور سادگی:

مظہرِ مفتیٔ اعظم مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی شخصیت، سادگی، خوش مزاجی، خندہ پیشانی اور محبت و شفقت سے عبارت تھی، آپ دُور و نزدیک سے آنے والے عوام و خواص، علماء و مشایخ، مریدین، معتقدین اور تلامذہ پر خصوصی شفقت فرماتے، ان کے ساتھ محبت سے پیش آتے، آپ ایک مِلنسار شخصیت کے حامل عالمِ دین تھے، جو ایک بار آپ سے ملاقات کا شرف پاتا، زندگی بھر اس کی حَلاوت محسوس کرتا۔

---

(۱) "سالنامہ تجلیات رضا" صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، ص۱۶۴۔
(۲) ایضاً، صدر العلماء ایک مرد حق آگاہ، ص۱۸۵۔

شعر و شاعری:

تحسینِ ملّت مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت کے متعدّد پہلو ہیں، اللہ رب العالمین نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت کو گوناگوں خوبیوں اور صفات سے متّصف فرمایا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انہی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی تھی، کہ آپ مستند اور باعمل عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک اچھے اور باکمال شاعر بھی تھے، آپ نے بہت کم مگر بہت اچھی شاعری فرمائی، شاید تدریسی مصروفیات کے باعث آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس میدان میں زیادہ طبع آزمائی کا موقع نہیں مل پایا! آپ کے اَشعار بلاغت، فصاحت اور سلاست کے آئینہ دار ہیں، آپ کا شعری مجموعہ "گلہائے بخشش" کے نام سے دستیاب ہے[1]۔

شعر و شاعری پر آپ کو کتنا عبور اور ملکہ حاصل تھا؟ اس بارے مولانا توحید احمد خاں صاحب رضوی تحریر فرماتے ہیں کہ "صدر العلماء کُہنہ مشق استاد ہونے کے ساتھ ساتھ، کُہنہ مشق شاعر بھی تھے، آپ (بطور شاعر) "تحسین" تخلُص فرماتے، شاعری آپ کو وراثت میں ملی تھی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جدّ اَمجد استادِ زَمن، حضرت علّامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے برادرِ اکبر، حسّان الہند، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عظیم شاعر تھے، حضور صدر العلماء کی نعت گوئی کے آغاز کا پسِ منظر یہ ہے، کہ آپ کے مخلص دوست مبلّغ اسلام، حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صاحب صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے، آپ سے ایک "طرحی مصرعہ" لکھنے کی فرمائش کی، آپ نے اس پر جو مَطلع لکھا وہ یہ ہے: ع

---

(۱) صدر العلماء حضور مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مختصر شعری مجموعہ "تحسینی فاؤنڈیشن" بریلی شریف سے مطبوع ہے، انٹرنیٹ پر اس کی پی ڈی ایف (PDF) بھی دستیاب ہے۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسُّس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلبِ مضطر میں!

یہ آپ کا پہلا شعر ہے، یہیں سے آپ کی شاعری کا آغاز ہو گیا، پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وقتاً فوقتاً اَشعار کہتے رہے"(۱) ع

جس کو کہتے ہیں قیامت، حشر جس کا نام ہے
در حقیقت تیرے دیوانوں کا جشنِ عام ہے!(۲)

سادات کا ادب واحترام اور عشقِ رسول:

عمدۃ الخلف، حضور صدر العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساداتِ کرام کا انتہائی ادب واحترام فرماتے، آپ ساداتِ کرام کے ادب واحترام کے حوالے سے کس قدر محتاط تھے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ ایک بار آپ کے ایک شاگرد جو سیّد زادے اور کم عمر تھے، انہوں نے سعادت سمجھتے ہوئے آپ کا سفری بیگ اٹھالیا، حضور صدر العلماء نے دیکھا تو فوراً ان کے ہاتھ سے نہ صرف اپنا بیگ لے لیا، بلکہ ان کا بیگ بھی خود اٹھالیا، انہوں نے بہت اِصرار کیا لیکن حضور صدر العلماء نہ مانے، شاگرد سیّد زادے نے عرض کی کہ یہ ایک معمولی سی خدمت ہے، آپ مجھے اس سعادت سے کیوں محروم رکھتے ہیں؟! اس پر خیر الاَذکیاء حضور مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ "پیارے صاحبزادے! اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرنا ہمارے رحیم وکریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّتِ مبارکہ ہے، لہذا میں

(۱) "گلہائے بخشش" ص۳تا۵۔
(۲) ایضاً، ۱۱۔

اس سُنّت کا تارِک نہیں ہونا چاہتا، دوسرا یہ کہ آپ ساداتِ کرام کے خانوادے کے شہزادے ہیں، آج میں آپ سے اپنے سامان کا بوجھ اٹھواؤں، تو کل قیامت میں کس منہ سے حضور اکرم ﷺ کی شَفاعت کا طلبگار ہوں گا؟! اگر انہوں نے دریافت فرما لیا کہ تحسین رضا! تمہیں بوجھ اٹھوانے کے لیے میرا ہی شہزادہ ملا تھا! لو آج اپنے اعمال کا بوجھ خود اٹھاؤ! میرے پاس شَفاعت کے لیے کس منہ سے آئے ہو؟ تو میں کیا جواب دُوں گا!"۔

وہ سیّد زادے (علّامہ ڈاکٹر سیّد ارشاد احمد بخاری قادری، بنگلہ دیش) فرماتے ہیں کہ "میں نے حضور صدر العلماء رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے دیکھے تو لرز گیا، میں حیران تھا کہ ہندوستان کا اتنا بڑا عالم، جیّد شیخ الحدیث، اور یہ انکساری و تواضُع، اور وہ بھی ایک طالب علم کے ساتھ! حضور اکرم ﷺ کا ایسا عاشق کہ دُور دراز نسبت کا اس قدر پاس ولحاظ! میرا دل چاہا کہ میں ان کے قدم چوم لُوں، مگر مجھے پتہ تھا کہ جو اپنی دست بوسی کروانا بھی پسند نہیں کرتے، وہ بھلا پابوسی (قدم چومنے) کی اجازت کیسے دیں گے! اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ سیّد عالَم ﷺ کے ایک عاشقِ صادق، اللہ تعالی کے ایک ولیٔ کامل، ایک جیّد عالِم باعمل کی ہمنشینی، اور ان کا رفیقِ سفر ہونے کی سعادت سے ضرور بَہرہ وَر ہوا ہوں"[1]۔

تبلیغی اَسفار:

مظہرِ مفتیٔ اعظم مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی تدریسی مصروفیات کے باوُجود، متعدّد تبلیغی سفر فرمائے، ہندوستان کے علاوہ جن بیرونی ممالک میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تبلیغی دَورے کیے، ان میں پاکستان، زمبابوے (Zimbabwe)، موراہی

(۱) "تجلیاتِ رضا" صدر العلماء محدِّث بریلی نمبر، صدر العلماء ایک ہمہ گیر شخصیت، ص۱۶۶۔

(Morabi)اور ماریشیس(Mauritius) وغیرہ خاص طَور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندوستان میں کیے تبلیغی اَسفار کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے ہونہار شاگرد اور استاذ العلماء مفتی محمد حنیف خاں رضوی -دامت برکاتہ العالیہ- تحریر فرماتے ہیں کہ "سیّدی واستاذی حضور صدر العلماء، جہاں عمل وکردار کے بادشاہ تھے، وہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُمّتِ مسلمہ کی رَہنمائی کے لیے ہندوستان کے دُور دراز علاقوں کا سفر بھی فرمایا،بِہار (Bihar) کے بہت سے علاقہ اس بات کے گواہ ہیں، کہ حضور صدر العلماء جب وہاں نگر نگر اور بستی بستی دَورہ فرماتے، تو عوام وخواص کہتے کہ حضور یہ وہ علاقے ہیں، جہاں بریلی شریف سے پچیس ۲۵/۳۰ سال پہلے، یا تو حضور مفتیٔ اعظم تشریف لائے تھے، یا پھر آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے، حضرت (مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی اتّباع میں آپ نے بعض علاقوں کا اس ترقی یافتہ دَور میں بھی بیل گاڑی سے سفر فرمایا، اور بھٹکتے لوگوں کو اپنے دامنِ کرم میں پناہ دی"[1]۔

تصنیفات:

صدر العلماء حضور مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر شعبۂ تدریس سے وابستہ رہے، انتہائی تجربہ کار اور کُہنہ مشق استاد ہونے کے باوُجود، تدریسی کتب کا مطالعہ اور اَسباق کی تیاری آپ کا معمول تھا، اس کے علاوہ دُور ونزدیک سے آنے والے مریدین ومعتقدین سے ملاقات، مختلف دینی اجتماعات اور تقریبات میں شرکت کا سلسلہ بھی آپ کی مصروفیات کا ایک اہم حصہ تھا، انہی مصروفیات کی بناء پر حضور صدر العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تصنیف کے لیے بالکل وقت میسّر نہیں آیا، البتہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مختصر شعری مجموعہ "گلہائے بخشش" کے نام سے

---

(۱) ایضًا، صدر العلماء ایک ہمہ جہت شخصیت، ص۱۸۰۔

دستیاب ہے، جسے "تحسینی فاؤنڈیشن" نے ۲۰۱۱ء میں طبع کروایا۔

وصال شریف:

دارالعلوم غوثیہ چندرپور مہاراشٹر (Maharashtra) کے سالانہ جلسۂ دستار بندی میں شرکت کی غرض سے، حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۲ اگست ۲۰۰۷ء کو بریلی شریف سے دہلی تشریف لائے، اور وہاں سے شام کو بذریعہ فلائٹ ناگپور پہنچے، حضرت مولانا محمد شریف خاں کے نورِ نظر، جناب مولانا مجتبیٰ خاں صاحب کے شدیدِ اصرار پر، رات ان کے ہاں ناگپور ہی میں قیام فرمایا، تین ۳ اگست بروز جمعہ ناگپور سے چندرپور کے لیے بذریعہ کار روانہ ہوئے، لیکن راستے میں آپ کی گاڑی پلٹ گئی، اور علوم وفنون کا یہ امام، مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوگیا۔

یہ حادثہ ۱۸ رجب المرجّب ۱۴۲۸ھ/۳ اگست ۲۰۰۷ء کو پیش آیا، آپ کے جسدِ مبارک کو بذریعہ ہوائی جہاز پہلے دہلی لایا گیا، پھر وہاں سے بذریعہ ایمبولینس (Ambulance) بریلی شریف پہنچایا گیا، اتوار کے روز نمازِ جنازہ ادا کی گئی، نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، کہا جاتا ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے جنازے کے بعد، بریلی شریف کا یہ دوسرا بڑا جنازہ تھا[۱]۔ ع

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا![۲]

---

(۱) "سالنامہ تجلیاتِ رضا" صدر العلماء محدث بریلوی نمبر، ص۱۵۷، ملخصاً۔

(۲) کلام ہری چند اختر ہوشیار پوری۔

حرفِ آخر:

میرے مرشد گرامی، حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتہائی کریم النفس، شریف الطبع اور خوددار طبیعت کے مالک تھے، آپ علم و فضل کا ایک روشن مینار تھے، آپ نے اپنے اَخلاق حسنہ، سادگی، زُہد و تقویٰ، حلم و بُردباری اور اِتباعِ شریعت کے گہرے نُقوش چھوڑے؛ لہٰذا ان کے مریدین، معتقدین، محبین، تلامذہ اور عوام اہلِ سنّت کو چاہیے، کہ حضرت کی سیرت کا مطالعہ کریں، اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں، اللہ رب العالمین حضور صدر العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے جوَارِ رَحمت میں جگہ عطا فرمائے، حضرت کے درجات بلند فرمائے، حضرت کے مزار پُر انوار پر اپنی کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے، اور ہم سب کو ان کی تعلیمات پر عمل اور اُن کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ع

شُغلِ تحسینِ مشائخ ہو عطا یارب مجھے
میرے مرشد سیّدی تحسیں رضا کے واسطے!

مسلکِ احمد رضا پہ دائمًا مجھ کو چلا
حامیٔ دینِ متین تحسین رضا کے واسطے![1]

---

(۱) دیکھیے: شجرۂ علیہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ (صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)۔

تقسیمِ وراثت کی اَہمیت

(جمعۃ المبارک ۲۰ رجب المرجّب ۱۴۴۲ھ - ۰۵/۰۳/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام کا نظامِ وراثت

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام کی آمد سے قبل زمانۂ جاہلیت میں، وراثت کی تقسیم میں عجیب وغریب قسم کی اِفراط وتفریط پائی جاتی تھی، میدانِ جنگ میں شجاعت وبہادری دکھانے، اور اپنے دشمنوں کو شکست سے دو چار کرنے والے کو، وراثت کا سب سے زیادہ حقدار خیال کیا جاتا تھا، بیٹوں کو حصہ دینے میں بھی انصاف وبرابری کا فُقدان تھا، کسی بیٹے کو تھوڑا اور کسی کو زیادہ حصہ دیا جاتا، بعض اقوام میں عورتوں اور نابالغ بچوں کو وراثت سے حصہ دینے کا کوئی تصوُر ہی نہیں تھا، یہود کے نزدیک ساری جائیداد کا حقدار سب سے بڑا بیٹا قرار پاتا، اور باقی وُرثاء کو محروم رکھا جاتا تھا، ظلم وستم، قتل وغارتگری اور حق تلفی سے آلود فضا میں، جب اسلامی تعلیمات کے پھول کھلنا شروع ہوئے، تو ساری کی ساری فضا معطّر وخوشبودار ہو کر رہ گئی۔

دینِ اسلام نے وراثت کی تقسیم کے حوالہ سے ایک متوازِن اور مُنصِفانہ نظام عطا فرمایا ہے، ماں باپ، بیٹا بیٹی، اور بیوی وغیرہ میں سے ہر ایک کو وراثت کا، نہ صرف شرعی حقدار قرار دیا، بلکہ ان کے حصوں کا بھی تعیُّن فرمایا؛ تاکہ کسی کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی یا حق تلَفی نہ ہو۔

عزیزانِ گرامی قدر! دینِ اسلام وہ واحد مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے عورتوں کے اس حق کے بارے میں بھی آواز بلند کی، اور انہیں وراثت کا حقدار ٹھہرایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾[۱] "مَردوں کے لیے جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے، اُس میں سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لیے جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے، اس میں سے حصہ ہے، تھوڑا ہو یا بہت، اللہ کی طرف سے مقرّر کردہ حصہ ہے"۔

صدر الافاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارَکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "زمانۂ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وِرثہ (وراثت سے حصہ) نہ دیتے تھے، اس آیت میں اس رسم کو باطل کیا گیا"[۲]۔

حقوقِ نسواں کا تحفظ اور احساسِ محرومی کا خاتمہ

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! اِسلام نے عورتوں کے حقوق کو تحفظ دیا، اور ان کے احساسِ محرومی اور حق تلَفی کا خاتمہ کرتے ہوئے، بیٹیوں کو بھی وراثت کا حقدار

(۱) پ ٤، النساء: ۷.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۴، النساء، زیرِ آیت: ۷، صـ ۱۵۴۔

بنایا، اور ہر بیٹے کے حصہ کا تعیُّن بیٹی کو ملنے والے حصے کے ذریعے فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾(۱) "اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو ۲ بیٹیوں کے برابر ہے" یعنی بیٹی کا حصہ بیٹے کی بہ نسبت آدھا ہے۔

آج عورت کو مرد کے مقابلے میں نصف حصہ ملنے پر، بعض لوگ دِینِ اِسلام کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے، یہ تو اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بظاہر یہ حکمت نظر آتی ہے، کہ عورتوں کی بہ نسبت مَردوں پر چونکہ مالی بوجھ زیادہ ہوتا ہے، پورے گھر کی کفالت کے وہی ذمہ دار ہوتے ہیں، ان کی تعلیم وتربیت، پروَرِش، شادی بیاہ، اور علاج مُعالجہ کا اہتمام بھی، عام طور پر مَرد ہی کرتے ہیں، لہذا خالقِ کائنات عزّوجلّ کی طرف سے اُن کا حصہ زیادہ مقرّر فرمایا گیا۔ عورتوں پر چونکہ ایسی کوئی خاص ذمّہ داری نہیں، لہذا مَردوں کے مقابلے میں اُن کا حصہ نصف مقرّر فرمایا گیا، غالبًا اسی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے اِرشاد فرمایا: ﴿لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾(۲) "تم کیا جانو کہ ان میں سے کون تمہارے زیادہ کام آئے گا! یہ حصہ اللہ کی طرف سے مقرّر کیا ہوا ہے، یقینًا اللہ علم والا حکمت والا ہے"۔

میرے محترم بھائیو! اللہ تعالی عالِم الغیب والشہادہ ہے، وہ بہتر جانتا ہے کہ ہمارے حق میں کیا نفع بخش ہے، اور کل مشکل وقت میں کون ہمارے کتنا کام آئے گا،

---

(۱) پ ٤، النساء: ١١.

(۲) پ ٤، النساء: ١١.

اس بات کے پیشِ نظر اللہ تعالی نے وراثت کے حصوں کی تعیین کا مُعاملہ ہم پر نہیں چھوڑا، اور سب کے حصے خود ہی مقرّر فرما دیے۔

علمِ میراث سیکھنے کی تاکید

حضراتِ ذی وقار! وراثت کی مُنصِفانہ تقسیم کے لیے ضروری ہے، کہ ہمیں "علمِ میراث" سے آگاہی ہو، یہ علم شرعًا مطلوب ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس علم کو حاصل کرنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، نیز اسے نصفِ علم قرار دیا گیا ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا؛ فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي»[1] "اے ابوہریرہ فرائض (یعنی میراث کے مسائل) سیکھو سکھاؤ! یقینًا یہ نصفِ علم ہے، اور وہ (یعنی میراث کا علم) سب سے پہلے بھلایا جائے گا، اور سب سے پہلے میری اُمّت سے جو چیز اُٹھالی جائے گی، وہ علمِ میراث ہے"۔

ایک اَور رَوایت میں ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: «تَعَلَّمُوا الفَرَائِضَ وَالقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ؛ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ»[2] "میراث اور قرآنِ مجید کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو!؛ کیونکہ میں (ظاہری حیات سے) وصال پانے والا ہوں!"۔

علمِ میراث کی اہمیت واِفادیت بیان کرتے ہوئے، حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ، وَاللَّحْنَ وَالسُّنَنَ، كَمَا تَعَلَّمُونَ

---

(١) "سنن ابن ماجه" باب الحثّ على تعليم الفرائض، ر: ٢٧١٩، صـ٤٦٢.

(٢) "سنن الترمذي" باب ما جاء في تعليم الفرائض، ر: ٢٠٩١، صـ ٤٨٠.

الْقُرْآنَ»(۱) "وراثت، لغت عربي اور سُنن (یعنی مسائل شرعیہ) کا علم اسی طرح حاصل کرو، جیسے قرآن مجید سیکھتے ہو"۔

حضرت سیّدُنا عبد الله بن مسعود رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے فرمایا: «تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ؛ فَإِنَّهُ يُوشَكُ أَنْ يَفْتَقِرَ الرَّجُلُ إِلَى عِلْمٍ كَانَ يَعْلَمُهُ، أَوْ يَبْقَى [فِي] قَوْمٍ لَا يَعْلَمُونَ»(۲) "قرآن پاک اور وراثت کا علم حاصل کرو؛ کیونکہ عنقریب لوگوں کو اس علم کی ضرورت پیش آئے گی، جو وہ پہلے سے جانتے تھے، یا جاننے والا وہ شخص ایسے لوگوں میں باقی رہ جائے گا، جنہیں یہ علم حاصل نہیں"۔

حضرات گرامی! آج کل بہت سے لوگ نماز، روزہ اور دیگر اسلامی اَحکام کی پابندی تو کرتے ہیں، لیکن انہیں علمِ میراث کا ایک بھی مسئلہ معلوم نہیں ہوتا، انہیں دنیا بھر کی سیاست اور کاروباری اُتار چڑھاؤ کی خوب خبر ہوتی ہے، لیکن وراثت تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم نہیں ہوتا، اسلامی علوم سے اتنی دُوری انتہاء درجے کی غفلت ہے، خدارا اپنی اصل کی طرف لَوٹ آئیے! اور سوشل میڈیا (Social Media) وغیرہ پر غیر ضروری سرگرمیوں میں اپنا وقت برباد کرنے کے بجائے، ضروری دینی علوم حاصل کیجیے!۔

مالِ وراثت میں سے کسی کا حصہ ہڑپ کرنے کی سزا

عزیزانِ گرامی قدر! بعض لوگ مختلف حیلے بہانوں سے یتیموں، خواتین اور بیٹیوں کو مالِ وراثت سے اُن کا شرعی حصہ نہیں دیتے، یہ بہت بڑا گناہ اور قانونِ خداوندی سے بغاوت کے مترادِف ہے، بحیثیت مسلمان ہمیں ہرگز زیب نہیں دیتا،

---

(۱) "سنن الدارمي" باب في تعليم الفرائض، ر: ۲۸۵۰، ۲/ ٤٤١.

(۲) المرجع نفسه، ر: ۲۸۵۳، ۲/ ٤٤١.

کہ ہم شرعی حُدود سے تجاوُز کریں، اپنی بہو بیٹی یا کسی یتیم اور کمزور کا مالِ وراثت، ناحق طَور پر دبالیں، قرآن وحدیث میں ایسا کرنے والے کے لیے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾[1] "جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، اور اس کی کُل حَدوں سے بڑھ جائے، اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا، جس میں ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے ذلّت ورُسوائی کا عذاب ہے"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "کُل حَدوں سے تجاوُز کرنے والا کافر ہے؛ اس لیے کہ مؤمن کیسا بھی گنہگار ہو، ایمان کی حد سے تو نہیں گزرے گا"[2]۔

حضراتِ گرامی قدر! مالِ وراثت میں سے کسی کا حق دَبا لینا، فعلِ حرام اور زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے، اللہ ربّ العالمین ایسا کرنے والوں کو روزِ محشر، اور جہنم کے عذاب سے خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ﴿۲۰﴾ كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ﴿۲۲﴾ وَجِایْٓءَ يَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۬ۙ يَوْمَىٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَىٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ﴾[3] "میراث کا مال ہَپ ہَپ کھاتے ہو! اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو! ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی

---

(۱) پ٤، النساء: ١٤.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۴، النساء، زیرِ آیت: ۱۴، صـ۱۵۷۔

(۳) پ٣٠، الفجر: ١٩-٢٥.

جائے گی، اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار دَر قطار، اور اس دن جہنم لائی جائے گی، اس دن آدمی سوچے گا، اور اب اُسے سوچنے کا وقت کہاں؟! کہے گا کہ ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی آگے کوئی نیکی بھیجی ہوتی! تو اُس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا"۔

عزیزانِ محترم! مال وراثت ہو یا کوئی جائیداد، کسی کا مال ناحق دبا لینے والے کے لیے، احادیث مبارکہ میں بھی بڑی وعیدیں بیان ہوئیں ہیں، حضرت سیّدُنا سعید بن زید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَخذَ شِبْراً مِنَ الأَرْضِ ظُلْماً، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ»[1] "جس نے بالشت برابر بھی (کسی کی) زمین ناحق لے لی، تو قیامت کے دن اُسے سات ۷ زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا"۔

کسی یتیم کا مال ناحق طور پر کھانے کی سزا

کسی یتیم کا مال ناحق کھانے والے کے بارے میں، حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَرْبَعَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ، وَلَا يُذِيقَهُمْ نَعِيمَهَا: (١) مُدْمِنُ الْخَمْرِ، (٢) وَآكِلُ الرِّبَا، (٣) وَآكِلُ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، (٤) وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ»[2] "چار ۴ قسم کے لوگ ہیں، جنہیں جنّت میں داخل نہ کرنا، اور اس کی نعمتوں سے محروم رکھنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے: (۱) شراب کا عادی، (۲) سُود کھانے والا، (۳) ناحق یتیم کا مال کھانے والا، (۴) والدین کا نافرمان"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب بدء الخَلق، باب ما جاء في سبع أرضين، ر: ٣١٩٨، صـ ٥٣٣.

(٢) "مُستدرَك الحاكم" كتاب البيوع، وأما حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ٢٢٦٠، ٢/ ٤٣.

لہٰذا ہر وارِث چاہے وہ مرد ہو یا عورت، یتیم بچہ ہو یا بوڑھا، بالغ ہو یا نابالغ، طاقتور ہو یا کمزور، مالِ وراثت میں ہر ایک کا جو شرعی حصہ بنتا ہے، وہ بصد عزّت واحترام اس کے سپرد کیجیے! ہاں اگر کوئی وارِث اپنا حصہ وصول کرنے کے بعد، بِلاجبر واِکراہ (یعنی بغیر کسی زور زبردستی کے) اپنی رِضا، رَغبت اور خوشی سے کسی دوسرے کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے، ایسا کرنے میں شرعًا کوئی حرج نہیں۔

بلاوَجہِ شرعی وراثت سے محروم کرنے کی بعض صورتیں

عزیزانِ مَن! بعض لوگ اپنی شخصی ناراضگی، یا کسی دنیاوی مفاد کے پیشِ نظر، بلاوَجہِ شرعی اپنے کسی وارث کو جائیداد یا وراثت سے محروم کرنے کے لیے، اَخبارات وغیرہ میں اشتہار شائع کرکے اسے عاق کرتے ہیں، اُس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، ایسا کرنا حرام ہے۔ حضرت سیِّدُنا انَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثِ وَارِثِه، قَطَعَ اللهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ!»[1] "جو اپنے کسی وارِث کو اس کی میراث سے محروم کرے گا، اللہ تعالی اسے قیامت کے دن جنّت کی میراث سے محروم کردے گا"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اپنے وارِث کو میراث سے محروم کرنے کی بہت صورتیں ہیں، مثلاً (١) کسی کو (اس نیّت سے ہبہ یا) وصیت کرنا، تاکہ وَرَثہ کا حصہ کم ہو جائے، (٢) کسی کے لیے قرض کا جھوٹا اِقرار کرلینا؛ تاکہ وارِث کے حصے کم ہوں، (٣) (اپنی موت کے آثار دیکھ کر) بیوی کو طلاق دے دینا؛ تاکہ وہ وارِث نہ بن سکے، (٤) اپنا کُل مال کسی کو دے

---

(١) "سنن ابن ماجه" باب الحيف في الوصية، ر: ٢٧٠٣، صـ٤٥٩.

جانا؛ تاکہ وارِثوں کو کچھ نہ ملے، (۵) کسی وارِث کو قتل کرا دینا؛ تاکہ میراث نہ پا سکے، یا (٦) اپنے بچے کا انکار کر دینا کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں؛ تاکہ میراث نہ پاسکے، (۷) اپنی زندگی میں سارا مال برباد کر دینا؛ تاکہ وارِثوں کے لیے کچھ نہ بچے وغیرہ۔ (۹) بعض لوگ اپنے کسی بیٹے کو عاق کر دیتے ہیں، یا کہہ دیتے ہیں کہ ہماری میراث سے اسے کچھ نہ دیا جائے، ایسا کہنا محض بے کار بات ہے، اس سے وہ وارِث محروم نہیں ہو گا[۱]۔

میراث سے محرومی کا سبب بننے والی چند صورتیں

میراث سے محروم کرنے والی چیز مسلمان کے لیے صرف تین ۳ ہیں: (۱) غلام ہونا (غلام کسی کا وارث بننے کا اہل نہیں)، (۲) قتل (یعنی اگر کوئی اپنے مُورِث مثلاً اپنے والد، والدہ یا شَوہر وغیرہ کو قتل کر دے، تو قاتل کو اس کی وراثت سے حصہ نہیں دیا جائے گا)، (۳) اختلافِ دِین (یعنی اگر مُورِث اور وارث دونوں الگ الگ دِین پر ہوں، اُن میں سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا کافر، تو مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارِث نہیں بنتا)، ان کے سوا کسی اَور وجہ سے (حقِ وراثت سے) محرومی نہیں ہو سکتی"[۲]۔

تقسیمِ وراثت میں پائی جانے والی چند کوتاہیاں

حضراتِ ذی وقار! وراثت کی تقسیم کے حوالے سے ہمارے مُعاشرے میں متعدّد کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) اکثر مقامات پر مالِ وراثت حکمِ شریعت کے مطابق تقسیم نہیں کیا جاتا، اسلامی تعلیمات کے مطابق حکم یہ ہے، کہ مالِ وراثت کو تقسیم کرنے سے قبل میّت

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الفرائض، ۱۷/ ۸۱۰۔

(۲) "مرآۃ المناجیح" وصیت کا باب، تیسری فصل، ۴/ ۴۳۲۔

کے مال سے اس کے کفن دفن، مالی واجبات مثلاً قرض، تہائی مال تک وصیت، یا مہر کی رقم وغیرہ ادا کی جائے، اور اس کے بعد مالِ وراثت تقسیم کیا جائے۔

(۲) شرعی اعتبار سے میّت کا چھوڑا ہوا تمام مال، مالِ وراثت ہے، چاہے وہ نقدی، سونا، چاندی، زمین وجائیداد اور مکان ودُوکان وغیرہ کسی بھی شکل میں ہو، لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس سلسلے میں بھی بہت کوتاہی اور لاپرواہی سے کام لیتے ہیں، اور چھوٹی موٹی چیزیں مثلاً سونے یا چاندی کی کوئی انگوٹھی، یا بوقتِ غسل میّت کی جیب سے نکلنے والی تھوڑی بہت نقدی کو، مالِ وراثت میں شامل نہیں کرتے، اور جس کے ہاتھ لگتی ہے وہی اس کو استعمال کرلیتا ہے، شرعًا ایسا کرنا حرام ہے؛ کیونکہ وہ بھی مالِ وراثت ہے، اور اُس میں بھی تمام وُرثاء کا حق ہے۔

(۳) بعض لوگ میّت کے ذمّہ واجبُ الاداء قرض کی ادائیگی سے انکار کر دیتے ہیں، اور میّت کا چھوڑا ہوا تمام مالِ وراثت باہم تقسیم کرلیتے ہیں، ایسا کرنا حرام ہے۔ اللہ رب العالمین نے وراثت کی تقسیم کا مرحلہ قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تکمیل کے بعد رکھا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ﴾[1] "(حصوں کی تقسیم) میّت کی وصیت اور دَین (قرض) نکالنے کے بعد ہے"۔

حضرت سیّدُنا حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدُنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الوَصِيَّةِ»[2] "مصطفی جانِ رَحمت ﷺ نے (حصوں کی تقسیم اور) وصیت سے قبل، قرض ادا کرنے کا حکم فرمایا"۔

---

(۱) پ٤، النساء: ١١.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الفرائض، ر: ٢٠٩٤، صـ٤٨١.

(۴) کچھ لوگ جہیز کی شکل میں دی جانے والی اشیاء کو وراثت کا بدل سمجھ کر، اپنی بیٹیوں یا بہنوں کو وراثت سے اس کا حصہ نہیں دیتے، یہ خیال سراسر باطل ہے، لہذا اپنی بہن یا بیٹی کی شادی کے انتظامات میں جو اِخراجات کیے جائیں، یا اُسے تحفے تحائف دیے جائیں، انہیں وراثت کا بدل ہرگز تصوُر نہ کیا جائے!۔

(۵) یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے، کہ بعض خاندانوں میں عورت کو مختلف حیلے بہانوں سے، اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے حق میں، اپنے حقِ وراثت سے دستبردار ہو جائے، اور انہیں اس کام کے لیے اتنا مجبور کر دیا جاتا ہے، کہ وہ چار و ناچار اپنا حق مُعاف کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھتی ہیں، ایسا کرنا بھی شرعاً گناہ اور بہنوں بیٹیوں کی شدید حق تلَفی ہے۔

(٦) بعض لوگ اس خیال سے مالِ وراثت تقسیم کرنے میں رکاوَٹ بنتے ہیں، کہ مَورُوثی جائیداد کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، اور بیٹیوں کو دی جانے والی جائیداد یا مالِ وراثت کے، پرائے لوگ (یعنی شوہر اور اس کی اولاد) وارث بن جائیں گے۔ ایسا کرنا بھی قانونِ خداوندی سے بغاوت ہے، اپنے قُلوب واَذہان کو وسیع کیجیے، اور یہ سوچیے کہ جو عورتیں ہمارے گھر کی بہو بیٹیاں بن کر آئیں ہیں یا آئیں گی، وہ بھی تو اپنا حصہ لائیں گی، اُس وقت ہمارا طرزِ عمل کیا ہوگا؟ آیا ہم اُس مال کو واپس لَوٹائیں گے؟ یا پھر خود اپنے استعمال میں لانے کو ترجیح دیں گے؟ ذرا انہیں پورا سوچیے! اور اللہ رب العالمین کے قانونِ وراثت اور اس میں پوشیدہ حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار فرما، ہمیں دوسروں کی حق تلَفی سے بچا، مالِ وراثت کو حکمِ شریعت کے مطابق تقسیم کی توفیق عطا فرما، اپنے گھر کی خواتین کو اُن کا شرعی حق دینے کی سعادت دے، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنے، اور ان کی مدد کا جذبہ عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات

(جمعۃ المبارک ۲۷رجب المرجّب ۱۴۴۲ھ- ۱۲/۳/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِع یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

معجزہ کا لُغوی اور اصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! لُغت میں "ہر خَرقِ عادت (عادتِ جاریہ کے بَرخلاف کام) کو معجزہ کہتے ہیں"[1]۔ اور اصطلاحِ شریعت میں معجزہ سے مراد "وہ اَمر ہے جو خلافِ معمول اور عادتِ جاریہ کے خلاف، مُدّعیٔ نُبوّت کے ہاتھ پر بطورِ چیلنج، ایسے وقت میں ظاہر ہو جب وہ مُنکِرین کو اُس کی مثل لانے کا چیلنج دے، اور وہ نہ لا سکیں، یعنی اس سے عاجِز ہوں کہ ویسا کر دکھائیں"[2]۔

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "معجزہ" کی تعریف

---

(١) "شرح العقيدة الطحاويّة" لابن أبي العزّ الدِمشقي، ثبوت كرامات الأولياء، صـ٧٤٦.

(٢) "شرح العقائد النَّسَفية" بالمعجزات الناقضات للعادات، صـ٢٠٧، ٢٠٨.

وتشریح میں لکھتے ہیں کہ "نبی کے دعوئ نبوّت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہوا کرتی ہے، کہ نبی اپنی سچائی کا علانیہ دعویٰ فرما کر، ایسا کام ظاہر کرنے کا ذمّہ لیتا ہے جو عام طَور پر ناممکن ہو، اور انکار کرنے والوں کو دعوت دیتا ہے، کہ اگر اُن کا انکار درست ہے تو وہ بھی ایسا ہی کر دکھائیں۔ اللہ تعالی اپنے نبی کے دعوے کے مطابق ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے، اور نبی کی نبوّت کا انکار کرنے والے ایسا کر دکھانے سے عاجز رہتے ہیں، اِسی کو معجزہ کہتے ہیں"[1]۔

جیسے حضرت سیّدُنا صالح علیہ الصلوۃ والسلام کی اونٹنی، حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے عَصا (لاٹھی مبارک) کا سانپ بن جانا، اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا یدِ بیضا یعنی روشن وچمکدار ہاتھ، حضرت سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا مُردوں کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا۔ اور ہمارے حضورِ اکرم ﷺ کے معجزات تو بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالی نے تمام انبیاء ومرسَلین علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات وکمالات، سرورِ کونین ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں جمع فرما کر، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کو تمام مخلوقات میں سب سے ممتاز فرمایا۔

معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قرآنِ پاک کی روشنی میں

عزیزانِ گرامی قدر! اللہ تعالی نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مختلف معجزے عطا فرمائے، ہر نبی کو انہی معجزات سے سرفراز فرمایا گیا، جو اُن کے دَور کے حالات وواقعات سے مُطابقت رکھتے تھے، اور وقت کے تقاضوں پر پورا اُترتے تھے، مثال کے طَور پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے دَور کو لے لیجیے، تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں جادوگری کا بڑا زور تھا، لہذا آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو جو معجزے عطا فرمائے گئے، اُن کے سامنے بڑے بڑے جادوگر بے بس اور عاجز ہوگئے، خالقِ کائنات عزّوجلّ آپ علیہ الصلوۃ والسلام

(۱) "بہارِ شریعت" عقائد متعلّقہ نبوّت، حصہ اوّل، ۵۶/۱۔

کے انہی معجزات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَۙ۱۰۴ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَؕ۱۰۵ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۱۰۶ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌۚۖ۱۰۷ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۠۱۰۸ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ﴾[1]۔

"موسیٰ نے کہا: اے فرعون! میں پروردگارِ عالَم کا رسول ہوں، مجھے مناسب یہی ہے کہ اللہ پر سچی بات ہی کہوں، میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی (معجزات) لے کر آیا ہوں، تو بنی اسرائیل کو (آزاد کرکے) میرے ساتھ بھیج دے۔ (فرعون) بولا کہ اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو، اگر سچے ہو تو لاؤ! تو موسیٰ نے اپنا عصا (لاٹھی) ڈال دیا، وہ فوراً ایک ظاہر اژدھا (بہت بڑا سانپ) بن گیا۔ اور (حضرت موسی نے) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا، تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا، قومِ فرعون کے سردار بولے کہ یہ تو ایک علم والا جادوگر ہے!"۔

صدر الافاضل حضرت مفتی سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدُنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا، کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنا عصا (لاٹھی) ڈالا، تو وہ ایک زرد رنگ کا بڑا اژدھا بن گیا، منہ کھولے ہوئے، زمین سے ایک میل اونچا، اپنی دُم پر کھڑا ہو گیا، اور ایک جبڑا اُس نے زمین پر رکھا، اور ایک شاہی محل کی دیوار پر، پھر اُس نے فرعون کی طرف رُخ کیا، تو فرعون اپنے تخت سے کُود کر بھاگا، اور ڈر سے اس کی ہوا خارج ہو گئی۔ اور جب لوگوں کی

(۱) پ ۹، الأعراف: ۱۰۴-۱۰۹.

طرف رُخ کیا تو ایسی بھاگ پڑی (یعنی بھگڈر مچی)، کہ ہزاروں آدمی آپس میں کچل کر مر گئے، فرعون گھر میں جاکر چیخنے لگا، کہ اے موسیٰ تمہیں اُس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا! اس کو پکڑ لو! میں تم پر ایمان لاتا ہوں! اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں! حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے عصا کو اُٹھالیا، تو وہ مثلِ سابق عصا تھا"[1]۔

حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بعض دیگر معجزات کا ذِکر کرتے ہوئے مزید فرمایا: ﴿وَ اِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ﴾[2] "جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، تو ہم نے فرمایا کہ اس پتھر پر اپنا عصا (لاٹھی) مارو، فوراً اس میں سے بارہ ۱۲ چشمے بہہ نکلے، ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ کھاؤ پیو خدا کا دیا ہوا اور زمین میں فساد نہ اٹھاتے پھرو" یعنی آسمانی کھانا مَن وسَلوی کھاؤ، اور اس پتھر کے چشموں کا پانی پیو، جو فضلِ الٰہی سے تمہیں بے محنت میسّر ہے۔

صدر الافاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "جب بنی اسرائیل نے سفر میں پانی نہ پایا، شدّتِ پیاس کی شکایت کی، تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم ہوا کہ اپنا عصا (لاٹھی) پتھر پر مارو، آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس ایک چوکور پتھر تھا، جب پانی کی ضرورت ہوتی، آپ علیہ الصلوۃ والسلام اس پتھر پر عصا مارتے، اس سے بارہ ۱۲ چشمے جاری ہوجاتے، اور سب سیراب ہوتے۔ یہ ایک بڑا معجزہ ہے، لیکن سیّدُ الانبیاء ﷺ کا اپنی مُبارَک انگلیوں سے چشمے جاری فرما کر،

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۹، الاعراف، زیرِ آیت: ۱۰۷، ص۳۰۹۔

(۲) پ ۱، البقرة: ٦٠.

جماعتِ کثیرہ کو سیراب فرمانا، اس سے بہت اعظم واعلیٰ ہے؛ کیونکہ عُضوِ انسانی سے چشمے جاری ہونا، پتھر کی بہ نسبت زیادہ تعجب خیز ہے!"[1]۔

ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ... فضلِ الٰہی کے روشن آفتاب

عزیزانِ گرامی قدر! ہمارے نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فضلِ خداوندی کے روشن آفتاب ہیں، تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جو جو معجزات عطا کیے گئے، وہ سب حضور سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہی فیضانِ بے مثال ہے، امام بُوصیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ؏

وكلُّ آيٍ أَتَى الرُّسلُ الْكِرامُ بها
فإنَّما اتَّصلتْ مِنْ نُوْرِه بِهِم!

فَإنّـــه شـــمْسُ فَضْـــلٍ، هُـــم كَواكبُهـــا
يُظهِـــرنَ أنوارَهـــا للنَّـــاسِ فِي الظُلَـــم![2]

"تمام معجزات جو پہلے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لائے، وہ اُن کو ہمارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نُور ہی سے حاصل ہوئے، ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فضلِ الٰہی کے روشن آفتاب ہیں، جبکہ دیگر سارے انبیاء اِس آفتاب کے ستارے ہیں، جن کے اَنوار لوگوں کے لیے تاریکیوں میں روشنی دیتے ہیں"

قرآنِ کریم... تاقیامت رہنے والا ایک عظیم معجزہ

حضراتِ گرامی قدر! پہلے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات اُن کے زمانۂ نبوّت

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱، البقرہ، زیرِ آیت: ۶۰، صـ۲۲۔
(۲) "بردة المديح المباركة" الفصل ۳ في مدح النّبي صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم، صـ۳۱.

تک باقی رہے، لیکن ہمارے نبئ کریم ﷺ کے معجزات کے انوار و تجلیات سے، دنیا قیامت تک مستفید ہوتی رہے گی، اس کی سب سے بڑی مثال قرآن مجید ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۤءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾[1] "اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی، اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور (قرآنِ پاک) اُتارا"۔

میرے محترم بھائیو! اس آیتِ مبارکہ میں "دلیلِ واضح سے مراد سیّدِ عالَم ﷺ کی ذات پاک ہے، جن کے صِدق پر اُن کے معجزے شاہد ہیں، اَور مُنکِرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں"[2]۔

حدیثِ پاک میں حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کونَین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْياً أَوْحَاهُ اللهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعاً يَوْمَ القِيَامَةِ»[3] "انبیاء میں سے ہر نبی کو اتنے معجزات عطا کیے گئے، جن کے سبب کوئی انسان ایمان لا سکتا ہے، اور مجھے جو چیز (بطورِ معجزہ) عطا کی گئی، وہ اللہ کی وحی (یعنی قرآنِ پاک) ہے، جو اُس نے میری طرف وحی فرمائی، تو مجھے میرے رب کی بارگاہ سے امید ہے، کہ میرے پیروکار قیامت کے دن سب سے زیادہ ہوں گے!"۔

میرے محترم بھائیو! قرآنِ کریم تاجدارِ رسالت ﷺ کا ایک ایسا معجزہ ہے، جس کے بارے میں کُفّار و مشرکین کو قیامت تک کے لیے چیلنج دیا گیا ہے، کہ اگر تم لوگ

---

(١) پ ٦، النساء: ١٧٤.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ٦، النساء، زیرِ آیت: ۱۷۴، صـ۲۰۴۔

(٣) "صحيح البخاري" كتاب فضائل القرآن، ر: ٤٩٨١، صـ٨٩٣.

سچے ہو تو اس (کلامِ پاک) جیسی کوئی ایک سورت ہی لاکر دکھادو! اللہ ربّ العزّت نے اس چیلنج کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴾[1] "اگر تمہیں کچھ شک ہو اُس میں، جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اُتارا (یعنی قرآن کریم میں) تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ! اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو!"۔

واقعۂ معراج

حضراتِ گرامی قدر! حضورِ اکرم ﷺ کے بے شمار معجزات میں سے، ایک مشہور معجزہ "واقعۂ معراج" بھی ہے، اللہ تعالی نے فضیلتِ معراج سے، اپنے حبیب نبیٔ آخرُ الزمان ﷺ کو وہ خصوصیت وشرَف عطا فرمایا، جو کسی اَور نبی ورسول کو نہیں ملا، سفرِ معراج کے ذریعے اللہ ربُّ العالمین نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو آسمانوں کی سَیر کرائی، قلیل وقت میں طویل سفر طے کرایا، اور اپنی قدرت کی واضح نشانیاں دکھائیں، ع

وہ سَرورِ کشوَرِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نِرالے طرب کے ساماں، عرب کے مہماں کے لیے تھے![2]

عزیزانِ محترم! عام اصطلاحات میں حضور اکرم ﷺ کے اس تمام سفر وعروج، یعنی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصی، اور وہاں سے آسمانوں، اور لامکاں تشریف لے جانے کو معراج کہا جاتا ہے، لیکن اہلِ علم حضرات کی اصطلاح میں، حضور ﷺ کا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصی تشریف لے جانا "اِسراء" کہلاتا ہے، اور مسجدِ اقصی سے آسمانوں

---

(۱) پ ۱، البقرۃ: ۲۳.

(۲) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے، ص۲۲۹۔

کی طرف حضور ﷺ کا عروج فرمانا "معراج" کہلاتا ہے[۱] ؏

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ، عیاں ہوں معنیٔ اوّل آخر

ہیں دست بستہ وہ پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے![۲]

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! خالقِ کائنات جَلّ جلالہ نے اس عظیم ترین معجزۂ اِسراء و معراج کو، ایسے مخصوص اُسلوب سے بیان فرمایا، کہ ہر عقلِ سلیم اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾[۳] "اُسے پاکی ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا، جس کے اِرد گرد ہم نے برکت رکھی ہے؛ تاکہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، یقیناً وہ پروردگار سنتا دیکھتا ہے"۔

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں، کہ اِس آیتِ مبارکہ میں مصطفی جانِ رَحمت ﷺ کی جسمانی معراج کا ذکر ہے، جو اِعلانِ نبوّت کے گیارہویں سال، مُطابق ۶۲۱ء میں ستائیسویں ۲۷ رجب، پیر کی رات کے آخری حصے میں، بیداری کی حالت میں ہوئی[۴]۔ تاجدارِ رسالت ﷺ آسمانوں کی بلند وبالا حُدود سے گزرتے ہوئے، عرشِ بریں پر جلوہ گر ہوئے، حضرت سیّدُنا جبریل علیہ السلام تو سدرۃ المنتہیٰ پر

---

(۱) دیکھیے: "مقالاتِ کاظمی "معراج النبی، ۱/۱۲۲۔

(۲) "حدائق بخشش "حصہ اوّل، وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے، ص۲۳۲۔

(۳) پ۱۵، الإسراء: ۱.

(۴) "مقالاتِ کاظمی "رسالہ "معراج النبی "۱/۲۱۰، ۲۱۱۔

رُک گئے، مگر حضور نبیٔ رَحمت شفیعِ اُمّت ﷺ آگے بڑھے، اور نورِ خداوندی سے قریب تر ہوئے۔ اِسی جسمانی معراج میں نمازِ پنجگانہ بھی فرض کی گئی۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سفرِ معراج میں جب سِدرۃ المنتہیٰ اور اُفقِ اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے، جو انوارِ ربّانی کی تجلّی گاہ ہے، اس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی، وہاں انوار و تجلیات کا جو مُشاہَدہ بے تاب نگاہوں نے بلاواسطہ کیا، خلوَت گاہِ راز میں راز و نیاز کے جو پیغامات عطا ہوئے، وہ عقلِ خَلق کی رَسائی سے بالاتر ہے، اللہ کریم نے خود اس کا ذکر اِن الفاظ میں فرمایا: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾[1] "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اُتر آیا، تو اُس جلوے اور اِس محبوب میں دو ۲ ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم، اب اُس نے جو وحی فرمانی تھی فرمائی"۔

امام ابن جریر طَبری رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیت: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾[2] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "دیگر مفسّرین نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں، کہ اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ سے قریب ہوا، تو وہ بھی اپنے رب سے قریب ہوگئے"[3] ع

بڑھ اے محمد، قریں ہو احمد، قریب آ سرورِ ممجّد

نثار ہو جاؤں یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا، یہ کیا مزے تھے![4]

---

(۱) پ۲۷، النّجم: ۸-۱۰.

(۲) پ۲۷، النّجم: ۸-۱۰.

(۳) "جامع البيان" النجم، تحت الآية: ۸، ۹، الجزء ۲۷، صـ۶۰.

(۴) "حدائقِ بخشش" حصہ اوّل، وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے، ص۲۳۴۔

حضراتِ محترم! سفرِ معراج میں خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے کائنات کے ہر ہر کرشمہ وراز سے، اپنے محبوبِ کریم جانِ کائنات ﷺ کو آگاہ فرمایا، الغرض اُس کی بے انتہاء نوازشوں اور لا تعداد عنایتوں سے سرفراز ہو کر، آقائے کائنات ﷺ واپس تشریف لائے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾[1] "آنکھ نہ کسی طرف پھری، اور نہ حد سے تجاوُز کیا، یقیناً آپ نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

معراج کی رات اس قُرب خاص میں، بلاواسطہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم ﷺ پر جو فضل وکرم فرمایا، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے اسے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ، فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ»[2] "اللہ تعالی نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میں نے اُس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، تو جو کچھ مشرق ومغرب میں ہے، وہ سب میرے علم میں آگیا"۔

یہ تاجدارِ رسالت ﷺ کی شان اور اللہ کی دی ہوئی طاقت تھی، کہ شبِ اِسراء کے دولہا ﷺ نے رب تعالی کے خصوصی انوار وتجلیات کے نظارے کیے، جنّت ودوزخ، عالَمِ ملکوت کے عجائبات کا مُشاہدہ کیا، انبیاء وملائکہ سے ملاقاتیں کیں، لیکن نہ تو آپ کی آنکھیں اُن اَنوار وتجلیات کی چمک دَمک سے خیرہ ہو کر چُندھیائیں، نہ دل گھبرایا، بلکہ جی بھر کر دیدار کیا۔

---

(۱) پ۲۷، النجم: ۱۷، ۱۸.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة ص، ر: ۳۲۳٤، صـ۷۳۵.

اِسراء و معراج کا انکار کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم

حضراتِ محترم! بعض لوگ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفرِ معراج کے اس عظیم معجزے کے انکاری ہیں، یاد رکھیے! مطلقًا "معراج" کا انکار بدعت، اور بالخصوص "اِسراء" کا انکار کفر ہے۔ حضرت علّامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "جس نے معراج کا انکار کیا وہ بدعتی ہے"[۱]۔ اس پر علّامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "یہ تو خاص معراج کے انکار کا حکم ہے کہ وہ بدعتی اور فاسق ہے، جبکہ مطلقًا "اِسراء" (مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر) کا انکار کرنے والا کافر ہے"[۲]۔ حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے مطلقًا "اِسراء" کا انکار کیا وہ کافر ہے"[۳]۔

میرے محترم بھائیو! معراج اللہ تعالیٰ کا وہ خصوصی انعام اور عظیم معجزہ ہے، جو اس نے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو عطا نہیں فرمایا، لہذا اس کا اعتقاد رکھنے کو کفر و شرک و بدعت اور باطل سمجھنا سراسر زیادتی ہے، اللہ کریم ایسوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے!۔

مُبارَک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا

حضراتِ ذی وقار! رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مُبارَک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا بھی، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک عظیم اور حیران کُن معجزہ ہے، جیسا کہ حضرت سیّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ لوگوں کو حدَیبیہ کے دن بڑی پیاس محسوس ہوئی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک ڈول تھا، جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر لوگ اس طرف دَوڑ پڑے، نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا لَكُمْ؟» "تمہیں کیا

---

(۱) "شرح العقائد" صـ۲۱۹.
(۲) "هداية المريد" معجزة الإسراء والمعراج، ۲/ ۸۵۸.
(۳) "مِنح الروض" صـ۳۲۲، ملتقطاً.

حاجت دَرپیش ہے؟" لوگوں نے عرض کی کہ یارسولَ اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے، جس سے ہم وضو کریں اور پییئں، سوائے اس پانی کے جو آپ کے ڈول میں ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس ڈول میں رکھا تو پانی نبیٔ رحمت کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پُھوٹنے لگا، حضرت سیّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ہم نے پانی پیا اور وضو کیا۔

حضرت سالِم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کیا کہ اس دن آپ لوگ تعداد میں کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو (وہ پانی) ہم کو کافی ہوتا، تاہم (تعداد میں) ہم پندرہ سو ۱۵۰۰ تھے"[۱]۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "حضور اَنور ﷺ کا یہ معجزہ، حضرت موسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس معجزے سے افضل ہے، کہ موسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پتھر پر عصا مارا تو اس سے پانی کے بارہ ۱۲ چشمے جاری ہوگئے؛ کیونکہ پتھر سے پانی جاری کردینا واقعی معجزہ ہے، مگر انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادینا بڑا معجزہ ہے۔ امام اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں قدّس سرّہٗ نے کیا خوب فرمایا: ؏

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ![۲]

چاند کے دو ٹکڑے فرمانا

حضراتِ گرامی قدر! کفّار و مشرکین کے مُطالبے پر، نبیٔ کریم ﷺ کا چاند کے دو ۲ ٹکڑے فرمانا بھی، ایک عظیم اور مُبارَک معجزہ ہے، اللہ ربّ العزّت نے اس

---

(۱) "صحيح البخاري" باب غزوة الحدَيبية، ر: ٤١٥٢، صـ٧٠٦.
(۲) "مرآۃ المناجیح" معجزات کا بیان، پہلی فصل، ۸/۱۷۱۔

معجزے کا قرآنِ پاک میں بھی ذکر فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾[1] "قیامت قریب آئی اور چاند شَق ہو گیا"۔

صدر الافاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "شَق القمر (یعنی چاند کا دو ۲ ٹکڑے ہونا) جس کا اس آیت میں بیان ہے، نبیٔ کریم ﷺ کے معجزاتِ باہرہ میں سے ہے، اہلِ مکّہ نے حضور سیّدِ عالَم ﷺ سے ایک معجزہ کی درخواست کی تھی، اس پر حضور ﷺ نے چاند شَق (ٹکڑے) کر کے دکھایا تھا، چاند کے دو ۲ حصے ہو گئے، اور ایک حصہ دوسرے سے جُدا ہو گیا، اور فرمایا کہ گواہ رہو! قریش نے کہا کہ محمد ﷺ نے جادو سے ہماری نظر بندی کر دی ہے، اس پر اُن کی جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اگر یہ نظر بندی ہے، تو باہر کہیں بھی کسی کو چاند کے دو ۲ حصے نظر نہ آئیں ہوں گے، اب جو قافلے آنے والے ہیں اُن کی جستجو رکھو! اور مسافروں سے دریافت کرو! اگر دوسرے مقامات سے بھی چاند شَق ہوتا دیکھا گیا ہے، تو بے شک معجزہ ہے، چنانچہ سفر سے آنے والوں سے دریافت کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا کہ اُس روز چاند کے دو ۲ حصے ہو گئے تھے، مشرکین کو انکار کی گنجائش نہ رہی، اور وہ جاہلانہ طَور پر جادو ہی کہتے رہے۔ صحاح (اَحادیث کی مُستند کتب) کی اَحادیثِ کثیرہ میں، اس معجزۂ عظیمہ کا بیان ہے، اور خبر اس درجۂ شُہرت کو پہنچ گئی ہے، کہ اس کا انکار کرنا عقل وانصاف سے دُشمنی اور بے دینی ہے"[2]۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ چاند دو ۲ ٹکڑے ہونے

---

(۱) پ۲۷، القمر: ۱.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۷، القمر، زیرِ آیت: ۱، صـ۹۷۶۔

کا واقعہ، حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مُبارَک عہد میں پیش آیا، ایک ٹکڑے کو پہاڑ نے چُھپا لیا، اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اللّٰهُمَّ اشْهَدْ!»(۱) "اے اللہ تو گواہ رہنا!"۔

زمین سے جنّت کو ملاحظہ فرمانا

عزیزانِ مَن! حضورِ اکرم ﷺ کا زمین سے جنّت کو مُلاحظہ فرمانا، اور ہاتھ بڑھا کر اس کے دَرخت سے ایک خوشہ پکڑ لینا بھی، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا ایک مُبارَک معجزہ ہے، اس معجزے کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، کہ ایک بار مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے مُبارَک عہد میں سورج کو گرَہن لگا، اور سروَرِ عالَم ﷺ نے نمازِ کسوف پڑھائی، تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے کھڑے کھڑے کوئی چیز پکڑی، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ کسی قدر پیچھے ہٹ گئے! حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي أُرِيتُ الجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوداً، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا»(۲) "مجھے جنّت نظر آئی، تو میں نے اُس میں سے ایک خوشہ پکڑ لیا، اور اگر اُسے توڑ لیتا تو رہتی دنیا تک تم لوگ اُسے کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا)"۔

قلبی کیفیات اور آگے پیچھے کے حالات بیک وقت ملاحظہ فرمانا

حضراتِ ذی وقار! سروَرِ کونین ﷺ کے مُبارَک معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ یہ بھی ہے، کہ غیب دان نبی ﷺ بیک وقت آگے اور پیچھے کے حالات، اور

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب صفة القيامة والجنّة والنار، ر: ۷۰۷۳، صـ۱۲۲۰.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ۷٤۸، صـ۱۲۱، ۱۲۲.

دلوں کی کیفیات کو یکساں مُلاحظہ فرمالیتے تھے، اس حوالے سے حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ فَوَاللهِ! مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا سُجُودُكُمْ، وَلاَ خُشُوعُكُمْ، وَإِنِّي لأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي»[1] "کیا تم یہی دیکھتے (یا سمجھتے) ہو کہ (دورانِ نماز) میرا منہ اُدھر قبلے کی طرف ہوتا ہے؟ اللہ کی قسم! مجھ سے تمہارے نہ رکوع پوشیدہ ہیں، نہ سجود، اور نہ خُشوع، میں تمہیں اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں!"۔

جانوروں سے ہم کلام ہونا اور اُن کی زبان سمجھنا

حضراتِ محترم! اللہ رب العالمین نے سرورِ کونین ﷺ کو ایک مُبارک معجزہ یہ عطا فرمایا، کہ جانور بھی مصطفی جانِ رحمت ﷺ سے کلام کیا کرتے، اور رسولِ اکرم ﷺ اُن کی بات سمجھ کر ان کا جواب بھی دیتے۔ حضرت سیّدُنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس نے نبیٔ کریم ﷺ کو دیکھا تو تڑپ اٹھا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے، نبیٔ کریم ﷺ اس کے پاس آئے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چُپ ہوگیا، پھر رحمتِ عالمیان ﷺ نے دریافت فرمایا: «مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هَذَا الْجَمَلُ؟» "اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟" انصاری نَوجوان نے آکر بتایا کہ یا رسولَ اللہ! یہ میرا اونٹ ہے، رحمتِ کونین ﷺ نے فرمایا: «أَفَلَا تَتَّقِي اللهَ فِي هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ؟ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللهُ إِيَّاهَا!؛ فَإِنَّه

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ۷٤۱، صـ۱۲۰، ۱۲۱.
و"صحيح مسلم" كتاب الصلاة، ر: ۹٥۸، صـ۱۸۲.

شَكٰى إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهُ وَتُدْئِبُهُ»[1] "کیا تُو اس جانور کے مُعاملے میں اللہ تعالی سے نہیں ڈرتا؟ جس کا تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مالک بنایا ہے!؛ اس (اونٹ) نے مجھ سے شکایت کی ہے، کہ تم اُسے بھوکا رکھتے ہو اور بہت کام لیتے ہو!"۔

درختوں کا تابعدار ہونا

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک مُبارَک معجزہ یہ بھی ہے، کہ تمام چرند پرند، پہاڑ اور دَرخت بھی حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تابعدار ہیں، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، کہ ایک اَعرابی (دیہاتی) حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ میں کیسے پہچانوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنْ دَعَوْتُ هَذَا العِذْقَ مِنْ هَذِهِ النَّخْلَةِ [أ] تَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ الله؟» "اگر میں کھجور کے اس درخت پر لگے ہوئے اُس کے خوشے کو بلاؤں، تو کیا تم گواہی دوگے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟" پھر نبئ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے بلایا تو وہ گُچھا درخت سے اُترنے لگا، یہاں تک کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قدموں میں آگرا، پھر رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس گُچھے سے فرمایا: «ارْجِعْ!» "لَوٹ جاؤ!" وہ واپس چلا گیا، اور اَعرابی (دیہاتی، یہ معجزہ دیکھ کر) مسلمان ہو گیا"[2]۔

دیہاتی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ "مجھے کوئی معجزہ دکھائیے جس سے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوّت کو پہچان لُوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ نبوّت کی دلیل ہوتا ہے، دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی معجزے عطا ہوئے، لیکن حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الجهاد، ر: ۲۵۴۹، صـ۳۷۰.

(۲) "سنن الترمذي" باب [في حنين الجذع ...] ر: ۳۶۲۸، صـ۸۲۷.

معجزات بے شمار ہیں، گزشتہ نبیوں کے معجزات اُن کی حیاتِ ظاہری تک محدود تھے، جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے معجزے تاقیامت باقی رہنے والے ہیں"[1]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قرآن وسنّت کے اَحکام کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزاتِ مبارکہ کے فیض سے مستفید فرما، ان پر پختہ اعتقاد ویقین رکھتے ہوئے آخرت کی تیاری کا جذبہ اور سوچ عنایت فرما، آمین یا رب العالمین!۔

(۱) دیکھیے: "مرآۃ المناجیح" معجزات کا بیان، دوسری فصل، ۸/۲۲۶، ملتقطاً۔

اُمّتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ اور علماء کا کردار

(جمعۃ المبارک ۴ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ - ۱۹/۳/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اُمّتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ (Renaissance)

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس میں ہر شعبۂ زندگی سے متعلق واضح بنیادی اُصول وقوانین موجود ہیں، جن پر عمل پیرا رہتے ہوئے ناصِرف دنیا میں ایک کامیاب زندگی گزاری جاسکتی ہے، بلکہ اپنی آخرت کا بھی بہترین سامان کیا جاسکتا ہے۔ اللہ، رسول اور آخرت پر ایمان، اسلامی اَحکام کی اَساس ہے، اسی اَساس پر مصطفی جانِ رحمت ﷺ اور خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے "ریاستِ مدینہ" کی وہ شاندار عمارت تعمیر فرمائی، جس کی بدَولت اُمتِ مسلمہ نے ایک ہزار ۱۰۰۰ سال تک اَقوامِ عالَم پر شاندار انداز میں حکمرانی کی، اور دنیا کو عدل وانصاف، علم وآگاہی اور امن وسکون کا گہوارہ بنائے رکھا، اسی دَوران مسلمان اپنی بے عملی کے باعث اِسلامی تعلیمات سے دُور ہوکر پستی اور زَوال کی گہرائیوں میں گرتے چلے گئے،

جبکہ کُفّار و مشرکین غالب آتے گئے، حتی کہ آج نَوبت یہاں تک آپہنچی کہ مسلمان دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم اور محکوم قوم بن چکے ہیں، دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمانوں پر ظُلم وستم ہورہا ہے۔ انہیں اسلامی اَحکام پر عمل کے سبب تنگ کیا جاتا ہے، مسلمان عورتوں کی عصمت دَری کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں، انہیں دہشتگردی اور قتل وغارتگری کا نشانہ بنایا جارہا ہے، ان کی جان سے پیارے نبی ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنانے کی مُنظّم سازشیں کی جارہی ہیں۔

میرے محترم بھائیو! ظُلم وستم کے ایسے پہاڑ ٹوٹنے اور زوال کا شکار ہونے کے بعد، اپنی عظمتِ رَفتہ کی بحالی، عُروج اور اِسلامی تعلیمات کے نفاذ واِحیاء کے لیے، از سرِنَو کوشش کرنے کا نام ہی "نشاۃِ ثانیہ" (Renaissance) ہے۔

دینِ اسلام کا بنیادی مقصد اور دنیاوی غلبہ و عُروج

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام محض دنیاوی ترقی اور عروج نہیں چاہتا، اس کا بنیادی مقصد مادّی اشیاء، یعنی گاڑی، بنگلہ، بینک بیلنس (Bank Balance)، مال ودَولت، نت نئی اِیجادات اور مُعاشی وسائنسی ترقی ہرگز نہیں، بلکہ دینِ اسلام ہمیشہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے، اس کے نزدیک اُخروی کامیابی ہی حقیقی اور دائمی کامیابی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالی پر پختہ ایمان رکھتے ہیں، اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں، دینِ اسلام آخرت کے ساتھ ساتھ انہیں دنیا میں بھی عظمت، شان اور اَقوامِ عالَم پر غلبہ عطا فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾[١] "تمہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو!" یعنی اگر ہم اللہ ربّ العالمین کی طرف سے فتح

---

(١) پ ٤، آل عمران: ١٣٩.

ونصرت کے ذریعے اَقوامِ عالَم پر غَلبہ چاہتے ہیں، تو ہمیں کامل مؤمن بننا ہوگا، اور دینِ اسلام کی تعلیمات پر بھرپور عمل کرنا ہوگا!۔

اُمّتِ مسلمہ کے زوال کے چند اَسباب

عزیزانِ گرامی قدر! اُمّتِ مسلمہ آج جن حالات وواقعات سے دوچار ہے، یہ بات ہر ذی شُعور مسلمان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کی پستی اور زوال کو دیکھ کر دل نہایت افسردہ ہو جاتا ہے، ایک وقت وہ تھا کہ جب مسلمان تہذیب وثَقافت کے علمبردار تھے، اُن کی درسگاہیں علم وحکمت کے نُور سے جگمگارہی تھیں، مسلمان کئی صدیوں تک دنیا کی مضبوط ترین حکمران اور فاتح قوم کے طَور پر نمایاں رہے، لیکن جیسے جیسے مسلمان قرآن وسنّت سے دُور ہوتے گئے، ذِلّت ورُسوائی اُن کا مقدّر بنتی چلی گئی، رَفتہ رَفتہ فرائض وواجبات میں کوتاہی برتنے کا سلسلہ عام ہوا، پھر شفقت ومحبت، اُخوّت وبھائی چارہ اور باہمی ہم آہنگی کا خاتمہ ہوتا گیا، نفرتوں کَدورتوں نے ہر سُو ڈیرے ڈال لیے، رنگ ونسل اور ذات پات کی بنیاد پر قتل وغارتگری اور جھگڑے عام ہوگئے، مسلم مُعاشروں میں شراب وکباب، ناچ گانا، سُود، جُوا، شراب نوشی، خِیانت ووعدہ خلافی، بداَخلاقی وبدتہذیبی کے ناسُور نے رہی سہی کسر بھی نکال دی، خلافتِ راشدہ کے بعد ہم مسلمانوں کا سیاسی نظام پہلے ہی پٹڑی سے اُتر چکا تھا، لیکن بعد میں جب ہمارے علماء کو ایک منظّم پروپیگنڈہ کے تحت سیاست سے الگ کرکے محراب ومنبر تک محدود کردیا گیا، تب اس چیز نے مسلمانوں کے خلاف دو دَھاری تلوار کا کام کیا، جس کا نقصان یہ ہوا کہ اُمّتِ مسلمہ روز بروز پستی اور زوال کی گہرائیوں میں گرتی چلی گئی!۔

نشاۃِ ثانیہ کے لیے ممکنہ لائحہ عمل اور اِقدامات

حضراتِ ذی وقار! اُمتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے حوالے سے اگر ہم واقعی سنجیدہ ہیں، اور چاہتے ہیں کہ مسلمان قوم اپنا کھویا ہوا مقام اور شان وعظمت دوبارہ حاصل کرلے، تو ہمیں ایک متفقہ لائحہ عمل اپناکر اس پر مضبوطی سے عمل کرنا ہوگا، اس حوالے سے چند تجاویز اور اِقدامات پر عمل بے حد مفید رہے گا ان شاء اللہ:

(۱) اُمتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے حوالے سے، ایک اہم اور مؤثر ہتھیار مسلمانوں کا باہمی اِتحاد واِتفاق ہے، دینِ اسلام اتحاد واتفاق اور یکجہتی کا دَرس دیتا ہے، اتحاد کی بے شمار برکتیں ہیں، اتفاق واتحاد کی بدَولت اِنفرادی، فکری، مُعاشَرتی، اقتصادی، علمی وفنّی اور سائنسی قوّت میں یکجہتی ملتی ہے، باہمی تعلّقات مضبوط ہوتے ہیں، اور ہم آہنگی کی بہترین فِضا قائم ہوتی ہے۔

اتحاد ہر طرح کی سعادت وبھلائی کی بنیاد، انسانیت کی تعمیر وترقی کا سُتون، مُعاشی ومُعاشَرتی کثیر فوائد، کسی بھی ملک وقوم کے لیے راحت وسکون، ترقی وکامیابی کا ذریعہ، اور ایک عظیم وعمدہ نعمت ہے۔ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے اتحاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[1] "سب مل کر اللہ کی رَسّی مضبوط تھام لو، اور آپس میں فرقوں میں مت بٹ جانا!" یعنی دِینِ اسلام کے اُصول وقواعد اور اللہ ورسول کے فرامین پر عمل پیرا رہنا ہے؛ کیونکہ اتفاق وہی اچھا ہے جو اللہ ورسول کی اِطاعت پر کیا جائے، ان کا راستہ چھوڑ کر اتفاق اتفاق نہیں، بلکہ کمزوری اور بدبختی ہے!۔

عزیزانِ مَن! امّتِ مسلمہ کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور نشاۃِ ثانیہ کے لیے تمام

(۱) پ ٤، آل عمران: ١٠٣.

مسلمانوں کو چاہیے، کہ اپنے باہمی اختلافات بھلاکر، اتفاق واتحاد کی لڑی میں جُڑ جائیں، کفّار کے آلۂ کار بن کر، کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی کاروائی میں شریک نہ ہوں، بلکہ جہاں کہیں مسلمانوں پر حملہ ہو تو تمام مسلمان مل کر ان کی مدد کریں، ہمارے کسی بھی مسلمان ملک یا مسلمان بھائی کو کوئی تکلیف، پریشانی یا کوئی بھی مصیبت پیش آئے، تو دنیا بھر کے تمام مسلمان اور مسلم ممالک اسے اپنی تکلیف تصوُر کریں؛ کہ مسلمان سب ایک جان کی مانند ہیں، حضرت سیّدُنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «المُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» "مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے" رَحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرماکر، اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں، ایک دوسرے میں پیوَست کرکے اشارہ فرمایا[1]۔ ؏

حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک

کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک![2]

(۲) امّتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے حوالے سے دوسرا اہم نکتہ یہ ہے، کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہان اپنے اپنے ملک میں اسلامی نظامِ حکومت نافذ کریں، اپنی اپنی عوام کی دینی وسیاسی تربیت کا اہتمام کریں، انہیں اسلام دشمن قوّتوں کے ناپاک عزائم اور درپیش عالمی چیلنجز (Global Challenges) سے آگاہ کرکے، اتحادِ امت کی ضرورت کا احساس دلائیں، اس حوالے سے اسکولز، کالجز(Colleges)،

---

(۱) "صحيح البخاري" باب نصر المظلوم، ر: ۲٤٤٦، صـ۳۹٤.

(۲) "جوابِ شکوہ" صـ۱۴۔

دینی مدارس اور مساجد کو تربیتی مراکز کے طور پر استعمال کرنا زیادہ مفید رہے گا۔

(۳) اُمتِ مسلمہ کو درپیش خطرات سے نپٹنے کے لیے مشترکہ لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔ اس سلسلے میں اسلامی ممالک باہمی طور پر دفاعی معاہدے کریں؛ تاکہ کفّار ومُشرکین ان مُعاہدوں کے باعث خائف رہیں، اور کسی کو کسی اسلامی ملک پر حملہ کرنے کی جراءت نہ ہوسکے! اس کے علاوہ ہر اسلامی ملک اپنے شہریوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کرکے، انہیں دین وملّت کے دِفاع کے لیے تیار کرے، نیز ملکی آئین میں تبدیلی کرکے ہر شہری کے لیے جنگی تربیت کو لازم قرار دیا جائے!۔

(۴) اُمتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) کے حوالے سے ایک اَہم اور ضروری اِقدام یہ بھی ہے، کہ اسلامی ممالک باہمی تجارت اور لین دَین کو فروغ دیں؛ تاکہ ان کی معیشت بہتر ہو، اور وہ مزید ترقی کرسکیں۔ عالمِ اسلام کے عظیم مفکّر ومدبّر، اور ماہرِ مُعاشیات واقتصادیات، امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کو مُعاشی پسماندگی سے نکلنے کی تدبیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "(مسلمان) اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے، کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت (صنعت) وتجارت کو ترقی دیتے، کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے!۔

تونگر (مالدار) مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بینک کھولتے، سُود شریعت نے حرامِ قطعی فرمایا ہے، مگر دیگر سَو ۱۰۰ طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں، جن کا بیان کتبِ فقہ میں مفصَّل ہے، ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا، اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بَرآتی، اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں (ہندو) بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر مدیونی (مقروض) کی جائیداد ہی لی جاتی،

(توکم ازکم) مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے چنگے"[1]۔

واقعی اگر آج بھی ان اصول پر ہم کاربند ہوجائیں، تو کچھ بعید نہیں کہ کامیابی، کامرانی اور خوشحالی ہمارے قدم چومے، اور امتِ مسلمہ ایک بار پھر اپنی شان وشوکت اور دینِ اسلام کے نظامِ عدل ومُساوات کو بحال کرنے میں کامیاب ہوجائے۔

(۵) اُمّتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) کے حوالے سے سب سے اَہم اور ضروری چیز، ایک مسلمان کی اسلامی تعلیم وتربیت ہے، ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے ممالک میں نظامِ تعلیم کو اسلامی بنیادوں پر اُستوار کریں، نصابِ تعلیم کو اَز سرِ نَو مرتّب کریں، مغربی اَفکار ونظریات کو خارج کیا جائے، اسے اسلامی تَصوُّرِ علم کے مُطابق تیار کیا جائے، اور اس سلسلے میں مزید رَہنمائی کے لیے علمائے کرام پر مشتمل بورڈ تشکیل دیا جائے، جو تمام مُروّجہ تعلیمی نصاب کا جائزہ لے کر سفارشات مرتّب کرے، نیز غیر شرعی وغیر ضروری مواد کی نشاندہی کرے، اور پھر اسے نصاب سے خارج کرکے شرعی وضروری مواد شامل کیا جائے۔

(۶) اسلامی اَدوارِ حکومت کی سب سے بڑی پہچان اور انفرادیت، دینِ اسلام کا نظامِ عدل ومُساوات ہے، لہذا اُمتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) کے حوالے سے کیے جانے والے اِقدامات میں سے ایک اِقدام یہ بھی ہونا چاہیے، کہ تمام اسلامی ممالک اپنی ملکی عدالتوں اور نظامِ قانون میں، قرآن وسنّت کے اَحکام کو پیشِ نظر رکھیں، شریعت کو سپریم لاء (Supreme Law) بنائیں، اور تمام ملکی قوانین اور آئین کو اس کے تابع کریں، نیز اسے صرف کاغذی کاروائی

---

(۱) "فتاوی رضویہ" رسالہ "تدبیرِ فلاح ونَجات واِصلاح" ۱۱/۶۰۱، ملتقطاً۔

تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ اس پر عملدر آمد کو بھی یقینی بنایا جائے۔

(۷) حضراتِ محترم! اُمتِ مسلمہ اس وقت تک اپنے قدموں پر کھڑی نہیں ہو سکتی، جب تک وہ دعوت وارشاد کے فریضے کو اپنا اوڑھنا بچھونا نہ بنا لے، عمومی وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ جدید ذرائعِ ابلاغ (Modern Media) کے ذریعے بھی، لوگوں کو نیکی کا حکم اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کی جائے؛ تاکہ جو لوگ سستی، کاہلی یا اپنی کسی مصروفیت کے باعث دینی اجتماعات میں شرکت نہیں کرپاتے، انہیں بھی اسلامی تعلیمات سے آگاہی ہو، اور وہ ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہوکر سچے پکے اور کامل مؤمن بن سکیں!۔

اُمّتِ مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ میں علماء کی ذمہ داریاں

میرے محترم دوستو، بھائیو اور بزرگو! امّتِ مسلمہ کی عظمتِ رفتہ کی بحالی میں حکمرانوں کے بعد، سب سے اہم کردار علمائے دِین کا ہے، اگر علمائے دین اپنے منصب کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے، اپنی اس ذمہ داری کو ادا کریں تو وہ وقت دُور نہیں، کہ جب امّتِ مسلمہ اپنا کھویا ہوا وقار اور شان وعظمت بحال کرنے میں کامیاب ہو جائے! محراب ومنبر کی شکل میں علمائے دین کے پاس، ایک ایسا مضبوط اور مؤثر پلیٹ فارم (Plat Form) موجود ہے، جو حاکمِ وقت کو بھی مُیسّر نہیں، اس پلیٹ فارم کے ذریعے لوگوں کے سوچنے سمجھنے کا انداز تبدیل کیا جاسکتا ہے، اُن کی دینی اور سیاسی طور پر بہترین تربیت کی جاسکتی ہے، انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کیا جاسکتا ہے، انہیں دینِ اسلام کو درپیش چیلنجز (Challenges) خطرات اور سازشوں سے بھرپور انداز میں آگاہ کیا جاسکتا ہے، انہیں نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کی جاسکتی ہے، انہیں باہم پیار محبت، اُخوّت بھائی چارہ اور اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے کا درس دیا جاسکتا ہے،

انہیں حقیقی کامیابی، کامرانی اور ترقی و عروج سے متعلق، دینِ اسلام کا فلسفہ سمجھا کر، ایک باعمل مسلمان بنایا جاسکتا ہے، لہذا ہر عالِم دین کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمّہ داری کا احساس کرے، اور اپنے منصب کے تقاضوں پر پورا اُترنے کی بھرپور کوشش جاری رکھے!!۔

دعا

اے اللہ! اُمّتِ مسلمہ کی عظمتِ رفتہ اور شان و شوکت کو بحال فرما، اس کی نشاۃِ ثانیہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دُور فرما، ایک دوسرے کے دُکھ دَرد کو اپنا دُکھ دَرد سمجھنے کی توفیق عطا فرما، مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائیوں کے کام آنے کی توفیق مرحمت فرما، آمین یارب العالمین!۔

بدعتِ ضلالہ سے بچنا ضروری ہے

(جمعۃ المبارک ۱۱ شعبان المعظّم ۱۴۴۲ھ - ۲۶/۳/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

بدعت کا لُغوی واصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! کسی شَے کے عدم سے وُجود میں آنے کو بدعت کہتے ہیں، لفظ بدعت "بِدْعٌ" سے مُشتق ہے، جس کا لُغوی معنی کسی چیز کو اِیجاد کرنا ہے[۱]۔ اصطلاحِ شریعت میں بدعت سے مراد وہ اعتقاد یا اعمال ہیں، جو مصطفی جانِ رحمت ﷺ یا صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے دَور کے بعد اِیجاد ہوئے۔

بدعت کی اَقسام

عزیزانِ گرامی قدر! بدعت کی دو ۲ قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ حَسَنہ، (۲) بدعتِ سیّئہ۔

---

(۱) "كشّاف اصطلاحات الفُنون والعلوم" حرف الباء، ۱/ ۳۱۳.

"بدعتِ حَسَنہ" سے مراد وہ نیا کام ہے، جو کسی سنّت کے خلاف نہ ہو، مثلاً کتابی صورت میں قرآنِ پاک کی اِشاعت، اور اس پر اعراب وغیرہ کا اہتمام، حدیث کی چھ ٦ مشہور اور صحیح ترین کتب کی تالیف، ختمِ بخاری کا اہتمام، محفلِ میلاد کا انعقاد، چھے ٦ کلمے، دینی تعلیم و تعلُّم کے لیے درسِ نظامی اور دَورۂ حدیث شریف کے کورس، شبِ معراج، شبِ براءَت اور عیدَین سمیت تمام مبارک راتوں میں محفلِ ذکر ونعت کے اجتماعات، اور اجتماعی طَور پر شب بیداری اور عبادت کا اہتمام۔ یہ سب بدعاتِ حسَنہ ہیں، ان میں سے کوئی کام ایسا نہیں، جو خلافِ شریعت ہو، یا ان کے سبب کسی سنّت کا ترک لازم آتا ہو۔

حضراتِ محترم! ایک ایسی ہی بدعتِ حَسَنہ کے بارے میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ﴾[1] "راہب بننا تو انہوں نے دِین میں اپنی طرف سے نئی چیز نکالی، ہم نے ان پر مقرّر نہیں کی تھی، ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالی کی رِضا کے لیے پیدا کی تھی"۔

امام ابنِ جریر طَبری رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "رب تعالی فرماتا ہے، کہ ہم نے ان پر راہب بننا فرض نہیں کیا تھا، انہوں نے راہب بننے کی بدعت اللہ تعالی کی رضا کے لیے خود سے ایجاد کی تھی"[2]۔

امام بَغَوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "انہوں نے اپنی طرف سے راہب بننا اختیار کیا، یعنی ہم نے ان پر یہ فرض نہیں کیا، لیکن انہوں نے راہب بننا اللہ کی رضا کی خاطر اختیار کیا، اور یہ رہبانیت جو انہوں نے اختیار کی، وہ یہ

(١) پ٢٧، الحديد: ٢٧.

(٢) "جامع البيان" الحديد، تحت الآية: ٢٧، الجزء ٢٧، صـ٣٠٩.

تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اور نکاح کرنے سے باز رکھا، اور پہاڑوں میں رہ کر عبادت کی مشقّت اختیار کی"[1]۔

جمعِ قرآن اور سنّتِ صحابہ

عزیزانِ محترم! قرآن مجید ہم مسلمانوں کی مقدّس کتاب اور صحیفۂ خداوندی ہے، جیسے جیسے اس کا نُزول ہوتا رہا، نبئ کریم ﷺ اسے تحریر کرواتے رہے، لیکن اسے کتابی صورت میں یکجا کرنے کی سعادت، خلفائے راشدین کے حصے میں آئی، ان کا یہ عمل ہمارے لیے سنّت اور شریعت کے عین مُطابق ہے، لہذا اسے بدعت کہنا درست نہیں۔ ایک صحیح حدیث پاک میں حضرت سیّدُنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْـمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ!»[2] "تم پر لازم ہے کہ میری سنّت اور ہدایت والے خلفائے راشدین کی سنّت کو، انتہائی مضبوطی سے تھامے رکھو!"۔

میرے محترم بھائیو! مذکورہ بالا حدیث پاک میں حضور نبئ کریم ﷺ نے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کے کاموں کو بھی سنّت قرار دیا، اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنے کی خصوصی تاکید فرمائی، لہذا معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی پیروی باعث نَجات ہے، اور ان کی اِیجادات بدعت نہیں بلکہ سنّتِ صحابہ ہے۔

جمعِ قرآن کا پس منظر اور اس کی وُجوہات

جمعِ قرآن کے پس منظر اور اس کی وُجوہات سے متعلّق، حضرت سیّدُنا زید

---

(١) "مَعالم التنزيل" الحديد، تحت الآية: ٢٧، ٤/ ٣٠٠.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب السُنّة، باب في لُزوم السُنّة، ر: ٤٦٠٧، صـ٦٥١.

بن ثابت رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ "حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، کہ جناب فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ میرے پاس آئے اور فرمایا، کہ جنگِ یمامہ میں کثیر حُفّاظِ قرآن نے شہادت پائی ہے، اور اگر مختلف شہروں کے قاری صاحبان بھی شہید ہو گئے، تو مجھے اندیشہ ہے کہ اگر قرآنِ کریم کو جمع نہ کیا گیا، تو اس کا کثیر حصہ جاتا رہے گا! لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآنِ کریم یکجا کرنے کے لیے کسی کو حکم فرمائیں! میں نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: «كيفَ تفعلُ شيئاً لم يفعَلْه رسولُ الله ﷺ!» "وہ کام کیسے کر سکتے ہو جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا!" حضرتِ عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ اللہ کی قسم اس کام میں خیر ہے! حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ مجھ سے وقتاً فوقتاً یہی مُطالبہ کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس مُعاملہ میں میرا سینہ بھی کھول دیا، اور میں بھی حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی بات سے متفق ہو گیا"[1]۔

دینِ اسلام میں اچھا کام رائج کرنے کا اجر وثواب

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام میں بدعتِ حسَنہ (اچھا کام) رائج کرنے کا بے حد اجر وثواب ہے، حضرت سیّدُنا جریر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ سَنّ في الإسلام سُنّةً حسَنةً، فلَه أجرُها وأجرُ مَن عمِل بها بعدَه، مِن غيرِ أن ينقُصَ مِن أُجورِهم شيءٌ!»[2] "جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے، اسے اس کا ثواب ہوگا، اور اُن تمام لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جو بعد میں اس پر عمل کرتے رہیں گے، اور اُن کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی!"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" باب جمع القرآن، ر: ٤٩٨٦، صـ٨٩٤.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الزكاة، ر: ٢٣٥١، صـ٤١٠، ٤١١.

فقیہِ اُمّت حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: «فما رَآه المسلمُون حسَناً فهو عندَ الله حَسنٌ! ومَا رأَوْه سيِّئاً فهو عند الله سَيِّئٌ!»[1] "جس کام کو مسلمانوں کی اکثریت اچھا جانے، وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی اچھا ہے! اور جسے مسلمانوں کی اکثریت بُرا جانے، وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بُرا ہے!"۔

لہذا معلوم ہوا کہ شریعتِ اسلامیہ کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اچھی چیز کی ایجاد اللہ تعالی کی رضا کی غرض سے ہو، تو محمود ومطلوب ہے، بشرطیکہ اس کے سبب فرض، واجب یا سنّت زائل وترک نہ ہوں!۔

دینِ اسلام میں بُرا کام رائج کرنے پر گناہ

عزیزانِ مَن! اگر کسی بدعت کے باعث، واجب یا سنّت کا ترک لازم آئے، یا اس کے سبب کوئی واجب یا سنّت مٹتی ہو، تو وہ "بدعتِ سیّئہ" (بُرا کام) ہے، اگر اس بدعتِ سیّئہ کے اِرتکاب سے واجب کا ترک لازم آئے تو وہ بدعت حرام ہے، مثال کے طور پر اہلِ سنّت وجماعت کے سِوا، دیگر عقائد ونظریات اور باطل فِرقوں کی ایجادات[2] وغیرہ۔

اگر بدعتِ سیّئہ کے اِرتکاب سے صرف سنّت کا ترک لازم آئے، تو ایسی بدعتِ سیّئہ مکروہ ہے، جیسے رمضان اور عیدَین وغیرہ کے لیے چاند دیکھنے کے بجائے، صرف سائنسی بنیادوں پر تیار کیے گئے، کلینڈر (Calendar) کے ذریعے اسلامی مہینوں کے شروع یا اختتام کا اعلان وغیرہ۔

---

(۱) "المعجم الأوسط" باب الزّاي، من اسمه زكريّا، ر: ۳٦۰۲، ۲/ ۳۸٤.

(۲) "الفتح المبين لشرح الأربعين" تحت الحديث ٥ و۲۸، صـ۱۰٦، ۱۰۷ وصـ۲۲۲. و"جاء الحق" بدعت کے معنی اور اس کی اَقسام، ۱۸۱-۱۸۳۔

عزیزانِ گرامی قدر! بدعتِ سیّئہ کا ارتکاب، سنّت کے مٹنے کا باعث ہے، لہذا ہمیں بدعت کے مقابلے میں سنّتِ رسول کو اختیار کرنا چاہیے؛ کہ یہی ہمارے حق میں سب سے بہتر ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ؛ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بِدْعَةٍ»[1] "جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے، تو (اس بدعت کے باعث) اس کے مثل سنّت اُٹھ جاتی ہے، لہذا سنّت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، بدعت ایجاد کرنے سے بہت بہتر ہے!"۔

جن بُری بدعتوں کے باعث سُنّتیں مٹ جائیں، وہ انتہائی مذموم اور گناہوں میں اضافے کا باعث ہیں، حضرت سیّدُنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَنّ في الإسلامِ سُنّةً سيّئةً، كان عليه وِزرُها ووِزرُ مَنْ عمِل بها مِن بعدِه، مِن غيرِ أنْ ينقُصَ مِن أوزارِهم شيءٌ!»[2] "جو اسلام میں کوئی بُرا طریقہ جاری کرے، اس پر اپنا بھی گناہ ہے اور اُن تمام لوگوں کا بھی گناہ ہے، جو بعد میں اس پر عمل کرتے رہیں گے، اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی!"۔

دینِ اسلام میں بدعتِ سیّئہ (بُرے کام) ایجاد کرنے کا گناہ، اور بدعتِ حسَنہ (اچھے کام) رائج کرنے کے اجر وثواب کے بارے میں، علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو شخص کوئی (بُری) بدعت ایجاد کرے، اس پر اس کام میں سارے پیَروی کرنے والوں کا گناہ ہے، اور جو شخص اچھی بدعت نکالے، اس کو قیامت تک کے سارے پیَروی کرنے والوں کا ثواب ہے"[3]۔

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" حديث غُضَيف بن الحارث، ر: ۱٦۹٦۷، ٦/ ٤۰، ٤۱.
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الزكاة، ر: ۲۳۵۱، صـ۴۱۰، ٤۱۱.
(۳) "ردّ المحتار" المقدّمة، ۱/ ۱۹۰.

میرے محترم بھائیو! ایسی بدعتوں سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے، لہذا چاہیے کہ نبئ کریم ﷺ کی سنّتوں کی پیروی کرے، اور کسی بُری بدعت کے باعث جو سنّتیں مٹ گئی ہوں، یا مٹ رہی ہوں، ان کے اِحیاء (زندہ کرنے) میں اپنا کردار ادا کرے۔

معمولاتِ پندرہ شعبان المعظم اور بدعتِ ضلالہ

عزیز دوستو! یہ شعبان المعظّم کا مبارک مہینہ ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس ماہ کی پندرہویں ۱۵ شب (یعنی شبِ براءَت) کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، یہ ایسی مبارک رات ہے، جس میں اللہ تعالی اَہلِ ایمان کی مغفرت فرماتا ہے، ان پر خصوصی کرم کرتا ہے، حضرت سیّدُنا ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ يَطْلُعُ عَلَى عِبَادِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ، وَيُمْلِي الْكَافِرِيْنَ، وَيَدَعُ أَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتَّى يَدَعُوْهُ»[1] "یقیناً اللہ تعالی شعبان کی پندرہویں ۱۵ شب، اپنے بندوں پر خاص تجلّی فرماتا ہے، مؤمنوں کو بخش دیتا ہے، کافروں کو ڈھیل دیتا ہے، اور آپس میں عداوَت رکھنے والوں کو چھوڑے رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے دل سے عداوَت نکال دیں"۔

عزیزانِ مَن! اس مبارک رات قبرستان بھی جانا چاہیے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: ایک رات میں نے رسولِ کریم ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا، تو میں آپ کی تلاش میں نکلی، کیا دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ مدینۂ منوّرہ کے قبرستان بقیع میں ہیں، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ أَنْ يَحِيْفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ؟» "کیا تمہیں ڈر ہوا کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟"

---

(١) "المعجم الكبير" باب اللام ألف، ما أسند أبو ثعلبة، ر: ٥٩٣، ٢٢/ ٢٢٤.

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے سوچا شاید آپ کسی اَور زَوجہ کے ہاں تشریف لے گئے ہوں! رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ ﷻ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ»[1] "اللہ تعالی شعبان کی پندرہویں ۱۵ شب، آسمانِ دنیا پر تجلّی فرماتا ہے (جیسے اُس کی شان کے لائق ہے) اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ، لوگوں کو بخش دیتا ہے"۔

بڑی راتوں میں دعا اور عبادت کی اہمیت

عزیزانِ محترم! عرصۂ دارز سے مسلمانوں کا معمول ہے، کہ شبِ تَروِیَہ (یعنی آٹھ ۸ ذی الحجہ)، شبِ عرَفہ (یعنی نو ۹ ذی الحجہ)، قربانی کی رات، شبِ عید الفطر، شبِ قدر، شبِ معراج، اور شبِ براءَت جیسی مبارَک اور اہم راتوں میں، عبادت ورِیاضت کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ یہ راتیں کس قدر اَہمیت کی حامل ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے ان میں سے بعض راتوں کے بارے میں فرمایا: «خمسُ ليالٍ لا تُردّ فيهنّ الدّعوةُ: (١) أوّلُ ليلةٍ من رجب، (٢) وليلةُ النِّصف من شعبان، (٣) وليلةُ الجمعة، (٤) وليلةُ الفطر، (٥) وليلةُ النَّحر»[2] "پانچ ۵ راتیں ایسی ہیں، جن میں دعا ردّ نہیں ہوتی: (۱) رجب کی پہلی رات، (۲) شعبان کی پندرہویں ۱۵ شب یعنی شبِ براءَت، (۳) شبِ جمعہ، (۴) شبِ عید الفطر یعنی چاند رات، (۵) اور شبِ نحر یعنی ذوالحجۃ الحرام کی دسویں ۱۰ شب۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الصوم، ر: ٧٣٩، صـ١٨٧.

(٢) "تاريخ دِمشق" تحت ر: ٢٦٠٣، ١٠/ ٤٠٨.

بدعتِ حسَنہ اور بدعتِ سیّئہ کے مابین نفیس فرق

حضراتِ ذی وقار! ان تمام فضائل سے قطعِ نظر، بعض لوگوں کو اس بات پر شدید اعتراض ہے، کہ ان راتوں میں اجتماعی طَور پر شب بیداری کا اہتمام کرنا، مخصوص فضیلت کے حامل نوافل ادا کرنا، اجتماعی دعائیں کرنا، ان راتوں میں خصوصیت کے ساتھ سورۂ یاسین شریف کی تلاوت کرنا، قبرستان جانا، مُردوں کے اِیصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی وغیرہ کرنا، اور اَنواع واَقسام کے کھانے پکاکر اُن پر فاتحہ دلانا وغیرہ متعدّد اُمور، بدعت وگمراہی پر مشتمل ہیں، جس کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ»[1] "ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے"۔ بالخصوص شعبان المعظّم کی پندرہویں ۱۵ رات (یعنی شبِ براءَت) کی فضیلت میں، جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں، سب ضعیف یا باطل ہیں، لہذا ایسی ضعیف حدیثوں کو حجّت بناکر، اس رات کی فضیلت ثابت کرنا، یا اسے تہوار کی شکل دینا، قطعًا جائز ودرست نہیں!۔

حضراتِ گرامی قدر! مذکورہ بالا حدیثِ پاک سمیت دیگر جتنی بھی احادیث میں، بدعت اور بدعتی شخص کے لیے سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں، ان سے بدعتِ سیّئہ مراد ہے، جیسا کہ ایک حدیث شریف میں امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رَحمت ﷺ نے اِرشاد فرمایا: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ، فَهُوَ رَدٌّ»[2] "جو ہمارے اس دینِ اسلام میں

---

(١) "سنن النَّسائي" كتاب صلاة العيدَين، ر: ١٥٧٤، الجزء٣، صـ١٨٦.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الصلح، ر: ٢٦٩٧، صـ٤٤٠.

وہ بات ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہو، وہ مَردود ہے"۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دینِ اسلام میں ایسی بات نکالے، جو دِین کے خلاف ہو، وہ مردود ہے"[1]، لہٰذا حدیثِ پاک سے غلط نتیجہ نکالنا، اور مطلقاً ہر نئے کام کو گمراہی قرار دینا، کسی طَور پر درست نہیں!۔

دوسری بات یہ کہ اگر مطلقاً ہر بدعت گمراہی ہوتی، تو سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ پورے ماہِ رمضان میں، تراویح کی باقاعدہ جماعت قائم کرکے ہرگز یہ نہ فرماتے: «نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ!» "یہ تو بہت اچھی اور عمدہ بدعت ہے!" آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فرمانا ہی بدعتِ حسَنہ اور بدعتِ سیّئہ کے درمیان، ایک نفیس فرق کی طرف اشارہ ہے!۔

اچھی اور بری بدعت کے مابین فرق نہ کرنے کے دینی نقصانات

عزیزانِ مَن! اگر بدعت کی اَقسام کے ذریعے، اچھی اور بُری بدعت کے مابین فرق نہ کیا جائے، تو ہمیں ایک بہت بڑے علمی ذخیرے سے محروم ہونا پڑے گا؛ کیونکہ موجودہ شکل میں قرآنِ پاک کی تدوین واِشاعت، احادیثِ مبارکہ اور فقہی مسائل پر مبنی ہزارہا کتب کی تالیف واِشاعت، دینی مدارس کا قیام، مخصوص نصاب کے ذریعے دینی تعلیم کا حصول، ہفتہ وار اجتماعات، درسِ قرآن، درسِ حدیث، اور ہوائی جہاز کے ذریعے حج وعمرہ کے سفر، یہ تمام اُمور بدعتِ گمراہی قرار پائیں گے! حالانکہ یہی وہ بدعاتِ حسَنہ ہیں جن کے ذریعے، چودہ سو ۱۴۰۰ سال قبل آنے والی تعلیماتِ دِینیہ، آج اپنی اصل حالت میں ہم تک پہنچی ہیں!۔

---

(۱) "مرقاة المفاتيح" كتاب الإيمان، الفصل ١، تحت ر: ١٤٠، ١/ ٣٦٥.

لہٰذا شبِ براءَت یا دیگر مبارک راتوں میں، مسلمانوں کی اجتماعی عبادت یا شب بیداری پر، اعتراض کرنے والوں کو اپنے طرزِ استدلال پر خوب غور و فکر کر کے اپنی اصلاح کرنی چاہیے! اور سوچنا چاہیے کہ جس بخاری و مسلم یا کتبِ اَسماء الرجال کو بنیاد بنا کر، آپ صحیح و ضعیف احادیث میں فرق کر رہے ہیں، کیا ان کتابوں کی تالیف و ترتیب بدعت نہیں؟! کیا رسولِ اکرم ﷺ یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک زمانے میں ان کتابوں کا کوئی وُجود تھا؟ یقیناً نہیں تھا! لہٰذا جس قاعدہ کُلیہ کے تحت آپ ان کتابوں کو جواز فراہم کرتے ہیں، اسی قانون کے تحت مسلمانوں کی اجتماعی عبادت، قرآنی خوانی، ذکر و درود اور محفل نعت وغیرہ کو بھی قبول فرما لیجیے!۔

ایک افسوسناک اَمر

میرے محترم بھائیو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ آوارہ اور بدچلن لوگ، ساری ساری رات شرابیں پی کر، شور شرابہ کرتے اور گانے بجاتے رہیں، لیکن اعتراض کرنے والوں کو کبھی ان برائیوں پر آواز بلند کرنے کا خیال نہیں آیا، مگر دوسری طرف اسلامی تعلیمات سے بُھولا بھٹکا مسلمان، کسی بہانے دین سے قریب آ رہا ہے، نماز روزے کا اہتمام کر رہا ہے، تلاوتِ قرآنِ پاک کر رہا ہے، قبرستان جا کر فکرِ آخرت کر رہا ہے، تبھی ان حضرات کو دین خطرے میں نظر آنے لگتا ہے!!۔

حکمت، دانائی اور وقت کا تقاضا

حضراتِ ذی وقار! آج ہم جس دَور سے گزر رہے ہیں، یہ فتنہ وفساد کا دَور ہے، مسلمان روز بروز بے عملی کا شکار اور دین سے دُور ہوتے جا رہے ہیں، مساجد ویران ہو چکی ہیں، وعظ و نصیحت کی مجلس میں کوئی بیٹھنے کو تیار نہیں، دینی کتب کے مطالعہ کا ذَوق تقریبًا

ناپید ہوچکا ہے، البتہ مقدّس راتوں میں عبادت وریاضت کا ذَوق وشَوق مسلمانوں میں، کسی حد تک اب بھی باقی ہے،یہی وجہ ہے کہ دینی حلقوں کی جانب سے چھوٹے بڑے پیمانے پر، اجتماعی شب بیداری اور اجتماعاتِ ذکر ونعت کا اہتمام کیا جاتا ہے، تلاوتِ قرآن، صلاۃ التسبیح، ذکر واَوراد، قضا نمازوں اور نوافل کی ادائیگی کے رُوح پرور اور ایمان افروز مَناظر دیکھنے کو ملتے ہیں، اور ان سب اُمور کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد کارفرما ہوتا ہے کہ فحاشی، بے حیائی، بدعملی اور اِلحاد (Atheism) کی گرداب میں پھنسے مسلمان کو بحفاظت نکال کر، دینِ حنیف کے قریب کیا جائے، اور صراطِ مستقیم پر چلنے میں اسے اپنا ہمسفر بنایا جائے۔

ضعیف حدیث پر عمل کی توجیہ

عزیزانِ مَن! رہی بات ضعیف حدیث پر عمل کی، تو علمِ حدیث کی سمجھ بُوجھ رکھنے والے حضرات اس بات سے خوب آگاہ ہیں، کہ ایسی احادیث فضائل کے باب میں قابلِ عمل ہیں۔ لہذا شبِ براءَت میں کی جانے والی عبادات یا معمولات پر اعتراض کرنے والوں کا یہ کہنا کہ "کسی چیز کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے حدیثِ پاک کا درجۂ صحیح میں ہونا ضروری ہے" یہ دعوی کسی طَور پر درست نہیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بدعتوں سے بچنے، اور حضور اکرم ﷺ کی سنّتوں پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، بدعتِ حَسَنہ اور بدعتِ سیّئہ کے باہمی فرق کو سمجھنے کے لیے، اپنے علمائے حق سے رجوع کرنے کی سعادت عطا فرما، ہمیں ماہِ شعبان میں عبادت کرنے، اس کے آداب کا خیال رکھنے، اور گناہوں سے سچی توبہ کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

آثارِ قیامت

(جمعۃ المبارک ۱۸ شعبان المعظّم ۱۴۴۲ھ - ۰۲/۰۴/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

قیامت کا منظر

برادرانِ اسلام! ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قیامت بَرحق ہے، ایک روز یہ دنیا فنا ہو جائے گی، پوری کائنات زَلزلوں سے لرز اُٹھے گی، عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، لوگ بے ہوش ہو کر گرنے لگیں گے، اور خشکی وتَری میں بسنے والی تمام مخلوق مرنا شروع ہو جائے گی، کوئی جاندار زندہ نہیں بچے گا، زمین وآسمان پھٹ جائیں گے، ستارے ٹوٹ جائیں گے، دنیا کے تمام سمندر ہر چیز کو تہہ وبالا کر دیں گے، پہاڑ رُوئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اُڑتے ہوں گے، یہاں تک کہ تمام فرشتوں سمیت پوری کائنات مَوت کی آغوش میں چلی جائے گی!۔

عزیزانِ گرامی قدر! اللہ تعالی نے قیامت کے اس ہولناک منظر کو قرآنِ پاک میں، متعدّد مقامات پر بیان فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾[1] "صُور پھونکا جائے گا تو جتنے آسمانوں اور جتنے زمین میں ہیں، سب بے ہوش ہوجائیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے، پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا، جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی، اور کتاب رکھی جائے گی، انبیاء اور گواہ لائے جائیں گے، لوگوں میں سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا بھرپور صلہ دیا جائے گا، اور اسے خوب معلوم ہے جو وہ کرتے تھے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾[2] "تُو پہاڑوں کو دیکھے گا خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں، اور وہ بادل کی چال چلتے ہوں گے، یہ اللہ کا کام ہے جس نے ہر چیز حکمت سے بنائی، یقیناً اسے تمہارے کاموں کی خبر ہے! جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے، اور ان کو اُس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے! اور جو بدی لائے تو اُن کے منہ آگ میں اوندھائے گئے، تمہیں کیا بدلہ ملے گا مگر اُسی کا جو کرتے تھے!"۔

---

(۱) پ۲۴، الزمر: ۶۸-۷۰ .

(۲) پ۲۰، النمل: ۸۸-۹۰ .

میرے بھائیو! قیامت کے روز جب آسمان پھٹ جائے گا، اور زمین ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی، اس وقت انسان سوچے گا کہ کاش میں نے آخرت کی تیاری کرلی ہوتی! اچھے اعمال کرلیے ہوتے! لیکن اس وقت یہ سوچنا فائدہ نہیں دے گا، لہذا بحیثیت مسلمان ہمیں ان آیاتِ مبارکہ میں، کی جانے والی تنبیہ پر بار بار غَور وفکر کرنا چاہیے، اور ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ بروزِ قیامت ہمیں اللہ تعالی کے حضور حاضر ہونا ہے، اگر ہم نے اپنی ساری زندگی عیش وعشرت اور غفلت میں گزار دی، تو اللہ رب العالمین کو کیا جواب دیں گے ؟! لہذا چاہیے کہ اس دن کے آنے سے پہلے جتنا ہوسکے، نیک اعمال کے ذریعے اپنی آخرت کو سنوار لیا جائے!۔

قیامت کی چند اہم علامات

عزیزانِ گرامی قدر! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے قیامت کی ہولناکیوں، اور اس کی چھوٹی بڑی علامات سے اپنی اُمّت کو بارہا آگاہ فرمایا، کہ جب یہ نشانیاں ظاہر ہو جائیں، تو سمجھ لینا کہ قیامت کا وُقوع انتہائی قریب ہے، اپنے وقت کو غنیمت جانو اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی آخرت کا ساماں کرلو!۔

میرے محترم بھائیو! کتبِ اَحادیث میں قیامت کی جن نشانیوں کا ذکر موجود ہے، اُن میں سے اکثر ظاہر ہوچکیں، جبکہ بعض بڑی علامات کا ظہور ابھی باقی ہے۔ قیامت کی جو نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں، اُن میں سے چند اہم آثارِ قیامت حسبِ ذیل ہیں: (۱) قُربِ قیامت میں مال کی کثرت ہوگی، (۲) وقت میں برکت نہیں ہوگی، (۳) زکات دینا لوگوں پر گراں ہوگا، بلکہ اسے تاوان (جرمانہ) سمجھیں گے، (۴) دِین پر قائم رہنا اتنا دُشوار ہوگا جیسے مُٹھی میں انگارا لینا، (۵) علمِ دین پڑھیں گے مگر دِین کے

لیے نہیں، (۶) ذلیل لوگ جن کو تَن کا کپڑا، پاؤں کی جوتیاں بھی نصیب نہیں تھیں، وہ بڑے بڑے محلّات بنا کر اُن پر فخر کریں گے، (۷) مرد اپنی عورت کا مُطیع وفرمانبردار ہوگا، (۸) ماں باپ کی نافرمانی کرے گا، (۹) اَحباب سے میل جول رکھے گا اور اپنے باپ سے جُدائی رکھے گا، (۱۰) مسجد میں لوگ چِلاّئیں گے، (۱۱) گانے باجے کی کثرت ہوگی، (۱۲) اپنے سے پہلے والے بزرگوں پر لعن طعن کریں گے، انہیں بُرا کہیں گے"[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! یہ قیامت کی وہ عمومی علامات ہیں، جن کا ہم آئے روز مُشاہدہ کر رہے ہیں، آج کئی لوگوں کے پاس مال کی اتنی فراوانی ہے، کہ لوگ سہولت کو ضرورت سمجھ کر بے دریغ مال ضائع کر رہے ہیں، مہنگے سے مہنگا سوٹ اور پاکٹ (Pocket) میں مہنگا ترین موبائل فون (Mobile Phone) تو اَب عام سی بات ہے۔ ہمارے وقت سے بَرکت اُٹھتی جا رہی ہے، سال مہینوں میں، مہینے ہفتوں میں اور ہفتے دنوں میں تبدیل ہو چکے ہیں، ہفتہ یا مہینہ کب شروع ہوا اور کب ختم ہو گیا؟ پتہ ہی نہیں چلتا۔ لاکھوں کروڑوں روپے ہونے کے باوُجود لوگ زکات کی ادائیگی سے جی چُراتے ہیں۔ دِین پر چلنا دُشوار سے دُشوار تر ہوتا جا رہا ہے۔ آج مذہبی حُلیے کے حامل لوگوں کے لیے مُعاشرے میں ترقی کے مواقع کم سے کم تَر ہوتے جا رہے ہیں، تبلیغِ دین کے بجائے مال ودَولت کی غرض سے، علمِ دین حاصل کرنے والوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

حضراتِ محترم! مَردوں کا اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنا، انہیں نظر انداز کرنا، ان سے میل جول میں حِیل وحجّت سے کام لینا، بیوی کا حد درجہ مُطیع وفرمانبردار بن کر رہنا، اور اپنے یار دوستوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا، یہ سب بھی قیامت کی عمومی

---

(۱) "بہارِ شریعت" حصّہ اوّل، مَعاد وحشر کا بیان، ۱/۱۱۸-۱۲۰۔

نشانیوں میں سے ہیں۔ مساجد میں دنیادار لوگوں کے چیخنے چلانے، اور شور شرابا کرنے کا سلسلہ بھی اَب بڑھتا جارہا ہے، گلی محلے اور چَوراہوں پر، گانے بجانے کی وَبا اتنی عام ہو چکی ہے کہ جہاں بھی جاؤ، نہ چاہتے ہوئے بھی کہیں نہ کہیں سے گانے باجے کی آواز ضرور آپ کی سماعت سے ٹکراتی ہے۔ بات بات پر اپنے اَسلاف اور بزرگوں کو کوسنے اور انہیں بُرا بھلا کہنے کی لعنت بھی، اب ہمارے مُعاشرے کا حصہ بنتی جارہی ہے!۔

شراب نوشی

عزیزانِ محترم! رسولِ اکرم ﷺ نے قیامت کی جو متعدّد نشانیاں بیان فرمائی ہیں، اُن میں سے ایک اہم نشانی شراب نوشی بھی ہے، شراب نوشی حرام، گناہِ کبیرہ اور ایک شیطانی کام ہے، اس سے بچنا بے حد ضروری ہے، حضرت سیّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ العِلْمُ، وَيَظْهَرَ الجَهْلُ، وَيَفْشُوَ الزِّنَا، وَيُشْرَبَ الخَمْرُ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ»[1] "قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، کہ علم اُٹھ جائے گا، جہالت عام ہوگی، زِنا عام ہوگا، شراب نوشی عام ہوگی، عورتیں زیادہ ہوں گی، مرد کم ہوں گے، یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس ۵۰ عورتیں ہوا کریں گی"۔

میرے محترم بھائیو! شراب بنانا، پینا، پلانا، شراب کا کاروبار، اس کی آمدنی کھانا، کھلانا، کسی کو تحفے میں شراب دینا، اسلامی تعلیمات کے سَراسر خلاف ہے، ایسے لوگوں پر اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَعَنَ

---

(١) "سنن الترمذي" باب ما جاء في أشراط الساعة، ر: ٢٢٠٥، صـ٥٠٧.

اللهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ»[1] "اللہ تعالی نے شراب پر، اُسے پینے پلانے والے، اسے بیچنے خریدنے والے، اسے بنانے اور بنوانے والے، اسے اُٹھانے والے، اور جس کے لیے اُٹھائی جائے ان سب پر لعنت فرمائی ہے"، لہٰذا العتق اور بُرے کاموں کا اِرتکاب کرکے اپنی صحت کو داؤ پر نہیں لگانا چاہیے!۔

قتل وغارتگری کا عام ہونا

عزیزانِ مَن! قتل وغارتگری کا عام ہونا بھی قیامت کی اہم علامات میں سے ہے، اسلامی تعلیمات کے مُطابق ناحق کسی مسلمان کا خون بہانا حرام ہے، اس کے باوُجود ہمارے مسلم مُعاشرے میں معمولی سی رَقم یا تنازعہ کے سبب، قتل وغارتگری کی وارداتیں بڑھتی جارہی ہیں، یہ ہم مسلمانوں کے لیے خاص طَور پر ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

قتل وغارتگری کی کثرت کو علاماتِ قیامت میں شمار کرتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّاماً، يَنْزِلُ فِيهَا الجَهْلُ، وَيُرْفَعُ فِيهَا العِلْمُ، وَيَكْثُرُ فِيهَا الهَرْجُ»[2] "قربِ قیامت میں جہالت عام ہوگی، علم اُٹھالیا جائے گا، اور قتل وغارتگری بکثرت ہوگی"۔

ایک اَور روایت میں حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ، لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيمَ قَتَلَ، وَلَا الْمَقْتُولُ فِيمَ قُتِلَ» "اس

---

(١) "سنن أبي داود" باب العصير للخمر، ر: ٣٦٧٤، صـ٥٢٧.

(٢) "صحيح البخاري" باب ظهور الفتن، ر: ٧٠٦٢، صـ١٢١٨.

ذاتِ پاک کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک لوگ وہ دن نہ دیکھ لیں، جب نہ قاتل کو خبر ہوگی کہ میں نے قتل کیوں کیا؟ نہ مقتول کو علم ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا؟"۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْهَرْجُ! الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ!»[1] "ایسی خونریزی ہوگی، جس میں قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہوں گے!"۔

دھوکا فریب اور جھوٹ کا عام ہونا

حضراتِ گرامی قدر! قیامت کی دیگر متعدّد علامات میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ قیامت سے چند برس قبل، دنیا میں دھوکا فریب اور جھوٹ عام ہو جائے گا، فاسق وفاجر لوگ اہم مُعاملات میں رائے زَنی کریں گے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ سِنِينَ خَدَّاعَةً، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ» "قیامت سے پہلے کچھ سال دھوکے اور فریب کے ہوں گے، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا، خیانت کرنے والے کو امانتدار، اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا، اور ان میں رُوَیبِضہ بات کریں گے" عرض کی گئی کہ رُوَیبِضہ کون ہیں؟ فرمایا: «الْمَرْءُ التَّافِهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ»[2] "گھٹیا قسم کے لوگ، عام عوام کے اہم مُعاملات میں رائے زنی کریں گے!"۔

میرے عزیز بھائیو! آج نام نہاد مہذَّب دنیا، اور دجّالی میڈیا کا کردار ہمارے سامنے

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الفِتن، ر: ٧٣٠٤، صـ١٢٦٠.

(٢) "مسند البزّار" مسند عَوف بن مالك الأشجَعي، ر: ٢٧٤٠، ٧/ ١٧٤.

ہے، نیوز چینلز (News channels) پر فاسق وفاجر، اور کم علم لوگ، چوبیس ۲۴ گھنٹے حقائق کو توڑ مروڑ کر، دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مصروف ہیں، وہ جھوٹ کو سچ کہیں تو دنیا اسے سچ تسلیم کرلیتی ہے، اور اگر چمکتے سورج کی طرح رَوشن سچ کو جھوٹ کہہ دیں، تو عوام الناس تو رہے ایک طرف، اچھے خاصے پڑھے لکھے باشُعور لوگ بھی، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے نظر آتے ہیں!۔

اسی طرح ہمارا عدالتی نظام (Judicial System) بھی سب کے سامنے ہے! کس طرح چور لٹیروں اور ملکی خزانہ لُوٹ کھانے والے، کرپٹ ترین عناصر (Most Corrupt Elements) کو باعزّت بَری کر دیا جاتا ہے! اور غربت واِفلاس سے مجبور ہو کر معمولی جُرم کا اِرتکاب کرنے والا عام شہری، سالہا سال جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزارنے پر مجبور ہوتا ہے! قیامت سے قبل دنیا کی جس حالتِ زار سے متعلق نبیٔ کریم ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا، آج وہ حالات بڑی تیزی سے پیدا ہو رہے ہیں!۔

سیّدُنا امام مَہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ظاہر ہونا

برادرانِ اسلام! سیّدُنا امام مَہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ظُہور بھی قیامت کی اہم اور بڑی علامتوں میں سے ہے، صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سیّدُنا امام مَہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ظُہور کا اِجمالی واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "دنیا میں جب سب جگہ کفر کا تسلُط ہوگا، اُس وقت تمام اَبدال بلکہ تمام اولیاء سب جگہ سے سمٹ کر، حرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے، صرف وہیں اسلام ہوگا، اور ساری زمین کُفرستان ہو جائے گی، رمضان شریف کا مہینہ ہوگا، اَبدال طوافِ کعبہ میں مصروف ہوں گے، اور حضرت امام مَہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی وہاں ہوں گے، اولیائے کرام انہیں

پہچانیں گے، اُن سے درخواستِ بیعت کریں گے، وہ انکار کریں گے، دفعۃً غیب سے ایک آواز آئے گی کہ "یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خلیفہ مَہدی ہے، اس کی بات سُنو اور اس کا حکم مانو"، تمام لوگ اُن کے دستِ مُبارَک پر بیعت کریں گے، وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لے کر ملکِ شام کو تشریف لے جائیں گے"(۱)۔

سیّدُنا امام مَہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ظُہور سے متعلّق، حضرت سیّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَمْتَلِئَ الْأَرْضُ ظُلْماً وَعُدْوَاناً» "قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین ظلم و سرکشی سے بھر نہ جائے" پھر فرمایا: «ثُمَّ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ عِتْرَتِي -أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي- مَنْ يَمْلَؤُهَا قِسْطاً وَعَدْلاً، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَعُدْوَاناً»(۲) "میری اولاد (یا میرے اہلِ بیت) میں سے، ایک شخص (امام مہدی) کاظُہور ہوگا، جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا، جس طرح وہ ظُلم و سرکشی سے بھری ہوئی تھی"۔

حضرت امام مَہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نسبی تعلق اور مرزا قادیانی کا دعویٰ

حضرت امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ "سیّد" ہوں گے، اور حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی اَولاد میں سے ہوں گے، جیساکہ حضرت سیّدہ اُمِ سلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: «المَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ»(۳) "مہدی میری اولاد، اولادِ فاطمہ سے ہے"۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" حصّہ اوّل، مَعاد و حشر کا بیان، ۱/۱۲۴۔

(۲) "مُسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري، ر: ١١٣١٣، ٤/ ٧٣.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب المهدي، ر: ٤٢٨٤، صـ٦٠١.

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیث شریف کی شَرح میں فرماتے ہیں کہ "اس (حدیثِ پاک) سے معلوم ہوا، کہ اِمام مَہدی "سیّد" ہوں گے، مِرزا قادیانی، مرزا ہوکر اِمام مَہدی بنتا ہے، تعجب ہے!"[1]۔

امام مَہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں روافض کا ایک باطل عقیدہ

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں رافضیوں شیعوں کا عقیدہ ہے، کہ حضرت امام حسن عَسکری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیٹے محمد ہی اِمام مہدی ہیں، جو پیدا ہو چکے ہیں، فی الحال غائب اور دنیا کی نظر سے اوجھل ہیں، قیامت کے قریب وہ "اِمامِ غائب" ظاہر ہوں گے۔

عزیزانِ مَن! حدیثِ پاک کی رُو سے یہ عقیدہ محض باطل ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رِسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لاَ تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ العَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي»[2] "دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلِ بیت سے ایک شخص، عرب کا بادشاہ نہ بن جائے، اُس کا نام میرے نام کے مُوافق (یعنی محمد بن عبد اللہ) ہوگا"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس حدیث پاک سے اُن رَوافض کا رَد ہوگیا، جو کہتے ہیں کہ "امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ پیدا ہوچکے ہیں، ان کا نام محمد بن حسن عسکری ہے" یہ غلط ہے، بلکہ وہ پیدا ہوں گے اور (اُن کا نام) محمد بن عبد اللہ ہوگا"[3]۔

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" قیامت کی علامتوں کا بیان، دوسری فصل، ۷/۱۹۸۔
(۲) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، باب ما جاء في المهدي، ر: ۲۲۳۰، صـ۵۱۲.
(۳) "مرآۃ المناجیح" قیامت کی علامتوں کا بیان، فصلِ ثانی، ۷/۲۱۹۔

قیامت کی چند بڑی اور مخصوص نشانیاں

عزیزانِ گرامی قدر! حدیثِ پاک میں قیامت کی چند بڑی اور مخصوص نشانیوں کو بھی، بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے؛ تاکہ کُفّار پر اِتمامِ حجّت ہو، اور مسلمان ان علامات کی روشنی میں اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے اچھے اور صالح اَعمال بجالائیں۔ آثارِ قیامت سے متعلق ایک حدیثِ پاک میں ہے، حضرت سیّدُنا حذیفہ بن اَسِید غِفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں، کہ ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ اسی اَثنا میں نبئ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: «مَا تَذَاكَرُونَ؟» "تم کیا باتیں کر رہے ہو؟" عرض کی کہ ہم قیامت کے بارے میں بات چیت کر رہے ہیں، اس پر سرورِ عالَم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ» "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک دس ۱۰ نشانیاں نہیں دیکھ لو گے" پھر مصطفی جانِ رحمت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے (ان نشانیوں کو اس ترتیب سے) ذکر فرمایا: (۱) دھواں، (۲) دجّال، (۳) دابۃُ الارض (ایک عجیب الخلقت اور نادِر قسم کا جانور، جو کوہِ صفا[1] سے برآمد ہوگا)، (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، (۵) حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کا (آسمان سے زمین پر) اُترنا، (۶) یاجُوج ماجُوج کا نکلنا، تین ۳ جگہ خسف ہونا (یعنی زمین میں دھنسنے کے واقعات کا رُونما ہونا): (۷) مشرق کے علاقہ میں زمین کا دھنسنا، (۸) مغرب کے علاقہ میں زمین کا دھنسنا، اور (۹) جزیرۂ عرب کے علاقہ میں زمین کا دھنسنا، اور (۱۰) دسویں نشانی جو سب کے بعد ظاہر ہوگی، وہ آگ ہے جو یمن کی طرف سے نمودار ہوگی، اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی مَحشَر کی طرف لے جائے

(۱) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ ۲۰، النمل، زیرِ آیت: ۸۲، صـ۱۲ـ۷۔

گی"[۱]۔یہاں مَحْشَر سے مراد ملک شام ہے،اور یہ مُعاملہ قیامت سے پہلے ہوگا[۲]۔

دھواں ظاہر ہونا

حضراتِ محترم! اس حدیثِ پاک میں قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی دس ۱۰ بڑی نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے ایک نشانی "دھواں ظاہر ہونا" ہے، یہ دھواں اس قدر زیادہ ہوگا کہ اس کے سبب زمین سے آسمان تک اندھیرا چھا جائے گا، اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں اس دھوئیں کا ذکر فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍۙ۱۰ یَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾[۳] "تو تم اس دن کے منتظر رہو، جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا! لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ ہے دردناک عذاب!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے، کہ دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو علاماتِ قیامت میں سے ہے، اور قریبِ قیامت ظاہر ہوگا، مشرق ومغرب اس سے بھر جائیں گے، چالیس ۴۰ روز وشب رہے گا، مؤمن کی حالت تو اس سے ایسی ہو جائے گی جیسے زُکام ہو جائے، اور کافر مَدہوش ہوں گے، ان کے نتھنوں، کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دُھواں نکلتا ہوگا"[۴]۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الفِتن وأشراط الساعة، ر: ٧٢٨٥، صـ١٢٥٦.

(٢) "لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح" كتاب الفِتن، باب العلامات بين يدَي الساعة وذكر الدجّال، الفصل ١، وأشراط الساعة، ر: ٥٤٦٤، ٨/ ٦٨١.

(٣) پ٢٥، الدخان: ١٠، ١١.

(۴) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۵، الدخان، زیرِ آیت:۱۰، صـ۹۱۲۔

دجّال کا خُروج

برادرانِ اسلام! حدیثِ پاک میں بیان کی گئی قیامت کی دوسری بڑی نشانی "دجّال کا خُروج" ہے، لُغت کے اعتبار سے دجّال کا مادّہ دَجل ہے، جس کا معنی شیطانی چالوں سے دوسروں کو دھوکے میں ڈالنا، حقیقت کو چھپانا، جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا ہے۔ چونکہ دجّال میں یہ سب عُیوب موجود ہیں؛ لہذا اُسے دجّال کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں دجّال سے مراد وہ جھوٹا مسیح[1] ہے، جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، اور خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔

حضراتِ گرامی قدر! دجّال ایک نوجوان کافر مرد ہے، پستہ قد اور عظیم الجثّہ (یعنی بہت موٹا) سرخ رنگت کا مالک، ایک آنکھ سے کانا اور گھنگریالے بالوں والا ہے[2]۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الله لاَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ، إِنَّ الله لَيْسَ بِأَعْوَرَ -وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عَيْنِهِ- وَإِنَّ المَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ العَيْنِ اليُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ»[3] "اللہ تعالی تم پر چھپا نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کانا نہیں، اور مسیح دجّال داہنی آنکھ سے کانا ہے، اس کی آنکھ ایسی ہے جیسے گویا اُبھرا ہوا انگور"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اے لوگو! دجّال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر اسے خدا مت سمجھ لینا!

---

(١) انظر: "صحيح مسلم" باب ذكر الدجّال، ر: ٧٣٧٧، صـ١٢٧٣.

(٢) "صحيح البخاري" باب ذكر الدجّال، ر: ٧١٢٨، صـ١٢٢٧.

(٣) المرجع نفسه، كتاب التوحيد، ر: ٧٤٠٧، صـ١٢٧٤.

اس کے بندہ ہونے کی دلیل اس کی اپنی کانی آنکھ ہے، وہ اپنے آپ کو شفا نہ دے سکے گا۔ دجّال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی، اور اوپر کو انگور کی طرح اُبھری ہوئی بھی، جو ہر ایک کو نظر آئے گی، وہ اپنے اس عیب کو دُور نہیں کر سکے گا"[1]۔

دجّالی قوّتوں کا خُروجِ دجّال سے متعلق ایک بے بنیاد دعویٰ

حضراتِ گرامی قدر! آج کل یہود ونصاریٰ میں سے بعض لوگ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں، کہ دجّال کا خُروج ہو چکا ہے، اور وہ اس کذّاب (بہت بڑے جُھوٹے) سے ملاقات بھی کر چکے ہیں، یاد رکھیے! دجّالی قوّتوں کی طرف سے یہ سب دعوے فی الحال جھوٹے اور بلا ثبوت ہیں؛ کیونکہ ہمارے نبئ برحق ﷺ نے خُروجِ دجّال سے قبل، بعض ایسی نشانیوں سے متعلق بیان فرمایا ہے، کہ جب تک وہ نشانیاں وُقوع پذیر نہ ہو جائیں، اس وقت تک دجّال کا خروج نہیں ہو سکتا!۔

حضرت سیّدُنا نافع بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، کہ نبئ رحمت ﷺ کے پاس مغرب کی طرف سے کچھ لوگ اُونی کپڑوں میں ملبوس آئے، ان کی ملاقات حضورِ اکرم ﷺ سے ایک جھاڑی کے پاس ہوئی، جبکہ وہ کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، میں نے دل میں سوچا کہ چل کر اُن کے اور حضور سرورِ عالَم ﷺ کے درمیان جا کر کھڑا ہو جاؤں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ نبئ پاک ﷺ کے ساتھ کوئی دھوکا کریں! پھر میں نے سوچا کہ ممکن ہے رسولِ کریم ﷺ ان کے ساتھ آہستہ سے بات کر رہے ہوں، بہرحال میں چلتا ہوا اُن کے اور حضور رحمتِ عالَم ﷺ

(۱) "مرآۃ المناجیح" قیامت کے سامنے ہونے والی علامات اور دجّال کا بیان، پہلی فصل، ۷/۲۱۰۔

کے درمیان آکر کھڑا ہوا، میں نے حضور پُرنور ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلے ہوئے چار ۴ کلمات محفوظ کر لیے، جنہیں میں اپنے ہاتھ پر شمار کر رہا تھا، حضور سیّدِ عالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللهُ!» "تم لوگ جزیرۂ عرب میں جہاد کرو گے، اللہ تعالی تمہیں فتح دے گا، پھر فارس (بلاد ماوَراء النہر) والوں سے جہاد کرو گے، رب تعالی اس میں بھی تمہیں فتح دے گا، پھر رُوم[1] سے جہاد کرو گے، اللہ تعالی اُن پر بھی فتح عطا فرمائے گا، پھر دجّال سے جہاد کرو گے، تو اللہ رب العالمین اس پر بھی تمہیں فتح یابی نصیب فرمائے گا!"۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا نافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے جابر! اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ دجّال کا خُروج اس وقت تک نہیں ہوگا، جب تک رُوم فتح نہ ہو جائے!"[2]۔

جنگِ عظیم، فتحِ استنبول اور دجّال کا خُروج

حضراتِ محترم! خُروجِ دجّال کی بڑی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس کے خُروج سے قبل دنیا کو ایک اَور عالمی جنگ کا سامنا ہوگا، اور قسطنطینیہ (استنبول) جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہوگا، دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمَى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ!»[3] "جنگِ عظیم، فتحِ قسطنطینیہ،

---

(۱) یہاں رُوم سے مراد وہ نصرانی سلطنت ہے، جس کا پایۂ تخت کسی دَور میں قسطنطینیہ (موجودہ استنبول) تھا۔

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الفِتن، ر: ٧٢٨٤، صـ١٢٥٦.

(۳) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢٢٣٨، صـ٥١٣.

اور خُروجِ دجّال، سات ۷ مہینوں کے اندر سب کچھ ہوجائے گا!"۔

خُروجِ دجّال ... دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا فتنہ

حضراتِ محترم! دجّال کا فتنہ وفساد کس قدر بڑا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی اُمّتوں کو اس سے خبردار کرتے رہے، اس سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ، أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ»[1] "حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک، دجّال سے بڑا کوئی فتنہ، فساد اور آفت نہیں"۔

سخت غذائی قلّت اور قحط سالی کا سامنا

عزیزانِ محترم! خُروجِ دجّال کے وقت سخت غذائی قلّت اور قحط کا سامنا بھی ہوگا، تمام غذائی اَجناس اور پانی کے دستیاب ذخائر، دجّال اور اس کے گروہ کے قبضے میں ہوں گے، مسلمان بُوند بُوند کو ترس رہے ہوں گے، اور غذا کے طور پر سوائے ذکرِ الٰہی کے کچھ دستیاب نہیں ہوگی، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مَروی ہے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے قبل اَز دجّال پیش آنے والی مُشکلات کا ذکر فرمایا، تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے پوچھا: اُس دن کونسا مال بہترین ہوگا؟ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «غُلَامٌ شَدِيدٌ يَسْقِي أَهْلَهُ المَاءَ، وَأَمَّا الطَّعَامُ فَلَيْسَ» "وہ طاقتور غلام (خادِم یا ملازِم) جو اپنے گھر والوں (یا مالک) کو پانی لاکر پلا سکے، جبکہ کھانا تو ہوگا ہی نہیں" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: پھر اہلِ ایمان مؤمنین کی غذا کیا ہوگی؟ نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «التَّسْبِيحُ وَالتَّقْدِيسُ وَالتَّحْمِيدُ

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند المدنيّين، ر: ١٦٢٥٣، ٥/ ٤٨٦.

وَالتَّهْلِيلُ» "تسبیح، تکبیر، تحمید اور تہلیل"۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: اس وقت اہلِ عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا: «الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ»[1] "اُس زمانے میں اہلِ عرب تعداد میں بہت تھوڑے ہوں گے"۔

میرے عزیز دوستو! غذا فراہم کرنے والی دنیا کی سب سے بڑی کمپنیوں کا، آج دجّالی قوّتوں کی ملکیت میں ہونا محض اتفاق نہیں، بلکہ یہ سب دجّال کی آمد کے سلسلے میں، یہود کی طرف سے کی جانے والی پلاننگ (Planning) اور تیاریوں کا حصہ ہے، ہم مسلمانوں کو گہری نظر سے اس بات کا مُشاہدہ کرنے، اور عالمی حالات وواقعات کو سمجھنے کی بھی اَشدّ ضرورت ہے!۔

فتنۂ دجّال کی شدّت اور غلبہ

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! فتنۂ دجّال کی شدّت اور غلبہ اس قدر ہوگا، کہ کسی مسلمان کے پاس اس سے دُور بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا، اس کے شُبہات کا اثر اِس قدر قوّی ہوگا، کہ مضبوط سے مضبوط ایمان والا بھی لڑکھڑا جائے گا، حضرت سیّدُنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ، فَوَاللهِ! إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ، فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ -أَوْ لِمَا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ-»[2] "جو کوئی دجّال کے بارے میں سُنے، تو چاہیے کہ اُس سے دُور بھاگے!؛ کیونکہ جو اُس کے پاس جائے گا، اگرچہ اپنے آپ کو مؤمن سمجھتا ہو، وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے گا؛ کیونکہ دجّال کے لائے

---

(۱) المرجع نفسه، مسند السيّدة عائشة، ر: ۲٤٥۲٤، ۹/ ۳٥۳.

(۲) المرجع السابق، ر: ٤۳۱۹، صـ٦۰٦.

ہوئے شکوک وشُبہات ہی کچھ ایسے خطرناک ہوں گے، کہ آدمی ڈگمگا جائے!"۔

فتنۂ دجّال سے بچاؤ کا طریقہ

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدُنا نوّاس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجّال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ! وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ! فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ؛ فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ!»[1] "اگر دجّال نکلا اور میں تمہارے درمیان رہا، تو تم سے پہلے میں اُس کا مقابلہ کرکے غلبہ پاؤں گا! اور اگر وہ نکلے اور میں تم میں نہ رہوں، تو ہر شخص خود اُس کا مقابلہ کرے گا، اور میرے بعد بھی اللہ ہر مسلمان کا والی وارِث ہے۔ تو تم میں سے جو اُسے پائے، اس پر "سورۂ کہف" کی ابتدائی آیات تلاوت کرے؛ کیونکہ یہ اس کے فتنے کا بچاؤ ہیں"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِن فتنَة الدَّجَالِ!»[2] "جو شخص "سورۂ کہف" کی ابتدائی دس ۱۰ آیات یاد کرلے، وہ دجّال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا!"۔

دابۃُ الاَرض کا نکلنا

حضراتِ ذِی وقار! قیامت کی تیسری بڑی نشانی "دابۃ الارض" کا نکلنا ہے، یہ ایک خاص قسم کا جانور ہے، ربِ کائنات عزوجل قیامت کی اس نشانی کے بارے میں

---

(۱) المرجع السابق، ر: ٤٣٢١، صـ٦٠٦-٦٠٧.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، ر: ١٨٨٣، صـ٣٢٦.

ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ﴾[۱] "جب بات اُن پر آپڑے گی، ہم زمین سے اُن کے لیے ایک چوپایہ نکالیں گے، جو لوگوں سے کلام کرے گا؛ اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے"۔

دابۃُ الارض کی پہچان اور معمولات

میرے بھائیو! یہ جانور عجیب وغریب شکل کا ہوگا، کوہِ صفا سے برآمد ہوکر، تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا، اور فَصاحت کے ساتھ کلام کرے گا[۲]۔ یہ ایک ایسا جانور ہے، جس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ کا عصا، اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی انگوٹھی ہوگی، عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نورانی نشان بنائے گا، اور اُنگشتری سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت سیاہ دھبّا کرے گا۔ اُس وقت تمام مسلم وکافر علانیہ ظاہر ہوں گے[۳]۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ وَعَصَا مُوسَى، فَتَجْلُو وَجْهَ الْمُؤْمِنِ، وَتَخْتِمُ أَنْفَ الكَافِرِ بِالخَاتَمِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الخُوَانِ لَيَجْتَمِعُونَ فَيَقُولُ هذا: يَا مُؤْمِنُ، وَيَقُولُ هَذَا: يَا كَافِرُ»[٤] "دابۃ الارض اس طرح نکلے گا، کہ اس کے پاس حضرت سلیمان کی انگوٹھی، اور حضرت موسیٰ کا عصا مبارک ہوگا، وہ مؤمن کا چہرہ روشن کرے گا، اور کافر کی ناک پر مہر لگائے گا، یہاں

---

(١) پ ٢٠، النمل: ٨٢.

(۲) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۰، الدخان، زیرِ آیت:۸۲، صـ۷۱۲۔

(۳) "بہارِ شریعت" حصّہ اوّل، مَعاد وحشر کا بیان، ۱/۱۲۶۔

(٤) "سنن الترمذي" [باب ومن] سورة النمل، ر: ٣١٨٧، صـ٧٢٤.

تک کہ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے لوگوں پر ایمان وکفر کی یہ نشانی اس قدر واضح ہوگی، کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر صاف صاف بتاسکیں گے کہ یہ مؤمن ہے، اور یہ کافر ہے!"۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! قیامت کی چوتھی بڑی نشانی "سورج کا مغرب سے طلوع ہونا" ہے، اِس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا، توبہ کا دروازہ بند ہوجانے کے بعد، اگر کوئی کافر شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائے، تو اُس وقت ایمان لانا اُسے ہرگز کوئی فائدہ نہیں دے گا، حدیثِ پاک میں حضرت سیّدُنا صَفوان بن عَسّال رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ مِنْ قِبَلِ مَغْرِبِ الشَّمْسِ بَاباً مَفْتُوحاً، عَرْضُهُ سَبْعُونَ سَنَةً، فَلَا يَزَالُ ذَلِكَ الْبَابُ مَفْتُوحاً لِلتَّوْبَةِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِهِ، فَإِذَا طَلَعَتْ مِنْ نَحْوِهِ، لَمْ يَنْفَعْ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً»[1] "مغرب کی طرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہے، جس کی چوڑائی ستّر ۷۰ برس کی مَسافت ہے، یہ دروازہ توبہ کے لیے اُس وقت تک کھلا ہے، جب تک سورج مغرب سے طُلوع نہ ہو جائے، جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا، اس وقت کسی کے لیے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا، جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو، یا ایمان کی حالت میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا"۔

حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری

حضراتِ گرامی قدر! قیامت کی پانچویں بڑی نشانی "حضرت سیّدُنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری" ہے، قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق، حضرت سیّدُنا

---

(١) "سنن ابن ماجه" باب طلوع الشمس من مغربها، ر: ٤٠٧٠، صـ٦٩٢.

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، اور قُربِ قیامت میں آسمان سے جامع مسجد دِمشق (Damascus) کے شَرقی مِینارہ پر نُزول فرمائیں گے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، بلکہ اللہ تعالی کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے، تب لوگوں سے اسلام کی خاطر لڑیں گے، صَلیب کو توڑ دیں گے، اور خنزیر و دجّال کو قتل کریں گے[1]۔

اللہ رب العزّت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا بلند مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے، کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی کسی ایسے کافر کے پاس سے گزریں گے، جس کے مقدّر میں ایمان نہیں، وہ وہیں مَر جائے گا۔ رسولُ اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ»[2] "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے ہی کسی کافر کے پاس سے گزریں گے، آپ کے سانس کی خوشبو پہنچتے ہی وہ مَر جائے گا، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سانس کی خوشبو، آپ کی حدِ نگاہ تک پھیلتی ہوگی"۔

حضراتِ گرامی قدر! دجّال، حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے قبل دنیا بھر میں فتنہ وفساد برپا کر چُکا ہوگا، اُس کی نظر جیسے ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑے گی وہ پگھلنے لگے گا، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ»[3] "دجّال اس طرح پگھلے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے"۔

دجّال بچنے کے لیے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے دُور بھاگنے کی کوشش کرے گا، حضرت سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لعین کا تعاقُب فرمائیں گے، یہاں تک کہ

---

(١) انظر: "سنن أبي داود" باب خروج الدجّال، ر: ٤٣٢٤، صـ٦٠٧.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب الفِتن وأشراط الساعة، ر: ٧٣٧٣، صـ١٢٧١.
(٣) المرجع نفسه، ر: ٧٢٧٨، صـ١٢٥٤.

بیت المقدس سے پچاس ۵۰ کلو میٹر، اور تل ابیب (Tel Aviv) سے صرف پندرہ ۱۵ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع، "لُد" (Lod) نام کی ایک بستی کے دَروازے پر قابو پائیں گے، اور وہیں نیزے کے وار سے اُسے ہلاک فرمائیں گے۔

حضرت نوّاس بن سمعان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ»[1] "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دجّال کا پیچھا کریں گے، یہاں تک کہ اسے بابِ "لُد" (Lod) میں پائیں گے، تو وہیں اسے قتل کریں گے"۔

یاجُوج ماجُوج کا نکلنا

عزیزانِ گرامی قدر! قیامت کی چھٹی بڑی نشانی "یاجُوج ماجُوج کا نکلنا" ہے، یہ نشانی قیامت کی اہم اور بڑی علامتوں میں سے ایک ہے، اللہ تعالی نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ منوّرہ ہجرت کرنے سے پہلے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو سورتیں نازل فرمائیں، اُن میں سے دو ۲ میں (یعنی سورۂ انبیاء اور سورۂ کہف میں) یاجُوج وماجُوج نامی، دو ۲ وَحشی قبیلوں کا ذکر فرمایا ہے، "سورۂ انبیاء" میں اُن کی کثرت اور یلغار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ﴾[2] "یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجُوج وماجُوج، اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے"۔

سورۂ کہف میں یاجُوج وماجُوج کے فتنہ وفساد، اور انہیں قَید کیے جانے کی وُجوہ

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فتنة الدجّال، ر: ۲۲٤۰، صـ٥١٤.

(۲) پ۱۷، الأنبياء: ۹٦ .

کاذکر کرتے ہوئے، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا۝۹۴ قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا۝۹۵ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْاؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًاۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا۝۹۶ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۝۹۷ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا﴾[1].

"انہوں نے کہا کہ اے ذُوالقرنین! یقیناً یاجُوج وماجُوج زمین میں فساد مچاتے ہیں، توکیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرّر کردیں؟ اس بات پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنادیں! فرمایا کہ وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے بہتر ہے، تو میری مدد طاقت سے کرو، میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنادُوں، میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ، یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کردی، فرمایا کہ آگ بھڑکاؤ، یہاں تک کہ جب اس لوہے کو آگ کرڈالا، تو فرمایا کہ لاؤ میں اس لوہے پر پگھلا ہوا تانبا اُنڈیل دُوں! تو یاجُوج وماجُوج اس پر نہ چڑھ سکے، اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔ فرمایا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا، اُسے پاش پاش کردے گا، اور یہ میرے رب کا وعدہ سچا ہے!"۔

صدر الافاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ ان آیاتِ مبارکہ کی تفسیر میں، یاجُوج وماجُوج کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "یہ یافث بن نُوح علیہ السلام کی اولاد میں سے فسادی گروہ ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، زمین میں فساد کرتے تھے، ربیع

(۱) پ۱٦، الکھف: ۹٤-۹۸.

(موسمِ بہار) کے زمانے میں نکلتے تھے، تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے تھے، کچھ نہ چھوڑتے تھے، خشک چیزیں لاد کر لے جاتے تھے، آدمیوں کو کھا لیتے تھے، درندوں، وَحشی جانوروں، سانپوں، بچھوؤں تک کو کھا جاتے تھے"[1]، لوگوں نے حضرت ذُوالقرنین سے ان کی شکایت کی، اور عرض کی کہ ہم سے کچھ مال لے لیجیے، اور بدلے میں یاجُوج ماجُوج اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنا دیجیے؛ تاکہ ہم ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں! حضرت ذُوالقرنین نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے میرے پاس سب کچھ ہے، مجھے تمہارے مال کی کوئی حاجت نہیں! بس میں جو کام تمہیں بتاؤں وہ انجام دو، لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے متعلق کیا خدمت ہے؟ حضرت ذوالقرنین نے اُن سے لوہے کے تختے منگوائے اور بنیاد کھدوائی، جب بنیاد پانی تک پہنچی تو اُس میں پگھلائے ہوئے تانبے سے پتھروں کو جمایا گیا، اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چُن کر اُن کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروا کر آگ جلادی، اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی، اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ خالی نہ چھوڑی گئی، اُوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں ڈال دیا گیا، یہ سب مل کر ایک بہت ہی سخت قسم کی دیوار بن گئی"[2]۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ یاجُوج وماجُوج کے خُروج کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بعد قتلِ دجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکمِ الٰہی ہوگا، کہ مسلمانوں کو کوہِ طُور پر لے جاؤ؛ اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے، جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ مسلمانوں کے کوہِ طُور پر جانے کے بعد یاجُوج وماجُوج ظاہر

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۶، الکھف، زیرِ آیت: ۹۴، صـ۵۶۶۔

(۲) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۶، الکھف، زیرِ آیت: ۹۴- ۹۸، صـ۵۶۷، ملتقطاً۔

ہوں گے، یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بُحَیرۂ طَبریّہ (Sea of Galilee) پر (جس کا طول دس ۱۰ میل ہوگا) جب گزرے گی، اُس کا پانی پی کر اس طرح سکھادے گی، کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی، تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا! پھر (یاجُوج وماجُوج) دنیا میں فساد و قتل وغارت سے جب فرصت پائیں گے، تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کرلیا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، خدا کی قدرت کہ اُن کے تیر اوپر سے خون آلودہ گریں گے۔

یہ اپنی اِنہی حرکتوں میں مشغول ہوں گے، اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے، یہاں تک کہ اُن کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہوگی، جو آج تمہارے نزدیک سو ۱۰۰ اشرفیوں کی نہیں، اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے، (اس دعا کی برکت سے) اللہ تعالیٰ اُن (یاجُوج ماجُوج) کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کردے گا، کہ ایک دَم میں وہ سب کے سب مرجائیں گے، اُن کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پہاڑ سے اُتریں گے، دیکھیں گے کہ تمام زمین یاجُوج ماجُوج کی لاشوں اور بدبُو سے بھری پڑی ہے، ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں۔

اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرند بھیجے گا؛ کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا پھینک آئیں گے، اور اُن کے تیر وکمان وتَرکَش کو مسلمان سات ۷ برس تک جلائیں گے، پھر اُس کے بعد بارش ہوگی، کہ زمین کو ہموار کر چھوڑے گی، اور زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھلوں کو اُگا اور اپنی برکتیں اُگل دے! اور آسمان کو حکم ہوگا کہ اپنی برکتیں اُنڈیل دے! تو (برکت کی) یہ حالت

ہوگی کہ ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی، اور اُس کے چھلکے کے سایہ میں دس ۱۰ آدمی بیٹھیں گے، اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اُونٹنی کا دودھ جماعت کو کافی ہوگا، اور ایک گائے کا دودھ قبیلہ بھر کو، اور ایک بکری کا دودھ خاندان بھر کو کفایت کرے گا"[1]۔

عزیزانِ محترم! اس کی مزید تفصیل بہت ہی بہترین اور مفصّل انداز میں، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب "إنباء الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيءٍ" میں ذکر فرمائی ہے، صاحبِ ذوق اور مزید تفصیل کے طلبگار احباب اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں!۔

زمین دھنسنے کے تین بڑے واقعات کا رُونما ہونا

عزیزانِ گرامی قدر! حدیثِ پاک کے مطابق قیامت کی بڑی نشانیوں میں تین ۳ بار "زمین کا خَسْف یعنی دھنسنا" ہے، قیامت کے قریب مُنکرینِ تقدیر کو زمین میں دَھنسایا جائے گا، اُن کی صورتیں بگڑ جائیں گی، اور اُن پر پتھروں کی بارش ہوگی، ایسے تین ۳ واقعات رُونما ہوں گے: (۱) ایک واقعہ مشرق میں، (۲) دوسرا مغرب میں، (۳) اور تیسرا جزیرۂ عرب میں پیش آئے گا۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَسْخٌ وَخَسْفٌ وَقَذْفٌ»[2] "قُربِ قیامت میں صورتیں بگڑ جائیں گی، زمین دھنسے گی اور پتھروں کی بارش ہوگی"۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں، کہ میں نے مصطفی جانِ

(۱) "بہارِ شریعت" حصّہ اوّل، مَعاد و حشر کا بیان، ۱/۱۲۴، ۱۲۵۔

(۲) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، باب الخسوف، ر: ٤٠٥٩، صـ٦٩٠.

رَحمت ﷺ کو فرماتے سنا: «يَكُونُ فِي أُمَّتِي -أَوْ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ- مَسْخٌ وَخَسْفٌ وَقَذْفٌ» "میری اُمّت میں صورتیں بگڑیں گی، اور زمین میں دھنسایا جائے گا، اور سنگباری ہوگی (یعنی پتّھر برسائے جائیں گے)" (راوی فرماتے ہیں کہ) یہ سب کچھ تقدیر کا انکار کرنے والوں کے ساتھ ہوگا[1]۔

یمن سے نکلنے والی آگ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! قیامت کی ایک بڑی نشانی ملک یمن سے نکلنے والی ایک آگ بھی ہے، اس آگ کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «سَتَخْرُجُ نَارٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ أَوْ مِنْ نَحْوِ بَحْرِ حَضْرَمَوْتَ، قَبْلَ يَوْمِ القِيَامَةِ، تَحْشُرُ النَّاسَ»[2] "حضرموت (یمن) یا اس کے سمندر کے کنارے سے، قیامت سے پہلے ایک آگ نکلے گی، جو لوگوں کو (ملکِ شام[3] میں) جمع کردے گی"۔

ایک اَور روایت میں ہے، کہ شافعِ محشر ﷺ نے ارشاد فرمایا: «تَسُوقُ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ، تَبِيتُ مَعَهُمْ إِذَا بَاتُوا»[4] "وہ (آگ) لوگوں کو ہانک کر محشر (ملکِ شام) کی طرف لے جائے گی، (راستے میں) جب وہ رات کو ٹھہریں گے، تو وہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہرے گی"۔

---

(١) المرجع نفسه، ر: ٤٠٦١، صـ٦٩٠، ٦٩١.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢٢١٧، صـ٥٠٩.

(٣) انظر: "لمعات التنقيح" كتاب الفِتن، باب العلامات بين يدَي الساعة وذكر الدجّال، الفصل ١، وأشراط الساعة، ر: ٥٤٦٤، ٨/ ٦٨١.

(٤) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، باب الآيات، ر: ٤٠٥٥، صـ٦٩٠.

لمحۂ فکریہ

میرے بھائیو دوستو اور بزرگو! آج ہمارے پاس وقت ہے، اللہ تعالی نے ہمیں زندگی کی نعمت سے نواز رکھا ہے، ہمیں چاہیے کہ اپنے شب وروز کے معمولات پر غور کریں، اس سے پہلے کہ بروزِ قیامت ہمارا حساب لیا جائے، ہم خود دنیا ہی میں اپنا مُحاسبہ کرلیں، جہاں کوتاہی نظر آئے اسے درست کرنے کی کوشش کریں، جس کام میں ہمارا اور دیگر مسلمانوں کا فائدہ ہو وہ کام کریں، اور جو کام نقصان دہ ہو اس سے بچتے رہیں!۔

دعا

اے اللہ! جو آثارِ قیامت ظاہر ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں، ہمیں ان سے درسِ عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنی آخرت کی تیاری کی توفیق مرحمت فرما، اپنا فرمانبردار بندہ بنا، شریعتِ مُطَہَّرہ کے اَحکام کا پابند بنا، نماز روزہ کی پابندی کرنے، اور تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عنایت فرما، گانے باجوں، فلموں ڈراموں، شراب نوشی اور بدکاری کی لعنت سے محفوظ فرما، اپنا خصوصی فضل فرماتے ہوئے ہمیں نیک اور صالح اَعمال کا جذبہ عنایت فرما، آمین یارب العالمین!۔

حفظِ قرآن کے فضائل اور حفّاظ کا مقام ومرتبہ

(جمعۃ المبارک ۱۸شعبان المعظّم ۱۴۴۲ھ - ۰۲/۰۴/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

قرآن مجید... ایک عظیم سرچشمۂ ہدایت

برادرانِ اسلام! قرآن مجید وہ عظیم آسمانی کتاب اور سرچشمۂ ہدایت ہے، جس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ضروری رَہنمائی موجود ہے، اس کی تلاوت، اسے حفظ کرنا، اسے محبت بھری نگاہ سے دیکھنا، اور اس میں غَور وفکر کرنا سب عبادت ہے، اللہ تعالی ہمیں قرآنِ پاک کی اہمیت اور مقام ومرتبہ سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾[۱] "(اس قرآن میں) لوگوں کی ہدایت، رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں ہیں!"۔

اس مقدّس کلام کی تلاوت شِفاء اور رحمت کا باعث ہے، اللہ رب العالمین

(۱) پ۲، البقرة: ۱۸۵.

قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾[1]

"ہم قرآن میں وہ چیز اُتارتے ہیں، جو ایمان والوں کے لیے شِفا اور رحمت ہے!"۔

میرے محترم بھائیو! قرآن کریم کس قدر مبارک کتاب ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اللہ رب العالمین نے اس کے ہر حرف کی تلاوت کے عوض دس ۱۰ نیکیاں رکھی ہیں، حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ الله فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرَةِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ: الٓمٓ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، ولَامٌ حَرْفٌ، ومِيمٌ حَرْفٌ»[2] "جس نے کتابُ اللہ کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے اس کے عوض ایک نیکی ہے، اور ایک نیکی کا ثواب دس ۱۰ گنا ہوتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے، بلکہ "الف" ایک حرف ہے، "لام" ایک حرف، اور "میم" ایک حرف ہے!"۔

لہٰذا جن لوگوں نے کلامِ مجید کی اہمیت کو جانا، اسے سمجھ کر پڑھا، یاد کیا، اور اس کے اَحکام پر عمل کیا، وہ یقیناً کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

قرآنِ کریم حفظ کرنے کی فضیلت

عزیزانِ گرامی قدر! احادیثِ مبارکہ میں قرآنِ کریم سیکھنے، اسے حفظ کرنے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے متعدّد فضائل بیان ہوئے ہیں، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن بُریدہ اَسلمی رضی اللہ تعالی عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمَهُ وَعَمِلَ بِهِ، أُلْبِسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(١) پ١٥، بني إسرائيل: ٨٢.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب فضائل القرآن، ر: ٢٩١٠، صـ٦٥٤.

تَاجاً مِنْ نُوْرٍ ضَوْؤُهُ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ، وَيُكْسَى وَالِدَيْهِ حُلَّتَانِ لاَ يُقَوَّمُ بِهِمَا الدُّنْيَا، فَيَقُوْلاَنِ: بِمَ كُسِيْنَا؟ فَيُقَالُ: بِأَخذِ وَلَدِكُمَا الْقُرآنَ»[1]

"جس نے قرآنِ پاک پڑھا، سیکھا اور اُس پر عمل کیا، اُسے بروزِ قیامت نُور کا ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی رَوشنی سورج کی رَوشنی کی طرح ہوگی، نیز اُس کے والدین کو بھی ایسا لباس پہنایا جائے گا، کہ ساری کی ساری دنیا اس لباس کے آگے کچھ نہیں، تو وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کس لیے یہ لباس پہنایا گیا ہے؟ انہیں بتایا جائے گا کہ تمہاری اولاد کے قرآنِ کریم پڑھنے، سیکھنے اور اُس پر عمل کرنے کے سبب سے"۔

لہذا اس عظیم الشان کتاب قرآنِ مجید کے ذریعے اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کیجیے، اس کی بلاناغہ تلاوت کو اپنی عادت بنائیے، اور اپنی اولاد کو حفظِ قرآن جیسی انمول دَولت سے جھولی بھرنے کی تاکید وترغیب دیجیے؛ کہ اس کی برکت سے صراطِ مستقیم پر چلنے، اور منزلِ مقصود تک پہنچنے میں بڑی آسانی ہوگی -ان شاء اللہ عزّوجلّ- ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا﴾[2] "یقیناً یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے، اور ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں، انہیں خوشخبری سناتا ہے بڑے ثواب کی!"۔

عزیزانِ مَن! قرآنِ پاک ہم مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت ہے، اس کو سیکھنے سکھانے اور اسے زبانی یاد کرنے والے کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے! حضرت سیّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب فضائل القرآن، ر: ٢٠٨٦، ٢/ ٧٩١.

(٢) پ١٥، بني إسرائيل: ٩.

ارشاد فرمایا: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ»(۱) "تم میں بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن پاک سیکھے، اور دوسروں کو بھی سکھائے"۔ لہٰذا جو قرآنِ کریم پڑھے ہوئے نہیں ہیں، انہیں چاہیے کہ جلد اَز جلد صحیح طَور پر قرآنِ پاک پڑھنا سیکھ لیں، اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تعلیمات سے رُوشناس کرائیں۔

قرآنِ پاک سیکھنے سکھانے والے کو اللہ تعالی دو ۲ کمالات سے نوازتا ہے: (۱) ایک یہ کہ وہ خود قرآنِ کریم سے نفع حاصل کرتا ہے، (۲) اور دوسرا یہ کہ وہ اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی توفیق سے، فیضانِ قرآن کو دوسروں تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، اسی بناء پر حدیثِ پاک میں اسے بہتر واعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔

قرآن پاک سے خالی سینہ، ویران گھر کی مانند ہے

حضراتِ ذی وقار! حفظِ قرآن کی کس قدر اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ جس شخص نے قرآنِ پاک کا تھوڑا سا حصہ بھی یاد نہ کیا، حدیثِ پاک میں اسے ویران گھر سے تشبیہ دی گئی ہے، حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ، كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ»(۲) "قرآن پاک سے خالی سینہ، ویران گھر کی مانند ہے"۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جس قدر ممکن ہو، قرآن پاک ضرور زبانی یاد کیجیے، اور اپنے بچوں کو بھی اس کی ترغیب دیجیے! ع

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضائل القرآن، ر: ۵۰۲۷، صـ۹۰۱.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب فضائل القرآن، ر: ۲۹۱۳، صـ۶۵۵.

قرآن میں ہو غوطہ زَن اے مردِ مسلماں　　اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار!(۱)

باعمل حافظِ قرآن اور قاری کا مقام ومرتبہ

عزیزانِ محترم! حفظِ قرآن مجید وہ عظیم سعادت ہے، جس کے سبب حافظِ قرآن پر ربِ کریم کے لُطف وکرم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اس پر رحمتِ الٰہی کی چھماچھم برسات ہونے لگتی ہے، نورانی فرشتے اس کے پَیروں تلے اپنے پَر بچھاتے ہیں، حافظِ قرآن کا اپنے خالق ومالک سے ایک روحانی رابطہ قائم ہوجاتا ہے، وہ اپنے دل کی عمیق گہرائیوں میں سعادت، خوش بختی اور انوار وتجلیات کا کیف وسُرور محسوس کرتا ہے، اللہ تعالی کی مدد اس کے شاملِ حال رہتی ہے۔

دینِ اسلام میں باعمل حافظِ قرآن اور قاری کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَاسْتَظْهَرَهُ، فَأَحَلَّ حَلاَلَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، أَدْخَلَهُ اللهُ بِهِ الجَنَّةَ، وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ»(۲) "جس نے قرآنِ مجید پڑھا اور اُسے یاد کرلیا، اُس کے حلال کو حلال، اور حرام کو حرام جانا، تو اللہ تعالی اُسے جنّت میں داخل فرمائے گا، نیز اُس کے گھر والوں میں سے ایسے دس ۱۰ افراد کے حق میں، اُس کی شَفاعت قبول فرمائے گا، جن پر جہنم واجب ہوچکی تھی"۔

حضرت سیّدُنا سہل بن معاذ جُہنی رضی اللہ تعالی عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ، أُلْبِسَ

(۱) "ضربِ کلیم" "اِشتراکیت"، ص۱۴۸۔
(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فضل قارئ القرآن، ر: ۲۹۰۵، صـ۶۵۳.

وَالِدَاهُ تَاجاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا، لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ، فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهَذَا»[۱] "جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا، اس کے والدین کو قیامت کے روز ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی چمک اگر تمہارے بیچ ہوتی، تو وہ سورج کی اس روشنی سے بھی بہتر ہوتی، جو تمہارے گھروں میں ہوتی ہے، (جب اس کے ماں باپ کا یہ درجہ ہے) تو پھر بتاؤ کہ خود اُس شخص کا کیا درجہ ومقام ہوگا؟ جس نے خود قرآن پاک پر عمل کیا ہوگا!"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِيْ يَقْرَؤُهُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ»[۲] "جو قرآن پاک پڑھنے میں ماہر ہے، وہ کراماً کاتبین کے ساتھ ہے، اور جو رُک رُک کر قرآن پڑھتا ہے، اور اُس پر پڑھنا شاق ہے (یعنی اس کی زبان آسانی سے نہیں چلتی، تکلیف کے ساتھ الفاظ ادا ہوتے ہیں) اس کے لیے دُگنا ثواب ہے!"۔

حافظِ قرآن کے مقام ومرتبہ سے متعلق حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَجِيءُ صاحبُ القُرْآنُ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ حَلِّهِ فَيُلْبَسُ تَاجَ الكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ، فَيَرْضَى عَنْهُ، فَيُقَالُ [لَهُ]: اقْرَأْ وَارْقَأْ، وَيُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً»[۳].

---

(۱) "سنن أبي داود" باب في ثواب قراءة القرآن، ر: ۱٤٥۳، صـ۲۱٦، ۲۱۷.

(۲) المرجع نفسه، ر: ۱٤٥٤، صـ۲۱۷.

(۳) "سنن الترمذي" أبواب فضائل القرآن، ر: ۲۹۱٥، صـ٦٥٥.

"صاحبِ قرآن (یعنی قرآن پاک سے شَغف رکھنے والا) قیامت کے روز آئے گا، تب قرآن پاک عرض کرے گا: اے میرے اللہ! تو اسے پہنا، اس شخص کو عزّت وکرامت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن پاک عرض کرے گا: اے میرے رب! اسے اَور زیادہ دے، تب اسے بزرگی کا حُلّہ پہنایا جائے گا، قرآن پاک پھر عرض کرے گا: اے میرے اللہ! اس سے راضی ہوجا، اللہ تعالی اس سے راضی ہوجائے گا، پھر اس شخص سے کہا جائے گا کہ قرآن پاک پڑھتے جاؤ اور (بلند درجات کے زینے) چڑھتے جاؤ، اور اس کے لیے ہر ہر آیت پر ایک ایک نیکی بڑھائی جائے گی"۔

حضرت سیّدُنا عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يُقَالُ -يَعْنِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ-: اقْرَأْ وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا»[1] "صاحبِ قرآن کو حکم ہوگا، کہ پڑھتے جاؤ اور (بلند درجات) چڑھتے جاؤ، اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، جیسے تم دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے؛ کہ تمہارا بلند مقام وہاں ہے، جہاں تم آخری آیت کی تلاوت کروگے"۔

حضراتِ ذی وقار! کلامِ ربّانی کا حفظ کرنا، اور اس کی تلاوت کا معمول بنانا، اللہ رب العالمین سے محبت کی ایک عظیم علامت ہے، جو لوگ قرآنِ پاک سے محبت کے باعث، اسے زبانی یاد کرتے ہیں، یا شب وروز اس کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں، اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، ان کا ظاہر بھی مطلعِ انوار، اور باطن بھی بُقعۂ نور ہوتا ہے، دنیا میں بھی ان کی قدر ومنزلت بلند کردی جاتی ہے، اور آخرت میں بھی ان کو مقاماتِ رفیعہ پر فائز کیا جائے گا۔

---

(١) المرجع نفسه، ر: ٢٩١٤.

حافظ قرآن کے لیے چند ضروری آداب

برادرانِ اسلام! حافظِ قرآن کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، وہ دینِ اسلام کا عَلَمبر دار اور نمائندہ ہوتا ہے، لہٰذا حفّاظ کرام کے لیے چند آداب واُمور کو پیشِ نظر رکھنا بے حد ضروری ہے:

(۱) حافظِ قرآن کی حیثیت دینِ اسلام کے ترجمان کی سی ہے، لہٰذا اس کے قول وفعل میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے! اس کا ہر عمل قرآنی تعلیمات کے مُطابق ہو!۔

(۲) حافظِ قرآن کو ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے، جس کے باعث اسلام مخالف قوّتوں کو دینِ اسلام کے خلاف، ہرزہ سرائی کا موقع میسّر آئے۔

(۳) جو طالبِ علم حفظِ قرآن کی سعادت سے سرفراز ہونا چاہتا ہے، اس کا مقصد صرف اللہ تعالی کی رضا ہونا چاہیے!۔

(۴) حافظِ قرآن کو چاہیے کہ قرآنِ مجید حفظ کرکے، اور اس کے عوض دنیاوی فوائد کی تمنّا ہرگز نہ رکھے!۔

(۵) حفّاظِ کرام کو چاہیے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت، یا کسی کے گھر قرآن خوانی کے عوض اُجرت طلب نہ کریں؛ کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اُجرت پر کلامُ اللہ شریف بغرض اِیصالِ ثواب پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز ہے، اور پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گنہگار ہیں۔ اور اس میں میّت کے لیے کوئی نفع نہیں، بلکہ اس کی مرضی وصیت سے ہو تو وہ بھی وَبال میں گرفتار۔ اور یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے لیے پڑھتے ہیں، اور دینے والے بھی ہمیں اللہ کے لیے دیتے ہیں" محض جھوٹ ہے، اگر یہ نہ پڑھیں تو وہ ایک حبّہ (دانہ) ان کو نہ

دیں، اور اگر وہ نہ دیں تو یہ ایک صفحہ نہ پڑھیں! اور شرعِ مُطہّر کا قاعدہ کلیہ "المعروف کالمشروط" (جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے)، اور جو حافظ اس کا پیشہ رکھے فاسقِ مُعلِن ہے، اور فاسقِ مُعلِن کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی، کہ اسے امام بنانا گناہ، اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی ہو اُس کا پھیرنا واجب (ہے)"[1]۔

(٦) ہر حافظِ قرآن کو چاہیے کہ باقاعدگی کے ساتھ تلاوتِ قرآن پاک کی دُہرائی کرتا رہے، اس میں کوتاہی قرآنِ مجید بھولنے کا باعث ہو سکتی ہے! حفّاظِ کرام کے لیے قرآنِ پاک کو مسلسل یاد کرتے رہنا کتنا ضروری ہے، اس بارے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "جس طرح بندھے ہوئے اونٹ چُھوٹنا چاہتے ہیں، اور اگر اُن کی مُحافظت واحتیاط نہ کی جائے تو رہا ہو جائیں، اس سے زیادہ قرآن کی کیفیت ہے، اگر اسے یاد نہ کرتے رہوگے، تو وہ تمہارے سینوں سے نکل جائے گا، پس تمہیں چاہیے کہ ہر وقت اس کا خیال رکھو اور یاد کرتے رہو، اس دَولتِ بے نہایت کو ہاتھ سے نہ جانے دو!... اس سے زیادہ نادان کون ہے؟ جسے خدا ایسی ہمّت بخشے (کہ وہ قرآنِ پاک حفظ کرلے) اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھو دے؟ اگر قدر اس کی جانتا، اور جو ثواب اور درجات اس پر مَوعود ہیں (یعنی جن کا وعدہ کیا گیا ہے) اُن سے واقف ہوتا، تو اسے جان ودل سے زیادہ عزیز رکھتا!"[2]۔

حفظِ قرآنِ کریم کی ترغیب

میرے دوستو، بھائیو اور بزرگو! مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بچی، حفظِ قرآن کی سعادت مسلمان کی دلی آرزُو اور تمنّا ہوتی ہے، لہٰذا اپنی اولاد کو حفظِ قرآن کی سعادت

---

(١) "فتاوی رضویہ" کتاب الاِجارہ، جلد ١٤/ ٢٣٦-٢٣٧۔

(٢) ایضاً، کتاب الحظر والاِباحۃ، قاریٔ قرآن کے فضائل، جلد ١٦/ ١٤٣۔

حاصل کرنے میں اُن کی مدد کیجیے، قرآنِ کریم حفظ کروانے کے لیے استاد اور والدین دونوں کا تعاوُن ضروری ہوتا ہے، شدّت وسختی کے بجائے بچے میں رغبت وشَوق پیدا کیا جائے، ان کی حَوصلہ اَفزائی کے لیے انعامات کا اہتمام کیا جائے؛ کہ حَوصلہ افزائی سے انسان کے ارادے پختہ، اور شَوق میں اضافہ ہوتا ہے، لہٰذا جب بھی کسی بچے کا قاعدہ یاناظرہ قرآن مکمل ہو، تو استاد اور والدین اس کی حَوصلہ افزائی ضرور کریں، اس موقع پر اسے قرآنِ کریم کا خوبصورت تحفہ، اور دیگر تحائف بھی پیش کریں، اور آئندہ بھی مزید شَوق، جذبہ اور اچھی کارکردگی کی صورت میں، مزید انعام دینے کا یقین دلائیں، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ قرآنِ پاک سے بچوں کا تعلق اور ذَوق شَوق مزید پروان چڑھے گا، نیز دوسرے بچوں میں بھی حفظِ قرآن کا شَوق اور جذبہ پیدا ہوگا۔

بچوں کو وقتاً فوقتاً قرآنی واقعات اور صالحین کے حالاتِ زندگی سنائے جائیں، ان کے سامنے اچھی آواز سے تلاوت کرکے، انہیں بھی اس طرح پڑھنے کی ترغیب دی جائے، نیز اچھی آواز سے پڑھنے اور حفظِ قرآن کے فضائل سنائے جائیں؛ کہ قرآنِ کریم بروزِ قیامت اپنے پڑھنے والے کی سفارش وشَفاعت کرے گا، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «اقْرَءُوا الْقُرْآنَ؛ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعاً لِأَصْحَابِهِ»[1] "قرآنِ پاک پڑھو؛ کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شَفاعت کرے گا"۔

الغرض بچوں کو تعلیمِ قرآن کا شَوق دِلانے، اور انہیں حفظِ قرآن پر آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، اور جس بچہ یا بچی میں شَوق پائیں، اُس کے لیے فوری طور پر حفظِ قرآن کا انتظام واہتمام کیا جائے!۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب فضائل القرآن وما يتعلّق به، ر: ۱۸۷٤، صـ۳۲٥.

دعا

اے اللہ ! ہمیں قرآنِ کریم سے محبت عطا فرما، اسے مکمل مَعانی و مَفاہیم کے ساتھ سمجھنے کی سعادت نصیب فرما، قرآنِ مجید کو ہمارے دلوں کی بہار، آنکھوں کا نُور اور غموں کا مَداوا بنا، ہمیں روزانہ اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما، اپنے بچوں کو حافظِ قرآن اور عالمِ دین بنانے کی سعادت عطا فرما، آمین یارب العالمین !۔

خوابوں کا شرعی حکم اور ان کی تعبیرات

(جمعۃ المبارک ۲۵ شعبان المعظّم ۱۴۴۲ھ - ۰۹/۰۴/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

خواب کی اہمیت اور اس کا شرعی حکم

برادرانِ اسلام! انسان نیند کی حالت میں جو چیز دیکھتا ہے، اُسے خواب کہتے ہیں[1]، خواب بَرحق اور انسانی زندگی کا حصہ ہیں، اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں متعدّد مقامات پر خوابوں کا ذکر فرمایا، حضرت سیّدُنا یوسُف علیہ الصلاۃ والسلام کے خواب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴾[2] "یاد کیجیے جب یوسف نے اپنے باپ (حضرت یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام) سے کہا، کہ اے میرے باپ! میں نے گیارہ ۱۱ تارے اور سورج، اور چاند دیکھے، انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا"۔

---

(١) انظر: "المفرَدات" كتاب الراء، صـ٣٧٥.

(٢) پ ١٢، يوسف: ٤.

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدُنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب دیکھا، کہ آسمان سے گیارہ ۱۱ ستارے اُترے، اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں، ان سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ یہ خواب شبِ جمعہ کو دیکھا، یہ رات شبِ قدر تھی، ستاروں کی تعبیر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ہیں، سورج آپ کے والد، اور چاند سے مراد آپ کی والدہ یا خالہ ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے، سُدِّی کا قول ہے کہ چونکہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے قمر (چاند) سے مراد آپ کی خالہ ہیں"[۱]۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواب وحیِ الٰہی کا حصہ ہیں

عزیزانِ گرامی قدر! کسی بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو چیز خواب میں بتائی جائے، وہ بھی وحی ہے، اُس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں، لہذا اس پر مِن وعَن عمل کرنا لازم ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت سیّدُنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں جب دیکھا، کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بیٹے حضرت سیّدُنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذَبح کر رہے ہیں، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حکمِ الٰہی پر عمل کے لیے فوراً تیّار ہو گئے، اللہ تعالی نے آپ کے خواب اور اس پر آپ کے لختِ جگر کی طرف سے، اِطاعت وفرمانبرداری کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۲ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾[۲]۔

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۱۲، یوسف، زیرِ آیت: ۴، ص ۴۴۰۔

(۲) پ ۲۳، الصافات: ۱۰۲-۱۰۵.

"پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا، تو اس نے کہا کہ اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذَبح کر رہا ہوں، اب تم دیکھ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ (بیٹے نے جواب میں) کہا کہ اے میرے والد! آپ کو جس بات کا حکم ہوتا ہے کیجیے، اللہ نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے! تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی، اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا، اس وقت کا حال نہ پوچھو! اور ہم نے اسے نِدا فرمائی کہ اے ابراہیم! یقیناً تم نے خواب سچ کر دکھایا! ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں!"۔ تو معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا خواب حق ہوتا ہے، اور ان کے اَفعال بحکمِ اِلٰہی ہوا کرتے ہیں[1]۔

انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے خواب سچے ہوتے ہیں

انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے خواب سچے ہوتے ہیں، اس بارے میں خالقِ کائنات عزوجل نے ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾[2] "یقیناً اللہ تعالی نے اپنے رسول کا سچا خواب سچ کر دیا، اگر اللہ چاہے تو یقیناً تم ضرور مسجدِ حرام میں، اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے، بے خَوف امن وامان سے داخل ہوگے، تو جو تمہیں معلوم نہیں اس نے جانا، تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی!"۔

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۲۳، الصافات، زیرِ آیت: ۱۰۲، صـ۸۳۲۔
(۲) پ ٢٦، الفتح: ٢٧.

حضرت صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیت مبارکہ کے شانِ نُزول میں فرماتے ہیں کہ "رسولِ کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے حدَیبیہ کا قصد فرمانے سے قبل، مدینہ طیّبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم مع صحابہ کے، مکّہ معظّمہ میں بہ امن داخل ہوئے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے سر کے بال منڈوائے، بعض نے ترشوائے۔ یہ خواب آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اپنے صحابہ سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی، اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ اِسی سال مکّہ مکرمہ میں داخل ہوں گے، جب مسلمان حدَیبیہ سے بعد صُلح کے واپس ہوئے، اور اس سال مکّۂ مکرّمہ میں داخلہ نہ ہوا، تو منافقین نے تمسخر (طنز) کیا، طعن کیے، اور کہا کہ "وہ خواب کیا ہوا؟!" اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی، اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہوگا! چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا، اور مسلمان اگلے سال بڑے شان وشکوہ کے ساتھ مکّہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے"[1]۔

حضرت سیّدُنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رَحمت صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ»[2] "سچا خواب نبوّت کے چھیالیس ۴۶ حصوں میں سے ایک حصہ ہے"۔

حضرت سیّدُنا عُروَہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہر رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا: «أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الوَحْيِ، الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَاً إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الفتح، زیرِ آیت: ۲۷، ص۹۴۵۔
(۲) "صحيح البخاري" كتاب التعبير، ر: ٦٩٨٩، صـ١٢٠٦.

الصُّبْحِ»[۱] "رسول اللہ ﷺ پر وَحی کی ابتداء نیند میں سچے خوابوں کے ذریعے ہوئی، آپ ﷺ جو بھی خواب میں دیکھتے، اس کی تعبیر صبحِ ظاہر کی مانند بالکل واضح ہوتی!"۔

خوابوں کی اَقسام

عزیزانِ محترم! انسان تین ۳ طرح کے خواب دیکھتا ہے:

(۱) خیالِ نفس پر مبنی خواب۔ اس سے مراد وہ خواب ہیں، جن میں نظر آنے والی چیزوں کے بارے میں انسان دن بھر سوچتا رہے، اور دل ودماغ پر اُن کا غلبہ اس قدر بڑھ جائے، کہ رات کو سوتے میں وہی چیزیں خواب کے طور پر بھی نظر آئیں۔ مثلاً کوئی شخص اپنے کاروبار یا کسی چیز کے بارے میں سارا دن سوچتا رہا، اور پھر رات کو خواب میں بھی ایسے ہی واقعات پیش آئے، ایسے خواب ہمارے دل کے خیالات کا نتیجہ ہوتے ہیں، ان کی کوئی خاص تعبیر نہیں ہوتی۔

(۲) شیطانی خواب۔ شیطان انسان کا اَزلی دشمن ہے، وہ رات کو نیند میں بھی انسان کو تنگ کرتا، اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، بسا اوقات انتہائی بھیانک شکل وصورت اختیار کر کے، انسان کو پریشان کرتا اور ڈراتا ہے، لہذا ایسے خواب شیطانی اثرات اور وَساوِس کا نتیجہ ہوتے ہیں، ان کی بھی کوئی خاص تعبیر نہیں ہوتی۔

(۳) بِشارتِ الٰہی پر مبنی خواب۔ یہ خواب عموماً اللہ جَلَّ جَلالُہ کی طرف سے آئندہ پیش آنے والے حالات، واقعات اور خوش خبریوں سے متعلق ہوتے ہیں، ایسے خواب مبارَک اور تعبیر کے لائق ہوتے ہیں۔

---

(۱) المرجع نفسه، كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله، ر: ۳، صـ۱.

میرے پیارے بھائیو! جو شخص ڈراؤنا خواب دیکھے، وہ اسے کسی سے بیان نہ کرے، اور اس پر اللہ تعالی کی پناہ مانگے۔ اور اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو کسی اہلِ علم سے اس کی تعبیر معلوم کی جائے، اور اس پر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا جائے۔ حضرت سیّدُنا قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا السَّوْءُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَأَى رُؤْيَا فَكَرِهَ مِنْهَا شَيْئاً فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، لَا تَضُرُّهُ، وَلَا يُخْبِرْ بِهَا أَحَداً، فَإِنْ رَأَى رُؤْيَا حَسَنَةً فَلْيُبْشِرْ، وَلَا يُخْبِرْ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ»[1].

"اچھا خواب اللہ تعالی کی طرف سے ہے، اور بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے، جس نے خواب میں کوئی ناپسند چیز دیکھی، تو اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تھوک دے، اور شیطان کے شر سے اللہ تعالی کی پناہ مانگے، پھر وہ خواب اسے کوئی ضرر (نقصان) نہیں دے گا، اور وہ خواب کسی سے بیان نہ کرے۔ اور اگر اچھا خواب دیکھے تو اس سے اچھی فال لے، اور صرف اہلِ محبت سے بیان کرے"؛ تاکہ وہ اس کی اچھی تعبیر بیان کریں، اگر وہ تعبیر کا علم نہ رکھتا ہو، تو کسی عالِم دین سے اپنا خواب بیان کرکے، اس کی تعبیر حاصل کی جائے۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اگرچہ سارے خواب رب تعالی کی طرف سے ہوتے ہیں، مگر بارگاہِ الٰہی کا ادب یہ ہے، کہ بُرے اور ڈراؤنے خوابوں کو شیطان کی طرف نسبت دے؛ کیونکہ (وہ) مسلمان کے بُرے خوابوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اچھے خواب رب تعالی کی بِشارت ہیں؛ تاکہ

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الرؤیا، ر: ۵۹۰۲، صـ۱۰۰۲.

مسلمان اللہ کی رحمت کا منتظر اور شکر میں مشغول ہو جائے، بُرا خواب مایوس کُن ہے، اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔ اچھا خواب ضرور بیان کرے؛ تاکہ اس کا ظُہور ہو جائے"[1]۔

تعبیر بتانے والے کے لیے چند ضروری آداب

عزیزانِ محترم! بعض لوگ ہر ایک سے اپنا خواب بیان کرکے، اس کی تعبیر معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ طریقہ کسی طَور پر مناسب نہیں؛ کیونکہ خوابوں کی تعبیر بیان کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، خوابوں کی تعبیر صرف وہی بیان کر سکتا ہے جو عالمِ دین ہو، اور علمِ تعبیر سے بھی واقف ہو، اسے قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی خوابوں کی تعبیر پر عبور حاصل ہو۔ حضرت دانیال علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کو چاہیے کہ نیک ہو، خاموش طبیعت والا ہو، صاحبِ علم ہو، جب کسی خواب کی تعبیر پوچھی جائے، تو نہایت توجّہ اور کمال ہوشیاری واحتیاط سے سائل کا سوال (یعنی خواب) سنے!"[2]۔

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تعبیر بیان کرنے والے کو عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ، لوگوں کے اَطوار، خصائل، عادات واَحوال سے بھی خوب واقفیت ہونی چاہیے! وہ اللہ تعالی سے ہمیشہ یہی توفیق مانگتا رہے، کہ اللہ اس کی زبان پر اچھی بات ہی جاری کرے، گناہوں سے بچتا رہے، لقمۂ حرام اور بے ہودہ باتیں کہنے سننے سے دُور رہے، خواب کو باوُضو ہو کر سُنے، اگر خواب کی تعبیر چاہنے والا دشمن ہو، تو محض دشمنی کی وجہ سے اس کے برخلاف تعبیر نہ دے، اگر کسی

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" خواب کا بیان، پہلی فصل، ۶/۲۴۰، ملتقطاً۔
(۲) دیکھیے: "تعبیر الرؤیاء" ص۱۸، ۱۹، ملخصًا۔

خواب کی تعبیر نقصان دہ ہو تو اسے لوگوں سے بیان نہ کرے!"[۱]۔

حضرت امام ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کو، ان آداب کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے، کہ وہ خواب کو نہایت توجّہ سے سُنے، اور خواب کی تعبیر چاہنے والے سے اس کے دِین، مذہب اور خیالات سے واقفیت حاصل کرلے؛ تاکہ تعبیر کرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے، کہ خواب بیان کرنے والا شخص سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَأَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُكُمْ حَدِيثاً»[۲] "جو شخص بات کرنے میں زیادہ سچا ہوگا، اس کا خواب بھی زیادہ سچا ہوگا"![۳]۔

مبارَک خواب کے لیے مبارَک لمحات

حضراتِ گرامی قدر! انسان مختلف قسم کے خواب دیکھتا ہے، اُن میں سے بعض خواب ہماری پریشان خیالی اور شیطانی وَسوسوں کا نتیجہ ہوتے ہیں، جبکہ بعض خواب بہت اچھے اور سچے ہوتے ہیں، انسان رات کے مختلف حصوں میں خواب دیکھتا ہے، لیکن ان میں عموماً سحری کے وقت دیکھے ہوئے خواب، مبارک اور سچے ہوتے ہیں، حضرت سیّدُنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالأَسْحَارِ»[٤] "سحری (کے وقت) کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے"۔

---

(۱) دیکھیے: "تعبیر الرؤیاء" ص۱۸، ملتقطاً۔

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الرؤيا، ر: ٥٩٠٥، صـ١٠٠٣.

(۳) دیکھیے: "تعبیر الرؤیاء" ص۱۸۔

(٤) "سنن الترمذي" أبواب الرؤيا، ر: ٢٢٧٤، صـ٥٢٢.

حضراتِ ذی وقار! سحری کا وقت بہت مبارک ہے، یہ وہ وقت ہے جب آسمان سے فرشتوں کا نُزول اور رحمتِ الٰہی کی بارش ہوتی ہے، اس مبارَک وقت میں دیکھے گئے خواب عموماً سچے ہوتے ہیں، تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ اس وقت میں دیکھا گیا ہر خواب سچا اور یقینی ہو! واضح رہے کہ اچھا خواب اللہ رب العالمین کی طرف سے محض ایک رَہنمائی یا خوشخبری ہوتی ہے، حجتِ شرعیہ ہرگز نہیں، لہذا خواب کی بنیاد پر کسی حکمِ شرعی کی خلاف ورزی کی اجازت، ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی!۔

چند خوابوں کی تعبیرات

حضراتِ گرامی قدر! خوابوں کی تعبیر کا علم انتہائی اہمیت اور باعث شرف ہے، اللہ تعالی نے یہ علم حضرت سیّدُنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کو بطورِ معجزہ عطا فرمایا، اور اس کی بِشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ﴾[1] "اسی طرح تجھے تیرا رب چُن لے گا، اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا"۔ مفسّرینِ کرام نے یہاں لفظ **"تاویل"** سے علم وحکمت کے علاوہ، تعبیرِ خواب بھی مراد لی ہے، حضرت سیّدُنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام تعبیرِ خواب کے بڑے ماہر تھے[2]۔

جس وقت حضرت سیّدُنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام مصر کے قید خانے میں تھے، اُس وقت وہاں کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا، جسے اللہ عزوجل نے قرآنِ پاک میں یوں بیان فرمایا: ﴿وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا

(۱) پ ۱۲، یوسف: ٦.

(۲) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ ۱۲، یوسف، زیرِ آیت: ٦، ۴۴۱۔

تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴾[1] "بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھیں سات گائیں فربہ (موٹی تازی)، کہ انہیں سات دُبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات بالیاں ہَری، اور دوسری سات سوکھی، اے درباریو! میرے خواب کا جواب (تعبیر) دو، اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو! (درباری) بولے کہ پریشان خوابیں ہیں، اور ہم خواب کی تعبیر نہیں جانتے!"۔

یعنی بادشاہِ مصر کے تمام درباری اور علماء و حکماء اس خواب کی صحیح تعبیر دینے میں ناکام رہے، پھر بادشاہ کے حکم پر اس کے ساقی نے، حضرت سیّدُنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام سے اس خواب کی تعبیر کے لیے قیدخانے میں رابطہ کیا، تب آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس خواب کی بالکل صحیح تعبیر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴾[2].

"تم کھیتی کروگے سات برس لگاتار، تو جو کاٹو اُسے اس کی بال میں رہنے دو، مگر تھوڑا جتنا کھالو۔ پھر اس کے بعد سات کرّے (سخت تنگی والے) برس آئیں گے، کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کر رکھا تھا، مگر تھوڑا بچالو۔ پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ (بارش) دیا جائے گا، اور اس میں رس نچھوڑیں گے"۔ بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ تعبیر بہت پسند آئی، اور اس کو یہ

---

(١) پ ١٢، يوسف: ٤٣، ٤٤.

(٢) پ ١٢، يوسف: ٤٧-٤٩.

یقین ہو گیا کہ جیسا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، بالکل ویسا ہی ہو گا۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور علمِ تعبیر

عزیزانِ مَن! اللہ رب العالمین نے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیگر علوم کے ساتھ ساتھ، خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا، لہذا حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکثر نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی طرف متوجّہ ہوتے اور ارشاد فرماتے: «هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمُ الْبَارِحَةَ رُؤْيَا؟»[1] "کیا تم میں سے کسی نے گزشتہ رات کوئی خواب دیکھا ہے؟" اگر کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے خواب دیکھا ہوتا، تو وہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیان کرتے، اور سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کی تعبیر ارشاد فرماتے۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں، اور اس باغ کے درمیان میں ایک سُتون ہے، جس کی چوٹی پر ایک حلقہ ہے، مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو، میں نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں، پھر میرے پاس ایک ملازم آیا، اور اس نے میرے کپڑے سنبھالے تو میں چڑھ گیا، اور میں نے اُس حلقے کو پکڑ لیا، جب میں بیدار ہوا تو میں نے حلقہ پکڑا ہوا تھا، پھر میں نے رسولِ کریم سے یہ خواب بیان کیا، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے (اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: «تِلْكَ الرَّوْضَةُ رَوْضَةُ الإِسْلاَمِ، وَذَلِكَ العَمُودُ عَمُودُ الإِسْلاَمِ، وَتِلْكَ العُرْوَةُ العُرْوَةُ الوُثْقَى، لَا تَزَالُ مُسْتَمْسِكاً بِالإِسْلاَمِ حَتَّى تَمُوتَ»[2] "وہ باغ تو اسلام کا باغ ہے، اور وہ سُتون بھی اسلام کا سُتون ہے، اور وہ

---

(۱) "صحيح مسلم" باب رؤيا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ٥٩٣٧، صـ١٠٠٨.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب التعبير، ر: ٧٠١٤، صـ١٢١٠.

حلقہ مضبوط حلقہ ہے، تم مَوت تک ہمیشہ اسلام کو مضبوطی سے تھامے رہو گے!"۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ، حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَظَافِيرِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي -يَعْنِي- عُمَرَ» "میں سویا ہوا تھا کہ (خواب میں) میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس میں سے پیا، حتّٰی کہ میں نے دیکھا کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے، پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دے دیا"، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! آپ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: «العِلْمَ»[۱] "اس سے مراد علم ہے"۔

ایک اَور حدیثِ پاک میں حضرت سیّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا اور عرض کی، کہ میں نے خواب میں دیکھا، کہ گویا میرا سر کاٹ دیا گیا، وہ لُڑکتا ہوا جا رہا ہے، اور میں اس کے پیچھے دَوڑ رہا ہوں، (اس کا خواب سن کر) نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِكَ فِي مَنَامِكَ!»[۲] "جب شیطان خواب میں تم سے کھیلے، تو لوگوں کو اس کی خبر نہ دو!"۔

حکیم الاُمت مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "شاید حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وحی سے معلوم فرما لیا، کہ یہ خواب اَضغاثِ اَحلام (بُرے خوابوں میں) سے ہے، شیطان نے اسے مغموم کرنے کے لیے یہ خواب دکھایا ہے، اگر یہ خواب درست ہوتا تو اس کی تعبیر بھی ہوتی!"[۳]۔

---

(۱) المرجع نفسه، باب اللبن، ر: ۷۰۰۶، صـ۱۲۰۸.
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الرؤيا، ر: ۵۹۲۶، صـ۱۰۰۵.
(۳) "مرآۃ المناجیح" خواب کا بیان، پہلی فصل، ۶/۲۴۲۔

حضراتِ ذی وقار! سب لوگ الگ الگ نَوعیت کے خواب دیکھتے ہیں، جن میں سے ہر ایک کی تعبیر بیان کرنا ایک ناممکن اَمر ہے، البتہ عمومی طور پر دیکھے جانے والے چند خوابوں کی تعبیر پیشِ خدمت ہے:

خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار

(۱) حضرت سیّدنا دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ "خواب میں اللہ رب العالمین کا دیدار، اس بات پر دلیل ہے کہ اُسے دیدارِ الٰہی ہوگا، اور اس کی حاجتیں پوری ہوں گی!"[۱]۔

خواب میں اللہ تعالی کا راز کی بات کرنا

(۲) حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر خواب میں یہ دیکھے، کہ اللہ تعالی اُس سے راز کی بات کرتا ہے، تو یہ اس اَمر پر دلیل ہے کہ وہ شخص اللہ تعالی کے نزدیک بزرگ ہے"[۲]۔

خواب میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرّف ہونا

(۳) حضرت ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر بندۂ مؤمن خواب میں کسی پیغمبر کو، تازہ رُو اور خوش دیکھے، تو عزّت، جاہ اور نُصرت پائے گا، اور اگر غصہ میں دیکھے تو یہ بدحالی، رنج اور سختی کی دلیل ہے"[۳]۔

---

(۱) دیکھیے: "تعبیر الرؤیا" فصل ۱۶، خدا تعالی کو دیکھنے کی تاویل، صـ۵۳۔

(۲) ایضاً۔

(۳) ایضاً، پیغمبران علیہم السلام کی زیارت کے بیان میں، صـ۶۰۔

خواب میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت

(۴) اگر کسی شخص نے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، تو اس نے واقعی حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کی زیارت کی؛ کیونکہ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي»[1] "جس نے مجھے خواب میں دیکھا، بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا؛ کیونکہ شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کر سکتا!"۔

خواب میں کراماً کاتبین کو دیکھنا

(۵) کراماً کاتبین وہ فرشتے ہیں، جو ہمارے نیک وبد اعمال لکھتے ہیں، جو شخص اپنے خواب میں ان فرشتوں کو دیکھے، اگر خواب دیکھنے والا نیک ہے، تو دونوں جہاں میں خیر وبھلائی پائے گا، اگر مفلس ہے تو غم اٹھائے گا، اور اگر کوئی ان دونوں فرشتوں کو باہم لڑتے دیکھے تو یہ اس بات پر دلیل ہے، کہ خواب دیکھنے والا شخص گنہگار اور نافرمان ہے[2]۔

خواب میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو دیکھنا

(۶) حضرت امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خواب میں دیکھنا اس بات پر دلیل ہے، کہ راہِ دینِ اسلام میں یگانہ ہوگا، مسلمانوں میں قول کا سچا اور بہ دیانت مشہور ہوگا!"[3]۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الرؤيا، ر: ۵۹۱۹، صـ۱۰۰۴.

(۲) دیکھیے: "تعبیر الرؤیا" فصل ۱۶، کراماً کاتبین کو دیکھنا، ص۵۸، ملتقطاً۔

(۳) ایضاً، باقی صحابۂ کرام کو خواب میں دیکھنا، ص۶۵۔

خواب میں سیّدنا امام حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی زیارت

(۷) جو شخص امام حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو خواب میں دیکھے گا، خیر وراحت پائے گا، اور آخر کار شہداء کا درجہ پائے گا[1]۔

خواب میں پرندے کی طرح اُڑنا

(۸) حضرت سیّدُنا دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ "خواب میں پرندے کی طرح جابجا اُڑنا، اس بات پر دلیل ہے کہ بلندی کے مطابق سفر کو جائے گا، اور زمین سے اُڑنا مرتبہ اور شرف پانے پر دلیل ہے۔ اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ سیدھا آسمانوں میں گیا، تو یہ نقصان ہونے پر دلیل ہے، اور اگر کوئی سیدھا آسمانوں میں جاکر گم ہوگیا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دنیا سے بہت جلد انتقال کرے گا"[2]۔

خواب میں منہ کے بل گرنا

(۹) حضرت امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "خواب میں منہ کے بل گرنا پریشانی کی دلیل ہے، اور اگر کوئی یہ دیکھے کسی پہاڑ یا دیوار وغیرہ سے گرا ہے، تو یہ اس اَمر کی دلیل ہے کہ اس کی مراد پوری نہیں ہوگی"[3]۔

خواب میں خود کو بے لباس دیکھنا

(۱۰) خواب میں خود کو بے لباس دیکھنے والا اگر طالبِ دنیا ہے، تو پریشانی وغم لاحق ہونے پر دلیل ہے، اور اگر تہ بند یا شلوار وغیرہ بندھا ہوا دیکھا ہے، تو اللہ تعالی

---

(۱) ایضًا، حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما، ص۶۵۔

(۲) ایضًا، پرواز کردن (اُڑنا) ص۱۴۳۔

(۳) ایضًا، اُفتادن (گرنا) ص۱۱۳۔

کی اِطاعت وفرمانبرداری کی کوشش پر دلیل ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "خواب میں برہنہ (ننگا) ہونا، نیک مرد کے لیے خیر ونیکی ہے، اور مُفسِد (فسادی) کے لیے بدی، رُسوائی اور بے حرمتی ہے"[1]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اچھے اور سچے خواب دکھا، ہمیں خواب میں اپنا اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیدار عطا فرما، خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی زیارت سے مشرّف فرما، شیطانی وَسوسوں اور بُرے خوابوں سے بچا، ان خوابوں کے ذریعے ہمیں شیطان کے کھیل کا حصہ بننے سے محفوظ فرما، ہمیں پریشان اور خیالاتِ نفس پر مبنی خوابوں کا شکار ہونے سے بچا، آمین یارب العالمین!۔

(۱) ایضًا، برہنگی (ننگا ہونا)، ۱۴۱۔

عبادت، رِیاضت اور ماہِ رمضان

(جمعۃ المبارک ۳ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ - ۱۶/۴/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

عبادت وریاضت کی اہمیت وفضیلت

برادرانِ اسلام! رمضان شریف اپنی تمام تر برکتوں، رحمتوں اور مبارک ساعتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو چکا ہے، یہ مہینہ عبادت وریاضت اور کامیابیوں کے حصول کا مہینہ ہے، ہمیں چاہیے کہ اس مبارَک مہینے میں زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ بجالائیں، زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کریں؛ کہ اسی میں ہماری عزّت اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾[1]

"یقیناً اللہ تعالی کے ہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیز گار ہے"۔

عزیزانِ محترم! رمضان المبارک کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے، اس مہینے میں اللہ ربّ العزّت کی عنایتوں اور کرم نوازیوں کا دریا جوش پر ہوتا ہے،

---

(١) پ٢٦، الحجرات: ١٣.

اس مبارک مہینے میں عبادت و ریاضت کا اجر و ثواب بہت بڑھا دیا جاتا ہے، حضرت سیّدُنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَلَا يُغْلَقُ مِنْهَا بَابٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، وَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُصَلِّي فِي لَيْلَةٍ، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفاً وَخَمْسَمِئَةِ حَسَنَةٍ بِكُلِّ سَجْدَةٍ، وَبَنَى لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ، لَهَا سِتُّونَ أَلْفَ بَابٍ، لِكُلِّ بَابٍ مِنْهَا قَصْرٌ مِنْ ذَهَبٍ مُوَشَّحٍ بِيَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ. فَإِذَا صَامَ أَوَّلَ [يَوْمٍ] مِنْ رَمَضَانَ، غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ إِلَى مِثْلِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَاسْتَغْفَرَ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ إِلَى أَنْ تُوَارَى بِالْحِجَابِ، وَكَانَ لَهُ بِكُلِّ سَجْدَةٍ يَسْجُدُهَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِلَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، شَجَرَةٌ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا خَمْسَمِئَةِ عَامٍ!»[1].

"جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور وہ آخری رات تک بند نہیں ہوتے، جو بندہ اس ماہِ مبارک کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالی اُس کے ہر سجدے کے بدلے اس کے لیے پندرہ سو ١٥٠٠ نیکیاں لکھتا ہے، اس کے لیے جنّت میں سُرخ یاقُوت کا گھر بناتا ہے، جس کے ستّر ہزار ٧٠٠٠٠ دروازے ہیں، اس کے ہر دروازے سے سونے کا سُرخ یاقوت سے مزیّن ایک محل ہے۔ اور جو کوئی ماہِ رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالی اس کے گذشتہ ایک سال کے تمام (صغیرہ) گناہ مُعاف فرما دیتا ہے، اس کے لیے نمازِ صبح سے شام تک ستّر ہزار فرشتے دعائے مغفرت

---

(١) "شعب الإيمان" ٢٣- باب في الصيام، ر: ٣٦٣٨، ٣/ ١٣٤١.

کرتے رہتے ہیں، ماہِ رمضان کے رات یا دن میں جو کوئی سر بسجود ہوتا ہے، اس کے ہر سجدے کے بدلے اُسے (جنّت میں) ایک ایسا (بڑا اور طویل) درخت عطا کیا جاتا ہے، جس کے سائے میں گھوڑ سوار پانچ سو ۵۰۰ برس تک چلتا رہے!"۔

عبادت وریاضت کی فضیلت سے متعلق حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ آپ مجھے کوئی ایسا کام ارشاد فرمائیں، جس پر اگر میں ہمیشگی اختیار کروں تو جنّت کا حقدار ہو جاؤں، نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «(١) تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، (٢) وَتُقِيمُ الصَّلاَةَ المَكْتُوبَةَ، (٣) وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ المَفْرُوضَةَ، (٤) وَتَصُومُ رَمَضَانَ» "(۱) اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، (۲) فرض نماز قائم کرو، (۳) فرض زکات دو، (۴) اور رمضان کے روزے رکھو"۔ دیہاتی نے کہا کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان باتوں پر میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا، جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا»[1] "اگر کسی جنّتی کو دیکھنا چاہتے ہو تو اسے دیکھ لو!"۔

عبادت وریاضت کی ترغیب ہی سے متعلق، حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک سفر میں نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک روز میں صبح کے وقت چلتے ہوئے نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب ہوا، اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنّت میں داخل کر دے، اور جہنم سے دُور رکھے،

(١) "صحيح البخاري" باب وجوب الزكاة، ر: ١٣٩٧، صـ٢٢٥.

مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «لَقَدْ سَأَلْتَ عَظِيماً، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ الله عَلَيْهِ: (١) تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، (٢) وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، (٣) وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، (٤) وَتَصُومُ رَمَضَانَ، (٥) وَتَحُجُّ الْبَيْتَ» "تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے! اور یقیناً یہ عمل اس کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کردے: (۱) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو، (۲) نماز قائم کرو، (۳) زکات دو، (۴) رمضان کے روزے رکھو، (۵) اور بیت اللہ کا حج کرو"۔

پھر رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ (١) الصَّوْمُ جُنَّةٌ، (٢) وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ، كَمَا يُطْفِئُ النَّارَ الْمَاءُ، (٣) وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ»[۱] "کیا میں تمہیں بھلائی کے دروازے نہ بتادوں! (۱) روزہ ڈھال (Shield) ہے، (۲) صدقہ گناہوں کو ایسے مٹاتا ہے، جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے، (۳) اور آدھی رات میں آدمی کا نماز (تہجد) ادا کرنا!"۔

ماہِ صیام کے روزے فرض کیے جانے کا مقصد

حضراتِ محترم! رمضان المبارک کے روزے فرض کیے جانے کا مقصد تقویٰ وپرہیز گاری ہے، یہ ایک ایسی عبادت ہے جو رِیاضت، اِصلاحِ نفس اور باطنی طہارت کا سبب ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾[۲] "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض ہوئے تھے؛ تاکہ تمہیں پرہیز گاری ملے"۔

---

(١) "سنن ابن ماجه" باب كفّ اللسان في الفتنة، ر: ٣٩٧٣، صـ٦٧٤.

(٢) پ٢، البقرة: ١٨٣.

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "روزے کا مقصدِ اعلیٰ، اور اس سخت رِیاضت کا پھل یہ ہے، کہ تم متقی اور پاکباز بن جاؤ، روزے کا مقصد یہ نہیں کہ صرف کھانے پینے اور جِماع سے پرہیز کرو، بلکہ تمام بُرے اَخلاق اور اعمالِ بد سے انسان مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرے۔ تم پیاس سے تڑپ رہے ہو، تم بھوک سے بے تاب ہو رہے ہو، تمہیں کوئی دیکھ بھی نہیں رہا، ٹھنڈا پانی اور لذیذ کھانا پاس رکھا ہے، لیکن تم ہاتھ تو کُجا، آنکھ اُٹھا کر اُدھر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اس کی وجہ صرف یہی ہے نا، کہ تمہارے رب کا یہ حکم ہے! اب جب حلال چیزیں اپنے رب کے حکم سے تم نے ترک کر دیں، تو وہ چیزیں جن کو تمہارے رب تعالی نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے، مثلاً چوری، رشوت، بددیانتی وغیرہ حرام کاریاں، اگر یہ خیال پختہ ہو جائے، تو کیا تم ان کا اِرتکاب کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں کرو گے! مہینے بھر کی اِس مشقت کا مقصد یہی ہے، کہ تم سال کے باقی گیارہ ۱۱ ماہ بھی اللہ تعالی سے ڈرتے ہوئے حرام سے اجتناب کرو۔

لہٰذا جو لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں، لیکن جھوٹ، غیبت، بدنگاہی، فحش گوئی اور گالی گلوچ وغیرہ برائیوں سے باز نہیں آتے، ان سے متعلق سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمادیا: «مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لله حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»[۱] "(جس نے روزہ رکھنے کے باوُجود) جھوٹ اور اُس پر عمل نہیں چھوڑا، رب تعالی کو اُس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں"[۲]۔

میرے بزرگو ودوستو! روزے میں جہاں مسلمان کھانے پینے اور نفسانی

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الصّوم، ر: ۱۹۰۳، صـ۳۰٦.

(۲) "تفسیر ضیاء القرآن" البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۸۳، ۱/۱۲۳، ۱۲۴، ملتقطاً۔

خواہشات سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے، وہیں چاہیے کہ جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہوں سے بھی باز رہے؛ تاکہ اسے تقویٰ وپرہیزگاری حاصل ہو، اور یہی روزے کا مقصد بھی ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «إِنَّ الصِّيَامَ لَيْسَ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَلٰكِنْ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ»[1] "روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ جھوٹ، گناہوں اور بے کار چیزوں سے بچنے کا نام ہے"۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»[2] "جس نے ماہِ رمضان میں ایمان کی حالت میں، ثواب کی اُمید سے قیام کیا، اُس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں"۔ یعنی جو مسلمان روزہ دار، فرائض وواجبات اور نمازِ تراویح، نوافل، تلاوتِ قرآن اور دیگر نیک اعمال میں وقت گزارتا ہے، اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ خود کو عبادت وریاضت کا عادی بناتے ہوئے، نمازِ پنجگانہ کی پابندی کریں، اپنی زبان کی حفاظت کریں، غیبت وچغلی، گالی گلوچ، بد کلامی اور بدنگاہی سے اجتناب کریں، رمضان المبارک میں فیس بک (Facebook)، ٹک ٹاک (Tik Tok)، ٹویٹر (Twitter) اور دیگر سوشل میڈیا (Social Media) ذرائع پر وقت برباد کرنے کے بجائے، اپنا وقت عبادت وریاضت میں گزاریں، قرآنِ پاک کی تلاوت کریں، اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھیں، ذکر واَوراد کی کثرت کریں، دینی کتب کا مطالعہ کریں، اور تراویح وقیام اللیل کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔

---

(۱) "السنن الكبرى" للبَيهقي، كتاب الصيام، ٤/ ٢٠٩.

(۲) "صحيح البخاري" باب تطوّع قيام رمضان من الإيمان، ر: ٣٧، صـ٩.

جوانی میں عبادت کی فضیلت

میرے نوجوان دوستو اور بھائیو! احادیثِ مبارکہ میں جوانی کی عبادت وریاضت کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، جو شخص جوانی میں توبہ کرتا ہے، اور اپنا وقت عبادت وریاضت میں صَرف کرتا ہے، بروزِ قیامت اس کے لیے فرشتوں جیسا مقام اور سایۂ رحمت کا وعدہ ہے، حدیث شریف میں فرمایا: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ» "سات ۷ قسم کے لوگ ایسے ہیں، جن کو اللہ تعالی (قیامت کے دن) اپنے سائے رَحمت میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اُس کے سایۂ رحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا"، انہی میں سے ایک سے متعلق فرمایا: «وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ»[۱] "وہ جَوان جس نے جوانی اپنے رب کی عبادت میں گزاری"۔

ایک اَور حدیث شریف میں ہے: «وَلِلشَّابِّ التَّارِكِ لِحُرُمَاتِ اللهِ، الْعَامِلِ بِطَاعَةِ اللهِ، كُلُّ أَجْرِ سَبْعِينَ صِدِّيقاً»[۲] "اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے، اور اس کے اَحکام پر عمل کرنے والے نوجوان کے لیے، ستّر ۷۰ صدّیقین کے برابر ثواب ہے"۔

علّامہ ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ جوانی میں عبادت سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس نے اللہ تعالی کو اُس وقت یاد کیا، جب وہ جَوان اور تندرست تھا، تو اللہ تعالی اُس کا اُس وقت خیال رکھے گا، جب وہ بوڑھا اور کمزور ہو جائے گا، اور اسے بڑھاپے میں بھی اچھی قوّتِ سماعت، بصارت، طاقت اور ذہانت عطا فرمائے گا"[۳]۔

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب الأذان، ر: ٦٦٠، صـ١٠٧.
(۲) "الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك" ر: ٢٢٩، صـ٧٨.
(۳) "مجموع رسائل ابن رجب" قوله: يحفظك، ٣/ ١٠٠، ملخّصاً.

زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانیے

عزیزانِ مَن! ہماری زندگی برف کی طرح پگھل رہی ہے، لہذا ہمیں اپنے شب وروز غفلت میں گزار کر، اسے کسی صورت ضائع نہیں کرنا چاہیے، اس چند روزہ زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانتے ہوئے، خوب عبادت وریاضت کرنی چاہیے، فرائض وواجبات کی پابندی، علمِ نافع، عملِ صالح اور رضائے الٰہی جیسے اَہداف کے لیے کوشش کرنی چاہیے؛ کیونکہ اسی میں ہماری کامیابی اور سرخ رُوئی ہے، بصورتِ دیگر ناکامی کا عمیق (گہرا) گھڑا ہمارا مقدّر ہوسکتا ہے (معاذاللہ)۔

رحمتِ عالم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے: «اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: (١) شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، (٢) وَصَحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، (٣) وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، (٤) وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، (٥) وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»[1] "پانچ ۵ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: (۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو فقیری سے پہلے، (۴) فرصت کو مصروفیت سے پہلے (۵) اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو!"۔

میرے بھائیو! ابھی دیر نہیں ہوئی، رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں، اور اس میں ہونے والی چھما چھم رحمتوں کی برسات سے فائدہ اٹھائیے، سچے دل سے توبہ واستغفار کیجیے، زیادہ سے زیادہ وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں گزاریے، زُہد وتقوی اختیار کیجیے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص اہتمام کیجیے، ورنہ یاد رکھیے! اگر توبہ سے قبل موت آگئی، تو پھر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بجالانے کی بھی اجازت نہیں ہوگی،

---

(١) "شعب الإيمان" باب في الزهد وقصر الأمل، ر: ١٠٢٤٨، ٧/ ٣٣١٩.

اور بروزِ قیامت ہم اپنے پل پل کا حساب وکتاب دے رہے ہوں گے، جیسا کہ مصطفی جانِ رَحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يوم الْقِيامَةِ حتّى يُسْأَلَ عن أَرْبَعِ خِصَالٍ: (١) عن عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، (٢) وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلاهُ، (٣) وَعَنْ مَالِهِ من أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، (٤) وَعَنْ علمهِ مَاذَا عَمِلَ فيه»[1] "بروزِ قیامت آدمی اُس وقت تک اپنی جگہ سے قدم نہیں ہٹا سکے گا، جب تک چار ۴ سوالات کے جواب نہ دے لے: (۱) عمر کس کام میں گزاری؟ (۲) جوانی کیسے گزاری؟ (۳) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ (۴) اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟"۔

میرے محترم بھائیو! فکرِ آخرت پر مبنی اس فرمانِ رسول ﷺ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ہر بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ وہ نفسانی خواہشات سے بچتا رہے، عِفّت، عصمت اور پاکدامنی کے ذرائع اختیار کرتا رہے، بدنگاہی، فحش اَعمال وکلام، جھوٹ، غیبت، چغلی، حرام ومشتبہ چیزوں، فلموں، ڈراموں، گانے باجوں، بے پردگی وغیرہ وغیرہ گناہوں سے بچ کر، اَحکامِ شریعت، فرائض واَعمالِ صالحہ وغیرہ جیسی عبادات کی بجاآوری میں خوب کوشش کرے، نیز اس ماہِ مبارک کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے تمام گناہوں، اور نافرمانی والی زندگی سے توبہ کرکے، اپنی عاقبت سنواریئے، اور سچی توبہ کر کے اللہ ورسول کے پیارے بن جائیے!۔

دعا

اے اللہ! رمضان المبارک کے صدقے، ہمارے تمام چھوٹے بڑے گناہ مُعاف فرما، ہمیں سچی توبہ کرنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما، رمضان شریف

---

(١) "المعجم الكبير" معاذ بن جبل الأنصاري، ر: ١١١، ٢٠/ ٦١.

کی خوب خوب برکتیں نصیب فرما، ہمیں اس ماہِ مبارک کے تمام روزے رکھنے، نمازِ تراویح ادا کرنے، اور ذَوق وشَوق سے دیگر عبادات ونیک اعمال کی توفیق وہمت عطا فرما، اس ماہِ غفران کے صدقے ہماری اور ہمارے تمام عزیز واَقارب کی بخشش ومغفرت فرما، آمین یارب العالمین!۔

اسلامی تہوار اور ہماری تجارت

(جمعۃ المبارک ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ - ۲۳/۰۴/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِع یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

تجارت کی اہمیت وفضیلت

برادرانِ اسلام! تجارت ایک بہترین ذریعۂ مُعاش ہے، اللہ تعالی نے اس میں بے پناہ برکت رکھی ہے، اگر اسے قرآن وسنّت کے مُطابق انجام دیا جائے، تو دنیاوی مَنفعت کے ساتھ ساتھ اُخروی نَجات اور اجر وثواب کا باعث بھی ہے۔ اس کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ قرآنِ پاک میں اسے اللہ تعالی کا فضل قرار دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾[1] "تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "بعض مسلمانوں نے خیال کیا، کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرائے پر چلائے،

(۱) پ۲، البقرة: ۱۹۸.

اس کا حج ہی کیا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی"[1]۔

میرے محترم بھائیو! حلال اور جائز چیزوں کی تجارت ہمارے پیارے آقا ﷺ کی پیاری سنّت ہے، احادیثِ مبارکہ میں شرعی تقاضوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے، تجارت کے متعدّد فضائل بیان ہوئے ہیں۔ حضرت سیّدنا رافع بن خُدیج رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! کونسا کسب (ذریعۂ مُعاش) زیادہ پاکیزہ ہے؟ نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ، وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ»[2] "آدمی کے اپنے ہاتھ کی دستکاری، اور ہر سچی تجارت"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "دستکاری میں کھیتی باڑی، کتابت اور دوسری حلال صنعتیں داخل ہیں، اور سچی تجارت سے ہر حلال وصحیح تجارت مراد ہے"[3]۔

امانتدار اور سچے تاجر کا مقام ومرتبہ

عزیزانِ گرامی قدر! ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، اور جھوٹ وغیرہ سے بچ کر، حلال وصحیح تجارت کرنے والا شخص، بروزِ قیامت انبیاء وصدّیقین کے ساتھ ہوگا، حضرت ابو سعید خُدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ، مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ»[4] "سچا اور امانتدار تاجر، (قیامت کے دن) انبیاء، صدّیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا!"۔

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرہ، زیرِ آیت: ۱۹۸، ۶۷۔
(۲) "مسند الإمام أحمد" حديث رافع بن خديج، ر: ١٧٢٦٦، ٦/ ١١٢.
(۳) "مرآۃ المناجیح" تجارتوں کا باب، تیسری فصل، ۴/۲۶۰۔
(٤) "سنن الترمذي" أبواب البيوع، ر: ١٢٠٩، صـ٢٩٥.

ایک مقام پر حضرت سیّدنا رفاعہ بن رافع رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، سرورِ کونین صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ التُّجَّارَ يُحْشَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً، إِلَّا مَنِ اتَّقَى وَبَرَّ وَصَدَقَ»[1] "یقیناً تاجر لوگ قیامت کے دن، فاجر لوگوں میں اٹھائے جائیں گے، مگر جو تقوی، سچائی اور اچھی طرح سے مُعاملہ کرے گا، وہ ان میں سے نہیں ہوگا!"۔

حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَطْيَبَ الْكَسْبِ كَسْبُ التُّجَّارِ الَّذِينَ إِذَا حَدَّثُوا لَمْ يَكْذِبُوا، وَإِذَا ائْتُمِنُوا لَمْ يَخُونُوا، وَإِذَا وَعَدُوا لَمْ يُخْلِفُوا، وَإِذَا اشْتَرَوْا لَمْ يَذُمُّوا، وَإِذَا بَاعُوا لَمْ يُطْرُوا، وَإِذَا كَانَ عَلَيْهِمْ لَمْ يَمْطُلُوا، وَإِذَا كَانَ لَهُمْ لَمْ يُعَسِّرُوا»[2] "یقیناً سب سے پاکیزہ کمائی اُن تاجروں کی ہے، جو بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خِیانت نہ کریں، جب وعدہ کریں تو اس کی خلاف ورزی نہ کریں، جب کوئی چیز خریدیں تو اس میں عیب نہ نکالیں، جب کچھ بیچیں تو اس کی بے جا تعریف نہ کریں، جب ان پر کسی کا کچھ آتا ہو تو اس کی ادائیگی میں سُستی نہ کریں، اور جب ان کا کسی پر آتا ہو تو اس کی وُصولی کے لیے سختی نہ کریں!"۔

ہمارے اَسلاف کا اندازِ تجارت

عزیزانِ گرامی قدر! آج مادّہ پرستی کا دَور دَورہ ہے، زیادہ سے زیادہ مال کمانے اور نفع حاصل کرنے کی غرض سے، حلال وحرام کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے، مال ودَولت کی حرص، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، ملاوَٹ، اور اچھا مال دکھا کر گھٹیا مال بیچنے جیسی

(١) "المعجم الكبير" باب الراء، ر: ٤٥٤٠، ٥/ ٤٤.

(٢) "شعب الإيمان" ٣٤ باب في حفظ اللسان، ر: ٤٨٥٤، ٤/ ١٧٥٠.

متعدّد غیر اَخلاقی و غیر شرعی برائیاں، ہمارے قول وفعل کا حصہ بن چکی ہیں، جبکہ ہمارے اَسلافِ کرام اور بزرگوں کا اندازِ تجارت یہ تھا، کہ ہمیشہ صاف ستھری اور اعلی معیار کی اشیاء فروخت کرتے، اگر کسی چیز میں عیب ہوتا تو خریدار کو اس عیب سے آگاہ کرتے، وہ مال ودَولت کی لالچ ہرگز نہیں رکھتے تھے، ہمیشہ کم سے کم نفع لینے کی کوشش کرتے؛ تاکہ مخلوقِ خدا کا زیادہ سے زیادہ بھلا ہو۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضرت سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک عظیم امام ومجتہد ہیں، اس کے باوُجود آپ نے کسبِ حلال کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کپڑے کی تجارت فرماتے، آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی کو مالِ تجارت دے کر بھیجتے، تو اُسے خاص طور پر تاکید فرماتے کہ فُلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے، جب تم اسے فروخت کرو تو عیب بیان کر دینا۔ سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے کاروباری شراکت دار، حضرت سیّدنا حفص بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ایک بار میں نے مالِ تجارت فروخت کیا، اور بیچتے وقت اس مال کا عیب بتانا بھول گیا، جب امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو اس بات کا علم ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس مال کی تمام قیمت صدقہ کر دی"[1]۔

اسی طرح حُجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک حکایت تحریر کرتے ہیں کہ "ایک بُزرگ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے (عراق کے مشرقی شہر) واسِط (Wasit) سے، گندم سے بھری ایک کشتی (Boat) بصرہ شہر (Basrah City) کی طرف بھیجی، اور اپنے وکیل کو یہ پیغام بھیجا کہ جس دن یہ گندم بصرہ پہنچے، اُسی دن اسے بیچ دینا، اور اگلے دن تک تاخیر نہ کرنا؛ جبکہ بصرہ میں گندم کی قیمت بڑھنے کے قوی اِمکانات تھے، اس لیے تاجروں

---

(١) انظر: "تاريخ بغداد" النعمان بن ثابت الإمام أبو حنيفة، ١١/ ٢٥٤.

نے اس وکیل کو مشورہ دیا کہ اگر اس گندم کی فروخت کو جمعہ تک مؤخّر کردو تو دُگنا نفع ہوگا، وکیل نے تاجروں کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے جمعہ تک وہ گندم فروخت نہ کی، جس کی وجہ سے اسے کئی گُنا زیادہ فائدہ ہوا، لیکن جب وکیل نے یہ واقعہ اپنے بزرگ مالک کو لکھ کر بھیجا، تو انہوں نے اسے جواب لکھتے ہوئے فرمایا: اے شخص! ہم اپنے دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے نفع پر ہی قناعت کرلیتے ہیں، مگر تم نے اس کے خلاف کیا، ہمیں یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ اس سودے میں کئی گُنا (دُنیوی) نفع ہو، اور اس کے بدلے ہمیں دینی واُخروی نقصان پہنچے، لہٰذا جیسے ہی تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے، فوراً (کمایا ہوا) تمام مال اور نفع، بصرہ کے غریبوں اور فقیروں پر صدقہ کردینا، شاید ایسا کرنے سے میں ذخیرہ اندوزی کے گُناہ سے نَجات پا سکوں!"[1]۔ یعنی ایسا کرنے سے اگر مجھے دنیاوی طور پر کوئی نفع نہیں ملتا تو نہ ملے، لیکن کم از کم اتنا ضرور ہو جائے گا، کہ اس طرح کرنے سے میں اپنے اُخروی نقصان سے بچ جاؤں گا!۔

جتنا رزق مقدّر ہے، مل کر رہے گا

حضراتِ ذی وقار! خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہر انسان، حیوان، جنّت اور چرند پرند، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، سب کے رزق کا ذمّہ اپنے کرم پر لے رکھا ہے، لہٰذا بحیثیت مسلمان ہمارا اس بات پر پختہ ایمان ویقین ہونا چاہیے، کہ جس جاندار کا جہاں جہاں اور جتنا جتنا رزق لکھا ہے، وہ وعدے کے مطابق اُسے ضرور مل کر رہے گا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾[2]

---

(۱) "إحياء العلوم" كتاب آداب الكسب والمعاش، الباب ۳، ۲/ ۸۳، مُلّخصاً.

(۲) پ۱۲، ھود: ٦.

"زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالی کے ذمۂ کرم پر نہ ہو، اور وہ جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہو گا، سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے"۔ لہٰذا تجارت یا کسی بھی پیشے سے وابستہ ہر شخص کو چاہیے، کہ صرف مال ودَولت اور پیسہ کمانے کو مقصدِ حیات ہرگز نہ بنائے، اس میں میانہ رَوی (Moderation) اختیار کرے، حلال کمائے، گراں فروشی سے گریز کرے، اور حرام سے کوسوں دُور بھاگے!۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ؛ فَإِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوْتَ حَتّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ، وَدَعُوْا مَا حَرُمَ»[1] "اے لوگو اللہ سے ڈرو! اور روزی کمانے میں میانہ رَوی اختیار کرو؛ کیونکہ اپنا رزق پورا کیے بغیر کوئی نہیں مرے گا، اگرچہ اس میں دیر ہو جائے، لہٰذا اللہ سے ڈرو! اور اچھے طریقے سے روزی کماؤ، جو حلال ہے اُسے لے لو، اور جو حرام ہے اُسے چھوڑ دو!"۔

حرام مال سے بچنے کی تاکید

حضراتِ گرامی قدر! خالقِ کائنات جل جلالہ نے جہاں رزقِ حلال کمانے کی تاکید فرمائی، وہیں چوری، ڈکیتی، سُود، رشوَت اور مالی خُرد بُرد جیسے حرام وباطل طریقوں سے، مال حاصل کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، اللہ رب العالمین نے حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ

(۱) "سنن ابن ماجه" كتابُ التِّجارة، ر: ۲۱٤٤، صـ۳٦١.

هَوٰی﴾[١] "کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں، اور اس میں زیادتی نہ کرو؛ کہ تم پر میرا غضب اُترے! اور جس پر میرا غضب اُترا، یقیناً وہ ہلاک ہوا"۔ یعنی مقرّر کردہ حد سے تجاوُز نہ کرو!۔

ناپ تول میں کمی کرنا، دھوکے سے عیب زدہ مال بیچنا، اچھی چیز دکھا کر ناقص دے دینا، ذخیرہ اندوزی کرکے ضروریاتِ زندگی سے متعلق اشیاء کی مصنوعی قلّت پیدا کرنا، اور حرام روزی کمانا، یہ سب اُمور حد سے تجاوُز کرنے اور ہلاکت میں پڑنے کا باعث ہیں!۔

تاجر صاحبان کے لیے چند ضروری آداب

عزیزانِ مَن! دینِ اسلام ایک مکمل اور تاقیامت رہنے والا دِین ہے، اس کے اَحکام ہر شعبۂ زندگی کو محیط ہیں، یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام اپنے ماننے والے تاجروں کو اس بات کا پابند کرتا ہے، کہ تجارت یا کاروبار وغیرہ کو فروغ دینے کے لیے ہمیشہ سچائی اختیار کریں، جھوٹ ہرگز نہ بولیں، زیادہ نفع کمانے کی غرض سے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال ہرگز نہ بیچیں؛ کہ یہ بے برکتی کا باعث ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا، بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا، مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا»[٢] "خرید وفروخت کرنے والے اگر سچائی سے کام لیں، اور مُعاملے کو واضح کر دیں، تو ان کے سَودے میں برکت دی جاتی ہے، اور اگر کوئی بات چھپا لیں اور جھوٹ بولیں، تو ان کے سَودے سے برکت اُٹھالی جاتی ہے"۔

حضراتِ محترم! اسلامی تجارت کی رُو سے تمام تاجروں اور ان کے مُعاونین پر

(١) پ١٦، طه: ٨١.

(٢) "صحيح البخاري" كتابُ البيوع، ر: ٢١١٠، صـ٣٣٩.

لازم ہے، کہ خریدار کو آگاہ کیے بغیر عیب زدہ اور خراب مال ہرگز نہ بیچا جائے، اعلی کوالٹی (Quality) کا مال دکھا کر ہلکی کوالٹی کی چیز ہرگز نہ دی جائے، بعض سیلز مین (Sales Men) حضرات عموماً اپنے سیٹھ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، ایسا کرتے دکھائی دیتے ہیں، اور خود کو بہت عقلمند اور چالاک تصوُّر کرتے ہیں، انہیں یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے، کہ یہ ہوشیاری یا عقلمندی نہیں بلکہ سراسر گھاٹے اور خسارے کا سَودا ہے، اور ایسا کرنے والے سے رسولِ پاک ﷺ نے لاتعلقی کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ غلّے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، اپنا دستِ مبارک اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں پر کچھ تری محسوس ہوئی، پوچھا: «مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟» "اے غلّے والے یہ کیا ہے؟!" دوکاندار نے کہا: یارسولَ اللہ! بارش کے باعث کچھ تری آگئی ہے، نبئ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي!»[1] "پھر تم نے بھیگے ہوئے غلّے کو اوپر کیوں نہیں رکھا؛ تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے! جو دھوکا دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں!"۔

میرے تاجر بھائیو! کاروبار میں ہمیشہ دیانت وامانت اختیار کیجیے، ناپ تول میں کمی مت کیجیے! بلکہ کوشش کریں کہ ہمیشہ وزن سے کچھ زیادہ دیں، کہ ہمارے نبئ رحمت ﷺ کی اپنی امّت کے لیے یہی تعلیمات ہیں، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا وَزَنْتُمْ فَأَرْجِحُوا»[2]

---

(۱) "صحيح مسلم" كتابُ الإيمان، ر: ٢٨٤، صـ٥٧.

(۲) "سنن ابن ماجه" باب الرجحان في الوزن، ر: ٢٢٢٢، صـ٣٧٣.

"جب تم وزن کرو تو کچھ زیادہ کرلو!"۔

حضراتِ گرامی قدر! تمام تاجر حضرات پر لازم ہے، کہ تجارت کے ساتھ ساتھ فرائض وواجبات کی ادائیگی کا بھی پورا اہتمام کریں، کہ کاروبار وغیرہ میں اس قدر مشغولیت، ہلاکت اور خسارے کا باعث ہے، نبئ کریم ﷺ کے پیارے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تجارت فرماتے، تو حقوق اللہ کی ادائیگی، اُن کی ہمیشہ اوّلین ترجیح ہوا کرتی، حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ القَوْمُ يَتبَايَعُونَ وَيَتَّجِرُونَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ الله، لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ الله، حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى الله»[1] "صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بھی) خرید وفروخت اور تجارت کرتے تھے، لیکن جب انہیں اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق پیش آتا، تو تجارت اور خرید وفروخت کے باعث، اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوتے، حتی کہ وہ لوگ اللہ کے اس حق کو ادا کرلیتے تھے"۔

اسلامی تہوار اور مسلمان تاجروں کا طرزِ عمل

عزیزانِ محترم! ہماری خوش بختی ہے، کہ رمضان المبارک کا مقدّس مہینہ رحمتیں برکتیں لیے، ایک بار پھر ہمارے درمیان جلوہ گر ہے، اس مقدّس مہینے میں عبادت کا لُطف اور انوار وتجلیات کی برسات بے مثال ہوتی ہے، مذہبی اختلاف کے باوُجود دنیا بھر کے لوگ، مسلمانوں کے اس مقدّس مہینے اور دیگر اسلامی تہواروں پر، انسانی ہمدردی اور جذبۂ خیر سگالی کے طور پر، ضروریاتِ زندگی اور اشیائے خورد ونوش (کھانے پینے کی چیزیں) وغیرہ کی قیمتوں میں نمایاں کمی کرتے ہیں؛ تاکہ غریب سے غریب

(١) "صحيح البخاري" كتابُ البيوع، باب التجارة في البزّ وغيره، صـ٣٣١.

شخص بھی سحر وافطار اور عیدَین (عید الفطر اور عیدِ قربان) جیسے اسلامی تہوار کی خوشیوں کا لُطف اٹھا سکے، لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے وطنِ عزیز پاکستان میں، صورتحال اس کے برعکس ہے، برسہابرس کا مشاہدہ ہے، کہ جیسے ہی اس عظمت والے مہینے کی آمد قریب ہوتی ہے، ہمارے تاجر بھائیوں کی طرف سے اشیائے خوردونوش کی ذخیرہ اندوزی، اور بے تحاشا مہنگائی کا بازار گرم کردیا جاتا ہے، مصنوعی قلّت پیدا کرکے منہ مانگی قیمت وصول کی جاتی ہے، یہ ایک انتہائی مذموم اور خلافِ شریعت عمل ہے، اس کی جتنی بھی مذمّت کی جائے کم ہے!۔

ذخیرہ اندوزی کی مُمانعت

میرے محترم بھائیو! دینِ اسلام کھانے پینے کی اشیاء، ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلّت پیدا کرنے والوں کی حوصلہ شکنی فرماتا ہے، حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے نبئ پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فرماتے سنا: «مَنِ احْتكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَاماً، ضَرَبَهُ اللهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ»[۱] "جو شخص کھانے پینے کی چیزوں میں ذخیرہ اندوزی کر کے، مسلمانوں پر مہنگائی کا بوجھ ڈالے، اللہ تعالیٰ اسے تنگدستی اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا کرے گا!"۔

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہی سے ایک روایت میں ہے، حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالْمُحْتكِرُ مَلْعُونٌ»[۲] "ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون (لعنتی) ہے" یعنی اللہ کی رحمت سے دُور ہے!۔

---

(۱) "سنن ابن ماجه" باب الحكرة والجلب، ر: ۲۱۵۵، صـ۳٦۲.

(۲) المرجع نفسه، ر: ۲۱۵۳.

میرے عزیز دوستو اور تاجر بھائیو! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے ان ارشاداتِ عالیہ سے، یہ بات خوب واضح اور آشکار ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرکے، مصنوعی قلّت پیدا کرنا کتنا گھناؤنا اور مذموم فعل ہے، لہذا میرے جو تاجر بھائی کم علمی یا کسی اَور وجہ سے ایسا کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ رمضان المبارک کی ان مقدّس اور پُرنور ساعتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے، ذخیرہ اندوزی جیسے حرام اور ملعون کام سے، اللہ تعالی کے حضور سچے دل سے توبہ واستغفار کریں، اور ہمیشہ کے لیے ایسا کبھی نہ کرنے کا پکا عزم کریں۔

کورونا وائرس کے باعث ایک خصوصی گزارش

حضراتِ ذی وقار! کورونا وائرس (Corona Virus) کے باعث، نظامِ زندگی معطّل ہو کر رہ گیا ہے، غریب اور محنت مزدوری کرنے والے لوگوں کے مسائل، سنگین صورتحال اختیار کر چکے ہیں، امیر ہو یا غریب ہر شخص کی قوّتِ خرید متاثر ہوئی ہے، لہذا اس نازک صورتحال کے پیشِ نظر، جو تاجر حضرات اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعاوُن واِمداد کی حیثیت رکھتے ہوں، انہیں چاہیے کہ رمضان المبارک کی مناسبت سے، پریشان حال لوگوں کی دل کھول کر مدد کریں، اشیائے خوردونوش اور ضروریاتِ زندگی سے متعلق چیزوں کی قیمتوں میں نمایاں کمی کریں، یا کم از کم اتنا ضرور کریں کہ اپنے نفع کی شرح کچھ کم کرلیں؛ تاکہ غریب سے غریب مسلمان بھی اپنے بال بچوں کے لیے عید کی خوشیوں کا سامان کر سکے!!۔

میرے محترم دوستو، بھائیو اور بزرگو! اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کی مدد اور خیر خواہی کو، صرف کورونا وائرس (Corona Virus) یا رمضان شریف تک محدود نہ رکھیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے اپنی یہ عادت بنائیں، کہ ہر اسلامی تہوار کی خوشی

کے موقع پر کم سے کم نفع لیں، صرف حلال اور جائز اشیاء کی تجارت کریں، حرام اور ناجائز اشیاء کی تجارت سے دُور رہیں، رمضان شریف میں روزے، تراویح، عبادات، تلاوتِ قرآن اور دیگر نیک اعمال کے ساتھ ساتھ، صِلہ رِحمی اور صدقہ وخیرات کے ذریعے بھی فقیروں، مسکینوں اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کیجیے!۔

دعا

اے اللہ! رمضان المبارک کے طفیل ہمارے روزوں، تراویح اور دیگر عبادات کو قبول فرما، ہمیں ریاکاری کی تباہ کاری سے بچا، ہمیں اسلامی طریقے کے مُطابق تجارت اور کاروبار کی توفیق عطا فرما، رزقِ حلال کمانے اور حرام سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما، حرام وناجائز اشیاء کی تجارت سے بچا، ناپ تول میں زیادہ دینے کا حوصلہ وجذبہ عطا فرما، جھوٹی قسمیں کھانے سے بچا ، آمین یارب العالمین!۔

فتحِ مکّہ

(جمعۃ المبارک ١٧ رمضان المبارک ١٤٤٢ھ - ٢٠٢١/٠٤/٣٠ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

صُلحِ حدَیبیہ کا پسِ منظر

برادرانِ اسلام! مشرکینِ مکّہ کے مَظالم جب حد سے بڑھ گئے، اور مفلوک الحال مسلمانوں کا جینا دُوبھر کر دیا گیا، تب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے بحکمِ الٰہی مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی، اور ایک رات سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوگئے، لیکن کفّار ومشرکین نے حضور نبئ کریم ﷺ اور مسلمانوں کو یہاں بھی چَین کا سانس نہ لینے دیا، مسلمانوں پر ظلم وستم، حملے اور جنگیں مسلّط کی جاتی رہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے رفتہ رفتہ مسلمانوں کو منظّم فرما کر اُن کی پوزیشن کو مستحکم کیا، اور اِرد گرد کے مختلف قبائل سے دِفاعی مُعاہدے (Defense Agreements) فرما کر امن وامان کو بحال کیا۔

ہجرتِ مدینہ کے چھٹے سال سرورِ کونین ﷺ نے ایک خواب دیکھا، کہ نبئ کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ مکہ معظّمہ میں پُر امن طور پر داخل ہوئے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے اپنے سروں کے بال منڈوائے، بعض نے ترشوائے، یہ خواب رحمتِ عالمیان ﷺ نے اپنے صحابہ سے بیان فرمایا تو وہ سب بھی بڑے خوش ہوئے [1]۔

نبی کا خواب چونکہ وحی ہوتا ہے، اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، لہذا تاجدارِ دوعالَم ﷺ اپنے چودہ سو ۱۴۰۰ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ عمرہ کی غرض سے روانہ ہوئے، لیکن کفّارِ مکّہ نے حدَیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو روک لیا، اور مکہ مکرّمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی، اس موقع پر دس ۱۰ سال کے لیے حضور نبئ کریم ﷺ اور قریش کے مابین ایک امن مُعاہدہ طے پایا، جو صلحِ حدَیبیہ کے نام سے معروف ہے، اس مُعاہدے کی رُو سے یہ طے پایا کہ...

(۱) دس ۱۰ سال تک فریقین میں کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ (۲) مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس لَوٹ جائیں۔ (۳) آئندہ سال آئیں، اور تین ۳ دن مکّہ مکرّمہ میں قیام کریں۔ (۴) مسلمان تلوار کے علاوہ اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہ لائیں، اَور وہ بھی نیام میں رہے۔ (۵) مکّہ مکرّمہ سے جو شخص مدینہ منوّرہ چلا جائے، اسے واپس کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ منوّرہ سے مکّہ مکرّمہ آگیا، اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ (۶) عرب قبائل کو اس بات کا مکمل اختیار اور آزادی ہوگی، کہ وہ حضور نبئ کریم ﷺ یا کفّارِ مکّہ میں سے، جس کے ساتھ چاہیں (دوستانہ تعلقات قائم کرکے) مُعاہدہ کرلیں [2]۔

---

(۱) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الفتح، زیرِ آیت: ۲۶، صـ۹۴۵۔

(۲) انظر: "الكامل في التاريخ" وَدَخَلَتْ سَنَةُ ستٍّ من الهجرة، ذكر عمرة الحديبية، ۲/ ۸۵.

عزیزانِ محترم! بظاہر اس مُعاہدے کے نکات مسلمانوں کے خلاف تھے، لیکن اس کا حقیقی فائدہ مسلمانوں کو ہی ہوا، جنگ رُک گئی، امن ہوگیا، مبلّغینِ اسلام کے ذریعے اسلام کی دعوت عام ہونے لگی، لوگ جُوق دَر جُوق مسلمان ہونے لگے[1]، اور مسلمانوں کی پوزیشن روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

غزوۂ فتحِ مکّہ کا سبب

حضراتِ گرامی قدر! کفّارِ قریش زیادہ عرصہ تک مُعاہدۂ حدَیبیہ پر کاربند نہ رہ سکے، انہوں نے مسلمانوں کے حلیف اور اتحادی قبیلہ بنوخزاعہ پر حملہ کرکے، عملاً اس مُعاہدے کو توڑ دیا، مصطفی جانِ عالم ﷺ کو جب اس بات کی خبر ہوئی، تو سرورِ کونَین ﷺ نے اہلِ مکّہ پر حملے کا فیصلہ فرمایا، اور جنگی حکمتِ عملی اپناتے ہوئے انتہائی خفیہ انداز سے، لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔

لشکرِ اسلام کی روانگی

عزیزانِ مَن! دس ۱۰ رمضان المبارک آٹھ ۸ ہجری (مطابق ۶۳۰ء) کو رسولِ اکرم ﷺ مدینہ منوّرہ سے، دس ۱۰ ہزار مجاہدینِ اسلام کا ایک عظیم لشکر لے کر روانہ ہوئے، اور بیس ۲۰ رمضان المبارک کو ایک فاتح کی حیثیت سے، اپنے وطن مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوئے، مدینہ منوّرہ سے چلتے وقت حضور نبئ کریم ﷺ اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم روزے کی حالت میں تھے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما لشکرِ اسلام کی روانگی کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: «خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ المَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ آلاَفٍ، وَذَلِكَ عَلَى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِينَ

(۱) "تاريخ الطَبَري" سنة ستّ من الهجرة، ۲/ ۶۳۸.

وَنِصْفٍ، مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ، فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى مَكَّةَ، يَصُومُ وَيَصُومُونَ!»[۱] "نبئ کریم ﷺ رمضان میں مدینہ منوّرہ سے نکلے، آپ ﷺ کے ساتھ دس ۱۰ ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، یہ واقعہ حضور ﷺ کے مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے ساڑھے آٹھ سال بعد کا ہے، آپ ﷺ اور جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ساتھ تھے، مکّہ مکرّمہ کے لیے روانہ ہوئے، سرورِ کونین ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روزے سے تھے!"۔

حضرت سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام

حضراتِ محترم! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ فاتحانہ شان سے، ایک عظیم اسلامی لشکر کے ساتھ سرزمینِ مکّہ مکرّمہ کے قریب پہنچے، تو چند میل دُور پڑاؤ ڈال کر آگ جلانے کا حکم ارشاد فرمایا، اہلِ مکہ رسول اللہ ﷺ اور اسلامی لشکر کی آمد سے بالکل بے خبر تھے، جب انہوں نے ہزاروں مقامات سے آگ جلتی دیکھی، تو بڑے خوفزدہ ہوئے، اور حقیقتِ حال سے آگاہی کے لیے ابوسفیان کو بھیجا (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)، انہیں پڑاؤ کے قریب دیکھ کر مُحافظوں نے پکڑ لیا، اور لشکر گاہ میں لے آئے، اسلامی لشکر کی شان وشوکت دیکھ کر، ابوسفیان پر بڑی ہیبت طاری ہوئی[۲]۔

حضرت سیّدنا عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اس موقع پر قبولِ اسلام کی دعوت دی، جسے انہوں نے قبول کیا اور مسلمان ہوگئے[۳]، حضرت سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(١) "صحيح البخاري" باب غزوة الفتح في رمضان، ر: ٤٢٧٦، صـ٧٢٤.

(٢) انظر: "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٢٨٠، صـ٧٢٤، ٧٢٥.

(٣) انظر: "الطبقات الكبرى" غزوة رسول الله ﷺ عام الفتح، ١/ ٤٤١.

قریش کے ایک بڑے سردار اور نامور شخصیت کے حامل تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام قبول کرنے سے قریش کے حَوصلے پست ہوگئے، اور ان کی ہمّت جواب دے گئی!۔

عام مُعافی کا اعلان

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لشکر ترتیب دینے کے بعد، جب مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوئے، تو قریش کے بعض لوگ مقابلہ کرنے کی کوشش میں مارے گئے، جس پر حضرت سیّدنا ابوسفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسولَ اللہ! کیا قریش کے تمام جوانوں کے قتل کو جائز کردیا گیا ہے؟! کیا آج کے بعد کوئی قرشی باقی نہیں رہے گا؟! رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ»[1] "جس نے ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لی، وہ امان میں ہے!"۔

میرے محترم بھائیو! یہ دینِ اسلام ہی کی انفرادیت ہے، کہ جو ابوسفیان چند لمحے قبل دینِ اسلام کے ایک بڑے دشمن اور مخالف تھے، اسلام قبول کرتے ہی انہیں اتنی عزّت وتوقیر بخشی گئی، کہ ان کے گھر میں پناہ لینے والے ہر شخص کو، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے امان دینے کا اعلان فرمادیا۔

میدانِ جنگ میں بھی ظلم وزیادتی کی ممانعت

عزیزانِ گرامی قدر! دینِ اسلام ایک ایسا آفاقی دین ہے، جو حالتِ جنگ میں بھی کسی مظلوم اور مجبور (چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو) کے ساتھ ظلم وزیادتی کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اپنے ماننے والوں کو بنیادی انسانی حقوق (Basic Human Rights) کا خیال رکھنے، اور ان کی رعایت کا حکم دیتا ہے، حضرت سیّدنا عبداللہ بن عتبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الجهاد والسير، ر: ٤٦٢٢، صـ٧٩٣.

کرتے ہیں، کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فتحِ مکّہ کے دن ارشاد فرمایا: «أَلا لا يُجْهَزَنَّ عَلَى جَرِيحٍ، وَلا يُتْبَعَنَّ مُدْبِرٌ، وَلا يُقْتَلَنَّ أَسِيرٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ»[1] "سن لو! کسی زخمی پر حملہ مت کرنا، جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہا ہو اس کا پیچھا مت کرنا، کسی قیدی کو قتل مت کرنا، اور جس نے خود کو اپنے گھر میں بند کرلیا وہ بھی امان میں ہے!"۔

کعبۃ اللہ شریف کو بتوں سے پاک کرنے کا حکم

حضراتِ محترم! حضور نبئ کریم ﷺ جس وقت مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوئے، اس وقت کعبۃ اللہ شریف میں سینکڑوں چھوٹے بڑے بُت رکھے تھے، رسولِ اکرم ﷺ نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ شریف کو بُتوں سے پاک کرنے کا حکم فرمایا، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: «إِنَّ رَسُولَ الله ﷺ لَمَّا قَدِمَ، أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ!»[2] "رسول اللہ ﷺ مکّہ میں تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے بُتوں کی موجودگی کے باعث، کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہونے سے انکار فرمادیا، پھر آپ ﷺ کے حکم سے ان بُتوں کو نکال باہر کیا گیا!"۔

رسول اللہ ﷺ نے گستاخِ رسول کو قتل کرنے کا حکم دیا

برادرانِ اسلام! ابنِ خطل نامی ایک بدبخت گستاخِ رسول تھا، اسے جب بھی موقع ملتا، وہ اپنی دو ۲ لَونڈیوں سمیت خاتم النبیین ﷺ کی شان میں ہرزہ سَرائی کرتا، اور سبّ وشتم (گالی گلوچ) کرکے توہینِ رسالت کیا کرتا، فتحِ مکّہ کے بعد جب سرورِ کونَین ﷺ مکّہ شریف میں داخل ہوئے، تو وہ بدبخت جان بچانے کی غرض

(١) "الأموال" باب فتح الأرض تؤخذ عنوة ...إلخ، ر: ١٥٩، صـ٨٢.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الحج، ر: ١٦٠١، صـ٢٦٠.

سے خانۂ کعبہ میں داخل ہوگیا، ایک شخص نے آکر بارگاہِ رسالت میں عرض کی، کہ ابنِ خطل کعبۃ اللہ شریف کے پردوں سے لپٹ گیا ہے! حضورِ اکرم ﷺ نے عملی طور پر گستاخِ رسول کو سزا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «اقْتُلْهُ»(۱) "اسے قتل کردو!"۔

فتحِ مکّہ کے روز حُدودِ حرم میں قِتال کی خصوصی اجازت

عزیزانِ مَن! حرم شریف میں اگرچہ کسی کو قتل کرنا حرام ہے، لیکن فتحِ مکّہ کے روز اللہ رب العزّت نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو، کچھ دیر کے لیے قِتال کی اجازت عطا فرمائی، اور ابنِ خطل کا قتل اسی ساعت میں ہوا(۲)، حرم شریف میں قِتال کی اجازت سے متعلق، حضرت سیّدنا ابو شُرَیح عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنْ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَماً، وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَراً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهَا، فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ، وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ!»(۳).

"یقیناً اللہ تعالی نے مکّہ کو حرم قرار دیا ہے، اور اسے لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا، لہذا جو کوئی اللہ تعالی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے مکّہ میں خون بہانا جائز نہیں، اور نہ ہی اس کے لیے مکّہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے، اور اگر کوئی شخص

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب المغازي، ر: ٤٢٨٦، صـ٧٢٥.

(٢) "عمدة القاري" باب لا يعضّد شجر الحرم، تحت ر: ١٨٣٢، ٧/ ٥١١.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٢٩٥، صـ٧٢٧.

مکّہ میں رسول اللہ ﷺ کے قِتال کرنے سے، مکّہ میں قتال کی اجازت پر دلیل پکڑے، توتم اس سے کہو کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو مکّہ میں قتال کی اجازت دی تھی، تمہیں اجازت نہیں دی! اور مجھے بھی دن کی صرف ایک ساعت (گھڑی) کے لیے اجازت دی تھی، اور آج اس مکہ کی حرمت کل کی طرح پھر سے لَوٹ آئی ہے، لہذا چاہیے کہ جو (یہاں) موجود ہے وہ غائب (یعنی غیر موجود) تک یہ حدیث پہنچادے!"۔

گستاخِ رسول کی سزا بہر صورت قتل ہے

حضراتِ ذی وقار! حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی طرف سے تمام اہلِ مکّہ کو عام مُعافی اور امان دینے کے باوُجود، گستاخِ رسول کے قتل کا خصوصی حکم جاری فرمانا، اس بات کی واضح دلیل ہے، کہ گستاخِ رسول کی سزا بہر صورت قتل ہے، اور علمائے اُمّت کا بھی ہمیشہ سے اس مُعاملے میں یہی مَوقف رہا ہے، کہ اس کے لیے کوئی مُعافی نہیں، اسے توبہ کے بعد بھی سزائے مَوت دی جائے گی!۔

مشہور ومعروف فقیہ علّامہ ابنِ بزّاز رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، دنیا میں توبہ کے بعد بھی اسے سزائے موت دی جائے گی، یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں بھی کلمۂ گستاخی بکا، جب بھی مُعافی نہیں ہوگی، اور تمام علمائے امّت کا اِجماع واتفاق ہے، کہ نبیٔ کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے"[1]۔

امام ابن ہُمام رحمہ اللہ تعالی علیہ گستاخِ رسول کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے

(۱) "الفتاوى البزّازية" كتاب ألفاظ ...، الفصل ٢، النوع ١، ٦/ ٣٢١، ٣٢٢.

فرماتے ہیں کہ "ہر وہ شخص جو دل میں رسول اللہ ﷺ سے بُغض رکھے وہ مرتَد ہے، اور آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) سبّ وشتم (گالی گلوچ) کرنے والا تو بدرجہ اَولیٰ مرتَد ہے، اسے قتل کیا جائے گا، بلکہ اگر وہ توبہ کرلے تب بھی، قتل کی سزا اُس پر باقی رہے گی، یہاں تک کہ اگر اس نے حالتِ نشہ میں گستاخی کا اِرتکاب کیا ہو، تب بھی مُعافی نہیں دی جائے گی"[1]۔ یعنی اس کی توبہ اور معذرت اگر اللہ تعالی قبول فرمالے تو وہ اللہ کی مرضی، مگر ہمیں دنیا میں حکم یہ ہے کہ اس کی سزا مُعاف نہ کی جائے!۔

گستاخِ رسول کو سزا دینے کا اختیار حاکمِ وقت کے پاس ہے

عزیزانِ محترم! گستاخِ رسول کو سزا دینے کا اختیار حاکمِ وقت کے پاس ہے، عوام الناس میں سے ہرگز کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں، کہ وہ توہینِ رسالت کے مرتکب کسی شخص کو قتل کرکے قانون اپنے ہاتھ میں لے! اگر گستاخِ رسول کو قتل کرنے کی اجازت عوام الناس کو دے دی جائے، تو اس کی سب سے بڑی خرابی یہ لازم آئے گی، کہ جس کا جب جی چاہے گا، اپنے کسی مخالف یا دشمن پر توہینِ رسالت کی تہمت لگا کر اسے قتل کر ڈالے گا، جس سے مُعاشرے میں بہت بڑا بگاڑ پیدا ہو جائے گا، مُعاشرے میں ہر طرف جنگل کا قانون راج کرنے لگے گا، لہذا اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی!۔

توہینِ رسالت کے مجرِم کی سزا اور حاکمِ وقت کی ذمّہ داری

لیکن اس کے ساتھ ساتھ حاکمِ وقت کو بھی یہ بات پیشِ نظر رکھنی ہوگی، کہ توہینِ رسالت کا مرتکِب ہر شخص (مرد ہو یا عورت) واجب القتل ہے، لہذا اس قانون پر عملداری حکومتِ وقت کی ایک اہم ترین ذمّہ داری ہے، اور اگر اس اسلامی شرعی

---

(١) "فتح القدير" كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ٦/ ٩٨.

قانون پر کماحقّہ عمل نہ کیا گیا، تو اس ڈھیلے پن کے باعث روز بروز اس طرح کے طوفانِ بدتمیزی اور گستاخی کے واقعات میں اضافہ ہوتا رہے گا، جو کہ ہم اپنے مُعاشرے میں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ان حالات، واقعات اور حکومتِ وقت کی بے اعتنائی سے مجبور ہو کر کوئی جوان، قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے، اس واقعی گستاخ کو قتل کر دے، تب سارے حکومتی ادارے حرکت میں آجاتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ پہلے سارے بھنگ پی کر گہری نیند سو رہے تھے!۔

گستاخِ رسول کو مُعافی دینے کا اختیار حاکمِ وقت کے پاس بھی نہیں

خوب یاد رکھیے! کہ اگر کوئی شخص گستاخی کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ کر لے، تب بھی شرعی اعتبار سے کسی بادشاہ، صدر یا وزیرِ اعظم کو یہ اختیار نہیں، کہ اسے اپنے صوابدیدی اختیارات (Arbitrary Options) سے مُعاف کر سکے، یا اس کی توبہ قبول کر سکے۔ علّامہ خیر الدین رَملی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو کافر توبہ کرے، اس کی توبہ دنیا و آخرت میں قبول ہے، مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ قبول نہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اَور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا ہو"[1]۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے حسّاس مسئلہ (Sensitive Issue) میں، دینی غیرت وحمیت کا مُظاہرہ کیا جائے، دیگر مسلم حکمرانوں اور علمائے دین سے رَہنمائی اور مُشاوَرت کر کے اقوامِ متحدہ (United Nations) کے ذریعے، ایسی کڑی قانون سازی کروائی جائے، کہ دنیا بھر میں کسی گستاخِ رسول کو، مصطفی جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمیت، کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر دینی مقدّسات کی توہین کی جراَت نہ ہو سکے!۔

(۱) "الفتاوی الخیریّۃ" کتاب السِیر، باب المرتدّین، ۱/ ۱۷۱.

دعا

اے اللہ! رمضان المبارک کے طفیل ہمارے روزے، تراویح اور دیگر عبادات قبول فرما، ہمیں ریاکاری کی تباہ کاری سے بچا، ہمارے دلوں میں جذبۂ جہاد کو بیدار فرما، ہمیں کفّار پر فتحِ مکّہ جیسی شاندار فتوحات اور غلبہ عطا فرما، ہمیں ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دینے کی توفیق عطا فرما، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست و نابُود فرما، قادیانیوں کے رُوپ میں یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، آمین یارب العالمین!۔

شب بیداری اور ہمارا طرزِ عمل

(جمعۃ المبارک ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ - ۰۷/۰۵/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰھمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

شب بیداری کسے کہتے ہیں؟

برادرانِ اسلام! مخلوقِ الٰہی رات کی آغوش میں جب گہری نیند سو رہی ہو، ایسے میں نیند قربان کرکے اللہ تعالی کی عبادت کرنا، نفل نماز ادا کرنا، ذکر واَذکار کرنا، تلاوتِ قرآن مجید کرنا، نعت شریف پڑھنا، اللہ ورسول کی یاد سے اپنا دل ودماغ معمور کرنا، خالقِ کائنات عزّوجلّ کے حضور گڑگڑانا، آنسو بہانا، اور اپنے گناہوں کی مُعافی چاہنا، ہمیشہ سے اولیائے کرام اور دیگر نیک بندوں کا طریقہ رہا ہے، اس عمل کو آسان اور مختصر لفظوں میں "شب بیداری" کہا جاتا ہے۔

شب بیداری کی اہمیت وفضیلت

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی کو شب بیداری کرنے والے، یا رات کے کسی پہر اُٹھ کر نمازِ تہجد اور نفلی عبادات بجالانے والے لوگ بڑے پسند ہیں، ان کے لیے ایسا اجر وثواب اور جزا

مقرّر ہے، جس کے بارے میں اللہ رب العالمین کے علاوہ کوئی آگاہ نہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا٘ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[1] "خوابگاہوں سے اُن کی کروَٹیں جُدا ہوتی ہیں، اور ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب تعالی کو پکارتے ہیں، اور ہمارے دیے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں، تو کسی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے، صِلہ ان کے کاموں کا ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾[2] "وہ جو اپنے رب تعالی کے لیے سجدے اور قیام میں رات کاٹتے ہیں!"۔ صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "(رب تعالی کے لیے رات کاٹنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو) نماز اور عبادت میں شب بیداری کرتے ہیں، اور رات اپنے رب کی عبادت میں گزارتے ہیں، اور اللہ تبارک وتعالی اپنے کرم سے تھوڑی عبادت والوں کو بھی شب بیداری کا ثواب عطا فرماتا ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ، فَقَدْ بَاتَ لله سَاجِداً وَقَائِماً»[3] "جس کسی نے بعد نماز عشاء دو ۲ رکعت یا کچھ زائد نفل پڑھے، وہ شب بیداری کرنے والوں میں سے ہے"[4]۔

---

(۱) پ۲۱، السجدة: ۱۷.

(۲) پ۱۹، الفرقان: ٦٤.

(۳) انظر: "تفسير البَغَوي" پ۱۹، الفرقان، تحت الآية: ٦٤، ۳/ ۳۷۵.

(۴) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۹، الفرقان، زیرِ آیت: ۶۴، ۶۷۸۔

فرض نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ، نمازِ تہجد، دیگر نوافل اور ذکر واَذکار کا اہتمام کرنے کے بارے میں، باری تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾[1] "اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو، اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو، اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو!"۔ مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "پاکی بولنے سے مراد یہ ہے کہ فرائض کے بعد نوافل پڑھتے رہو، اور روز وشب کے تمام اوقات میں دل اور زبان سے، ذکرِ الٰہی میں مشغول رہو"[2]۔

میرے محترم بھائیو! شب بیداری کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ اللہ رب العالمین نے عبادت کی غرض سے رات کو کم سونے، اور شب بیداری کرکے نوافل واستغفار کرنے والوں کا شمار، اپنے متّقی وپرہیزگار بندوں میں فرمایا ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾[3] "یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں، اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے، وہ رات میں کم سویا کرتے، اور رات کے آخری حصے میں استغفار کرتے تھے"۔ یعنی رات تہجد اور شب بیداری میں گزارتے ہیں، اور بہت تھوڑی دیر سوتے ہیں، اور رات کا آخری حصہ استغفار میں گزارتے ہیں، اور اتنے سوجانے کو بھی تقصیر (کوتاہی) سمجھتے ہیں[4]۔

---

(۱) پ۲۹، الدھر: ۲۵، ۲۶.

(۲) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۹، الدھر، زیرِ آیت: ۲۶، صـ۱۰۷۵، ملتقطاً۔

(۳) پ۲٦، الذاریات: ۱۵-۱۸.

(۴) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الذاریات، زیرِ آیت: ۱۸، صـ۹۶۰۔

عزیزانِ محترم! حضور نبیٔ کریم ﷺ کو رات میں جاگ کر عبادت کرنا، اور نوافل ادا کرنا بے حد محبوب تھا، شب بیداری سے متعلق مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے معمولات بیان کرتے ہوئے، امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں: «أَنَّ نَبِيَّ الله ﷺ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ»[۱] "نبیٔ کریم ﷺ رات کی نماز میں اتنا طویل قیام فرماتے، کہ آپ ﷺ کے قدمین شریفین پر وَرَم آجاتا (یعنی سُوج جاتے)"۔

حضرت سیّدنا مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ»[۲] "نبیٔ کریم ﷺ رات بھر نماز میں کھڑے رہے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک پر وَرَم آگیا"، جب حضور سرورِ کونین ﷺ سے، اتنی زیادہ مشقّت اٹھانے کا سبب دریافت کیا گیا، تو سرورِ کشورِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَفَلَا أَكُونَ عَبْداً شَكُوراً»[۳] "کیا میں (اپنے رب کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں!"۔

شب بیداری کے چند دینی فوائد

حضراتِ گرامی قدر! رات کو جاگ کر عبادت کرنا اور نماز پڑھنا، اطمینان وسکون اور راحت ودل جمعی جیسی نعمت کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے، انسان رِیاکاری (دکھلاوے)، اور شور شرابے کے باعث، عبادت میں خلل اندازی جیسی اَذیت کا شکار ہونے سے محفوظ رہتا ہے، خالقِ کائنات عزّوجلّ شب بیداری کے سبب حاصل ہونے والے،

(۱) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، ر: ٤٨٣٧، صـ٨٥٦، ملتقطاً.

(۲) المرجع نفسه، ر: ٤٨٣٦.

(۳) المرجع السابق.

ان دینی فوائد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝٦ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾[1] "یقیناً رات کا اٹھنا زیادہ دباؤ ڈالتا ہے، اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے، یقیناً دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾[2] "کیا وہ جسے سجود اور قیام میں فرمانبرداری کرتے رات کی گھڑیاں گزریں، آخرت سے ڈرتا، اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے ہوئے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ رات کے نوافل وعبادت، دن کے نوافل سے افضل ہیں، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ رات کا عمل پوشیدہ ہوتا ہے، لہذا وہ رِیاکاری سے بہت دُور ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ دنیا کے کاروبار بند ہوتے ہیں، اس لیے قلب بہ نسبت دن کے بہت فارغ ہوتا ہے، توجّہ اِلی اللہ اور خشوع دن سے زیادہ رات میں میسّر آتا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ رات چونکہ راحت وخواب کا وقت ہوتا ہے، لہذا اس میں بیدار رہنا نفس کو بہت مشقّت میں ڈالتا ہے، تو (یقیناً) ثواب بھی زیادہ ہوگا!"[3]۔

شب بیداری کے سنہری اور بابرکت مَواقع

عزیزانِ محترم! رمضان المبارک کا آخری عشرہ رواں دواں ہے، یوں تو یہ سارا

---

(۱) پ۲۹، المزّمّل: ٦، ٧.

(۲) پ۲۳، الزُمر: ٩.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۳، الزُمر، زیرِ آیت: ۹، صـ۸۵۰۔

مہینہ ہی رحمتیں برکتیں سمیٹنے کا مہینہ ہے، مگر اس کے آخری دس ۱۰ دن، پہلے بیس ۲۰ دنوں سے زیادہ اہمیت اور انفرادی شان رکھتے ہیں، اس عشرے میں ایک مبارک رات ایسی بھی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، رمضان کریم کا یہ آخری عشرہ (آخری دس ۱۰ دن) جہنم سے آزادی کا ہے، حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَهُوَ شَهرٌ أوّلُه رَحْمةٌ، وَأَوْسَطُه مَغْفِرةٌ، وَآخِرُه عِتقٌ مِّنَ النَّار»[1] "یہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کی ابتداء رحمت، درمیان مغفرت اور انتہاء جہنّم سے آزادی ہے"۔

ماہِ رمضان المبارک تراویح وقیامُ اللیل کا مہینہ ہے، یہ راتوں میں اُٹھ کر رب تعالی کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کا مہینہ ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»[2] "جس نے ماہِ رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیّت سے قیام کیا، اُس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں"۔

لہذا ہمیں رمضان المبارک کے اس آخری عشرہ کو غنیمت جانتے ہوئے، خاص طور پر اس کی طاق راتوں میں، شب بیداری کا خاص اہتمام کرنا ہے، اور زیادہ سے زیادہ عبادت کرکے اپنی بخشش کا سامان کرنا ہے!۔

عزیز دوستو! شبِ قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں (یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، اور ۲۹ ویں رات) میں تلاش کرنے کا حکم ہے، اگر ہم شب بیداری کرکے ان

---

(۱) "شعب الإيمان" باب في الصيام، ر: ۳٦۱۱، ۳/ ۱۳۳۲.

(۲) "صحيح البخاري" باب: تطوّع قيام رمضان من الإيمان، ر: ۳۷، صـ۹.

پانچ ۵ راتوں کو خشوع وخضوع کے ساتھ، عبادت کرتے گزارنے میں کامیاب ہو گئے، تو-ان شاء اللہ تعالی-شبِ قدر کو پانے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے! حضور سرورِ عالم ﷺ ہزار مہینوں سے بہتر اس رات کی تلاش میں، باقاعدہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے، اور دوسروں کو بھی اس رات کی تلاش کا حکم دیا کرتے۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں، مصطفی جانِ رحمت ﷺ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے، اور حکم دیتے: «تحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ!»[1] "رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو!"۔

شبِ قدر میں عبادت کی فضیلت

حضراتِ ذی وقار! جو شخص شبِ قدر میں عبادت کرنے میں کامیاب ہو گیا، اللہ تعالی اس کے گزشتہ گناہوں کو مُعاف فرما دے گا، حضور نبئ کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»[2] "جو ایمان اور نیّتِ ثواب کے ساتھ شبِ قدر میں عبادت کرے، اس کے پچھلے گناہ مُعاف کر دیے جاتے ہیں"۔ لہذا آخری عشرے کی طاق راتوں میں خاص طور پر شب بیداری کا اہتمام کیجیے، اپنے رب کے حضور نَدامت کے آنسو بہائیے، اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر کے آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کیجیے!۔

---

(١) "سنن الترمذي" باب ما جاء في ليلة القدر، ر: ٧٩٢، صـ١٩٨.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب فضل ليلة القدر، ر: ٢٠١٤، صـ٣٢٣.

شب بیداری اور ہمارا طرزِ عمل

عزیزانِ مَن! رمضان المبارک کی طاق راتیں ہوں، یا دیگر مقدّس ومبارک راتیں، ان راتوں میں شب بیداری کا اصل مقصد تلاوتِ قرآن مجید، ذکر واَذکار، صلاۃ التسبیح، قضا نمازوں اور نوافل وغیرہ کی ادائیگی کے ذریعے، قُربِ الٰہی کا حصول ہے، لیکن اس چیز کا حقیقی فائدہ تبھی ہوگا، جب ہم شب بیداری کے تقاضوں پر بھی پورا اُتریں، اگر ہم رات بھر جاگ کر عبادت کریں، اور صبح نمازِ فجر ادا کیے بغیر سو جائیں، تو ہمارا رات بھر جاگنا کس کام کا؟! لہذا جو شخص رات بھر جاگ کر عبادت کرنا چاہے، وہ پہلے اس بات کا اطمینان کرلے، کہ اس شب بیداری کے سبب اس کے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی واقع نہیں ہو! اگر کوئی خدشہ ہو تو اسے چاہیے کہ رات بھر جاگنے کے بجائے، نمازِ عشاء کی باجماعت ادائیگی کے بعد جلد سو جائے؛ تاکہ نمازِ فجر باجماعت ادا کرسکے، ایسا کرنے سے وہ ساری رات عبادت کا ثواب پائے گا۔

نمازِ فجر وعشاء باجماعت پڑھنے کا ثواب

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ»[1] "جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اُس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پایا، اور جس نے نمازِ فجر بھی باجماعت ادا کی، وہ ساری رات عبادت کرنے والے کی مثل ہے"۔

بعض نوجوان عبادت کے بجائے، گلی بازاروں اور چوراہوں پر بیٹھ کر ساری ساری

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب المساجد، ر: ١٤٩١، صـ٢٦٤.

رات گپیں ہانکتے، اور شور شرابہ کرکے ہمسایوں کو تنگ کرتے ہیں، یہ انتہائی مذموم، حرام اور اَخلاقی اعتبار سے بھی ناپسندیدہ فعل ہے؛ کہ اس میں بندوں کی حق تلفی ہے، جو آخرت میں سخت پکڑ کا باعث ہوگی!۔

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے کا گناہ

بعض لوگ مساجد میں ذکر واَذکار کے بجائے کسی کونے میں بیٹھ کر، گروپ کی شکل میں دنیاوی باتیں کرتے رہتے ہیں، ایسا کرنا نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے، اللہ تعالی کو ایسے لوگوں کی کوئی حاجت نہیں، حضرت سیّدنا حسن رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ ختم نبوّت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ فِي أَمْرِ دُنْيَاهُمْ، فَلَا تُجَالِسُوهُمْ فَلَيْسَ لله فِيهِمْ حَاجَةٌ»[1] "لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا، کہ ان کی دنیاوی باتیں مسجدوں میں ہوا کریں گی، تو تم ان میں مت بیٹھنا، اللہ تعالی کو ایسوں کی کوئی حاجت نہیں"۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی علیہ مسجد میں دنیاوی باتوں سے متعلق، حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مسجد میں دنیا کی باتیں کرنی مکروہ ہیں، مسجد میں کلام کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے، یہ (حکم) جائز کلام کے متعلق ہے، ناجائز کلام کے گناہ کا تو کیا پوچھنا!"[2]۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں، شب بیداری کا خاص اہتمام کرکے، اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت اور ذکر ودُرود میں گزاریں،

---

(١) "شعب الإيمان" فضل المشي إلى المساجد، ر: ٢٩٦٢، ٣/ ١١٢٢.

(٢) "بہارِ شریعت" حظر واِباحت کا بیان، آدابِ مسجد وقبلہ، حصّہ ١٦، ٣/٤٩٩۔

نوافل ادا کریں، زندگی میں جو نمازیں قضا ہوگئی ہوں انہیں ادا کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالی کے حضور سچی توبہ کریں، نَدامت کے آنسو بہائیں، اپنے صغیرہ کبیرہ گناہوں پر اللہ رب العالمین سے مُعافی طلب کریں!۔

دعا

اے اللہ! رمضان المبارک کے صدقے ہمارے تمام چھوٹے بڑے گناہ مُعاف فرما، ہمیں سچی توبہ کرنے، اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما، رمضان شریف کی خوب خوب برکتیں نصیب فرما، ہمیں اس ماہِ مبارک کے تمام روزے رکھنے، نمازِ تراویح ادا کرنے، اور ذَوق وشَوق سے دیگر عبادات ونیک اعمال بجالانے کی توفیق وہمّت عطا فرما، اس آخری عشرے کے طفیل ہمیں بھی جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

ترویج واِشاعتِ اسلام میں دینی مدارس کاکردار

(جمعۃ المبارک یکم شوّال المکرّم ۱۴۴۲ھ- ۱۴/۰۵/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دینی مدارس کی اہمیت وضرورت

برادرانِ اسلام! دینی مدارس دینِ اسلام کے وہ قلعے ہیں، جہاں تقویٰ وپرہیزگاری، صبر وقناعت، اِیثار وقربانی، تسلیم ورِضا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، نیکی کاحکم دینے اور برائی سے بچنے بچانے کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔ یہاں دنیا کی رنگینیوں سے دُور، خالقِ حقیقی کے ساتھ ایک مسلمان کے تعلق کو مضبوط بنایا جاتا ہے، اُسے تحفّظ ناموسِ رسالت اور عظمتِ صحابہ واہلِ بیت کرام پر پہرہ دینے کی تعلیم دی جاتی ہے، دینِ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی نگہبانی کے لیے دل ودماغ میں جان، مال اور عزّت وآبرو سمیت، ہر طرح کی قربانی دینے کی سوچ پیدا کی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان درسگاہوں کے تربیت یافتہ طلباء، دین، مذہب اور اپنے وطن کی آبرُو قائم رکھنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، انہیں اپنے مقام ومرتبہ سے

زیادہ دینِ اسلام کی عزّت وناموس عزیز ہے، وہ صدقِ دل سے چاہتے ہیں کہ دین ومذہب کا بول بالا اور دینی اَقدار کی سربلندی ہو، مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ بحال اور سیکولر تہذیب وتمدّن(Secular Civilization) کا خاتمہ ہو، جبکہ ان تمام اُمور کے پیچھے صرف تبلیغِ اسلام کا وہ جذبہ کار فرما ہے، جس کا حکم دیتے ہوئے اللہ ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1] "تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے، جو بھلائی کی طرف بلائیں، اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، اور یہی لوگ مراد کو پہنچے!"۔

میرے محترم بھائیو! تبلیغِ دین منصبِ رسالت ہے، دینی مدارس کے علماء سمیت تمام مبلّغینِ اسلام کو، اس مقدّس فریضہ کے انجام دینے پر، انہیں وراثتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا شرف حاصل ہوتا ہے، حدیثِ پاک میں یہ فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے، حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ!»[2] "اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ضرور بالضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرتے رہو! ورنہ اللہ تعالی تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا، پھر جب تم دعا کروگے تو تمہاری دعائیں قبول نہیں فرمائے گا"۔

ایک اَور روایت میں ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ رَأَى

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١٠٤.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢١٦٩، صـ٤٩٨.

مُنْكَراً فَلْيُنْكِرْهُ بِيَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ»[1] "جو کوئی برائی کو دیکھے تو اُسے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو اُسے دل میں بُرا جانے، اور یہ نہایت کمزور ایمان ہے"۔

عزیزانِ محترم! دینی مدارس وہ پاکیزہ ادارے ہیں، جہاں علماء کی شکل میں بھلائی کی طرف بلانے والی، نیکی کا حکم دینے والی، اور برائی سے منع کرنے والی وہ جماعتیں اور گروہ تیار کیے جاتے ہیں، جو اللہ تعالی کے اس حکم پر عمل پیرا ہو کر، دنیا سے بدعنوانی (Corruption)، خود غرضی (Selfishness)، جنسی بے راہ رَوی (Sexual Misconduct)، اَخلاقی اَقدار کی پامالی (Violation of Moral Values)، چور بازاری، بلیک میلنگ (Blackmailing)، اولاد کی نافرمانی، سُود، رشوَت اور بدکاری سمیت، متعدّد مُعاشَرتی برائیوں کے خاتمے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، جبکہ ان کی کاوشوں کے طفیل یہ دنیا امن کا گہوارہ ہے! مُعاشرے میں نت نئے سر اٹھانے والے فتنوں اور برائیوں میں کچھ رکاوٹ ہے! ورنہ ایک لمحے کے لیے چشمِ تصوُر سے ذرا دیکھیے، کہ اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے، ان میں قال اللہ اور قال رسول اللہ کی صدائیں بلند نہ ہوتیں، اور یہاں سے علمِ دین حاصل کرنے والے علماء، حفّاظ، قُرّاء، اور ائمہ حضرات، محراب و منبر کے ذریعے، لوگوں کو وعظ و نصیحت نہ کرتے، تو پھر ہمارا مُعاشرہ اَخلاقی اعتبار سے کس قدر پستیوں کا شکار ہوتا! قتل وغارتگری (Murder and looting) اور دہشتگردی (Terrorism) جیسے جرائم (Crimes) کی شرح میں کس قدر خوفناک اضافہ ہوتا! یہ دینی مدارس کی تعلیم وتربیت ہی کی برکات ہیں، کہ

---

(۱) المرجع نفسه، باب ما جاء في تغيير المنكر ...إلخ، ر: ۲۱۷۲، صـ۴۹۹.

یہاں آنے والے طلباء، عام طور پر تمام اَخلاقی برائیوں کو ترک کر دیتے ہیں، صدقِ دل سے توبہ واستغفار کر کے اللہ تعالی کے فرمانبردار بندے بن جاتے ہیں، نیز حصولِ علم کے بعد اپنی ساری زندگی دینِ اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیتے ہیں!۔

جبکہ اس کے برعکس پاکستان سمیت دنیا بھر میں کوئی ایسی یونیورسٹی (University) یا تعلیمی ادارہ موجود نہیں، جو تعلیم کے ساتھ ساتھ انسان کی رُوحانی تربیت بھی کرے، اور اسے اپنے خالق عزّوجلّ کا فرمانبردار بندہ بننے میں اس کی مدد کرے!۔

آج صرف دینی مدارس ہی نشانہ پر کیوں؟!

عزیزانِ گرامی قدر! دینی مدارس مُعاشرے میں اَخلاقی بیماریوں کے لیے ہسپتال، اور علمائے دِین مُعالج (ڈاکٹر) کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ ان مدارس میں قرآن وسنّت کی روشنی میں، نہ صرف ان روحانی بیماروں کا علاج کرتے ہیں، بلکہ ان روحانی درس گاہوں کے ذریعے وہ مزید مُعالج (یعنی علمائے دین) بھی تیار کرتے ہیں، جو مُعاشرے میں اَخلاقی پستی کے باعث پھیلے ہوئے گناہوں کے سرطان (کینسر) کو جڑ سے ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

آجکل ذیابیطس (Diabetes)، بلڈ پریشر (Blood Pressure)، ہیپاٹائیٹس (Hepatitis)، ایڈز (AIDS)، کینسر (Cancer)، اور کوروناوائرس (Corona Virus) جیسی مُوذی بیماریاں سامنے آرہی ہیں، دنیا بھر کے ہسپتال بیماروں سے بھرے پڑے ہیں، لیکن کوئی شخص ان اَمراض اور وباؤں کے پھیلنے کا الزام ڈاکٹرز (Doctors)یا ہسپتالوں (Hospitals) کو نہیں دیتا، کوروناوائرس (Corona Virus) جیسی جان لیوا بیماری کے باوُجود، ڈاکٹر حضرات اور ان کا فرنٹ

لائن اسٹاف (Frontline Staff)، اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا، (اس پر پوری قوم ان کی شکر گزار ہے!) کوشش کے باوُجود کورونا وائرس (Corona Virus) پھیلنے اور اسے روکنے میں ناکام رہنے کا اِلزام، کسی نے بھی کسی ڈاکٹر یا ہسپتال پر نہیں لگایا، تو پھر آخر کیا وجہ ہے؟ کہ مُعاشرے میں پھیلنے والی تمام اَخلاقی برائیوں، اور دہشتگردی (Terrorism) جیسے جرائم کا اِلزام، دینی مدارس کے سر تھونپ دیا جاتا ہے! کیا ایسا کرنا انصاف کے تقاضوں کے مُطابق ہے؟ دینی مدارس کو دہشتگردی کے اڈّے سمجھنے والے ہر شخص کو چاہیے، کہ وہ اپنی سوچ اور خیالات پر نظرِ ثانی کرے، اور اس بات پر خوب غور وفکر کرے، کہیں لاعلمی میں وہ یہود ونصاریٰ کے دینِ اسلام مخالف ایجنڈے (Agenda) کی تکمیل تو نہیں کر رہا! کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ یورپ کی اِلحادی فکر (Atheistic Thought) کا شکار ہو چکا ہے!۔

دینی مدارس...دینِ اسلام کے قلعے

حضراتِ ذی وقار! دینی مدارس دینِ اسلام کے قلعے ہیں، ان میں انسانیت کے ادب واحترام، باہمی ہم آہنگی اور بھائی چارے کا درس دیا جاتا ہے، ان دینی مدارس کے تعلیم یافتہ لوگ ہی اسلام دشمن قوّتوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ آزاد وطن پاکستان کے حصول کے لیے چلائی گئی تحریک میں بھی، انہی مدارس کے علماء وطلباء پیش پیش رہے! تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے، پاکستان کے قیام میں اپنا کردار ادا کیا ہے! آج اسلام دشمن طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ دینی مدارس کا نظام ختم ہو جائے، اصلاحات کے نام پر ان مدارس کا تشخص ختم کرکے، آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا دیا جائے؛ تاکہ نیو ورلڈ آرڈر (New World Order) جیسے اسلام

دشمن بیرونی ایجنڈوں اور اَہداف کی تکمیل میں، کسی قسم کی مُزاحمت کا خدشہ باقی نہ رہے!
لہذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ تمام سیاسی وابستگیوں اور مصلحتوں سے بالاتر ہو کر، ان مدارس کے تحفّظ کے لیے آواز بلند کی جائے، اور اپنا بھرپور کردار ادا کیا جائے!۔

دینی مدارس... دنیا کی سب سے بڑی این جی اوز (NGOs)

عزیزانِ مَن! جہاں دینی مدارس ہدایت کے سرچشمے، دین کی پناہ گاہیں اور اِشاعتِ دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، وہیں یہ مدارس دنیا کی سب سے بڑی این جی اوز (NGOs) کا بھی کردار ادا کر رہے ہیں! پاکستان سمیت دنیا بھر میں لاکھوں طلبہ وطالبات کو تعلیم وتربیت، رہائش وخوراک، نصابی وغیر نصابی کتب، مالی وظائف اور میڈیکل ٹریٹمنٹ (Medical Treatment) جیسی تمام سہولیات، تقریبًا ہر جگہ مفت فراہم کی جا رہی ہیں۔ دینی مدارس کا وُجود اور اسلامی تشخص خطرے میں ہونے کے باوُجود، اسلام کے یہ قلعے اور این جی اوز (NGOs)، ان کے تحفّظ کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت میں بھی مصروفِ عمل ہیں!۔

مقامِ صُفّہ... دینِ اسلام کا سب سے پہلا دینی مدرسہ

جانِ برادر! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے صُفّہ کے مقام پر، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کر کے، گویا عملی طور پر اپنی امّت کو اِشاعتِ اسلام کی خاطر، دینی مدارس کے قیام کی ترغیب دی، اور شاید یہی وجہ ہے کہ تمام خلفائے راشدین اور مسلم حکمرانوں نے، اپنے اپنے دَورِ حکومت میں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ، دینی مدارس اور اسلامی کتب خانوں کے قیام پر بھی بھرپور توجّہ دی، دنیا بھر سے ذہین فطین اور نامور علماء وفقہاء کو اپنے دار الحکومت میں جمع کیا، ان کی رہائش اور کھانے پینے کا انتظام کیا، ان کے لیے بھاری وظائف مقرّر کیے، انہیں خوب اِعزاز واِکرام بخشا، انہیں وزارتوں

سے نوازا،اور سعادت سمجھتے ہوئے ان کے وُجود سے اپنے دربار کورَونق بخشی !۔

اِنہی خلفائے راشدین اور مسلم حکمرانوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، علمائے دین بھی مدارس قائم کرتے چلے آرہے ہیں، اور یہ ان حضرات کے اِخلاص اور دُور اندیشی کا نتیجہ ہے، کہ آج مدارسِ اسلامیہ اسلامی تعلیمات اور عقائد و نظریات کے تحفّظ کے ساتھ ساتھ، یہود ونصاریٰ کے مذموم ارادوں اور ہتھکنڈوں کے خلاف، سب سے بڑی رکاوَٹ ثابت ہورہے ہیں !!۔

تحفّظِ ناموسِ رسالت میں دینی مدارس کاکردار

میرے محترم بھائیو، دوستواور بزرگو! اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے، توشاید اُمّت کودینِ اسلام کی صحیح شکل وصورت نہ مل پاتی، مُعاشرہ میں پھیلی اَخلاقی برائیوں میں کمی نہ ہوتی، دنیا کا امن وسکون قائم نہ رہتا، ملک وقوم کی ترقی نہ ہوتی، وطنِ عزیز پاکستان کو آزادی نہ ملتی، اور برصغیر کے مسلمان اپنا حق حاصل نہ کرپاتے ! اِنہی مدارس سے دین کے سپاہی، دینِ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کے مُحافظ، اور تحفّظِ ناموس رسالت پر پہرہ دینے والے وہ مُحافظ وچوکیدار پیدا ہوتے ہیں، جو اپنی ایک للکار سے باطل کے ایوانوں پر لرزہ طاری کردیتے ہیں، انہوں نے "لبیک یارسولَ اللہ" اور "تاجدارِ ختمِ نبوّت زندہ باد" کی صداؤں سے، خوابِ غفلت کی شکار امّتِ مسلمہ کو جگاکر، انہیں دین پر مرمٹنے کا جذبہ عطا کیا، نیز ان میں بیداری کی ایسی لہر دَوڑا دی، کہ آج اس کے اثرات ایشیاء (Asia) سے لےکر یورپ (Europe) تک محسوس کیے جارہے ہیں !!۔

عزیزانِ محترم! ساری دنیا جانتی ہے کہ بدعت وخُرافات، سیکولرازم (Secularism) اور لبرل ازم (Liberalism)، کفر ونِفاق اور اسلام دشمن

قوّتوں کے خلاف، اگر کسی نے بند باندھا یا کوئی مُزاحمت کی ہے، تو وہ یہی دینی مدارس اور ان میں پڑھنے پڑھانے والے علماء وطلباء ہیں! اُمّت کو نیک، صالح، بلند کردار اور بے باک قیادت فراہم کرنے کا سہرا بھی دینی مدارس کے سر ہے! اس پُر فتن اور پُر آشوب دَور میں بھی، دینی مدارس اللہ تعالی کی وہ نعمتِ عظمیٰ ہیں، جس کی نظیر کسی طور پر پیش نہیں کی جاسکتی! لہٰذا خالص دینی اَفکار ونظریات کی بقاء، اور ان کی ترویج واِشاعت میں دینی مدارس کا کردار، یقیناً سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے!۔

دینی مدارس کا تحفُّظ... اُمتِ مسلمہ کی اجتماعی ذمّہ داری

حضراتِ ذی وقار! عالَمِ کفر مسلمانوں کو دینِ اسلام اور قرآنِ حکیم سے دُور کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے! وہ نبئ کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنا کر، ان کی دنیا بھر میں نمائش کرکے، دینِ اسلام کی نظریاتی سرحدوں پر مسلسل حملہ آور ہے، کفّار کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں، یہی دینی مدارس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ محسوس ہوتے ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے! لہٰذا اِصلاحات اور قومی دھارے میں شمولیت کے نام پر، وہ ہمارے دینی مدارس کا سارا نظام اُلٹ پلٹ کر دینا چاہتے ہیں! بدنامِ زمانہ صہیونی صموئیل زویمر (Samuel Zweimer) نے ۱۹۲۴ء میں چوٹی کے عیسائی مبلّغین کی کانفرنس میں، اپنی رپورٹ پیش کرکے کہا تھا کہ "ہماری کامیابی کا راز اس بات میں پنہاں ہے، کہ ہم مسلمانوں کو دینِ اسلام اور قرآن سے دُور کردیں (یعنی انہیں سیکولر اور لبرل بنا دیں)؛ تاکہ اس اُمت کا اللہ سے رشتہ ختم ہوجائے، اس طرح وہ ذرائع اور وسائل بھی ختم ہو جائیں گے جن پر قومیں اپنی زندگی میں بھروسہ کیا کرتی ہیں"[1]۔

---

(۱) "طلبۂ مدارس" ڈیلی ہنٹ، بصیرت آن لائن ای پیپر ۲۳ جون ۲۰۱۹ء۔

ایک اَور مشہور یہودی مبلّغ گلاڈ سٹون (Glad Stone) نے "برطانوی پارلیمنٹ" میں قرآنِ مجید ہاتھوں میں لے کر، اسے لہراتے ہوئے کہا تھا کہ "جب تک یہ کتاب (کلام پاک) اس رُوئے زمین پر باقی ہے، ہم مسلمانوں کو سرنگوں نہیں کر سکتے"[۱]۔

اسی طرح ڈاکٹر واٹسن (Dr. Watson) نے دینی مدارس کے خلاف بات کرتے ہوئے کہا کہ "ہماری نگاہیں دینی مدارس میں قرآنی تعلیمات کے نتائج پر ٹکی ہوئی ہیں، لہذا ہمیں سب سے بڑا خطرہ دینی مدارس سے ہے! جہاں علومِ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے"[۲]۔

دینی مدارس میں اصلاحات پر ڈاکٹر اقبال کا مَوقف

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! دینی مدارس اُمّتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم نعمت، اور اسلامی تشخُّص کے بقا کی ضمانت ہیں، لہذا ان کی بقا اور تحفُّظ کے لیے ساری اُمّتِ مسلمہ کو مل کر کوشش کرنی ہوگی! اگر ہم اپنے مدارس کے اسلامی تشخص کو سیکولرازم (Secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کے منحوس وائرس (Virus) سے بچانے میں کامیاب ہوگئے، تو -ان شاء اللہ تعالی- ہمارا مستقبل ضرور روشن وتابناک رہے گا!۔

بعض لوگوں نے اصلاحات کے نام پر، دینی مدارس کے نظام میں کچھ تبدیلی کرنی چاہی، تو شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے انتہائی دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ "ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ مُلّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں! اگر مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے

---

(۱) ایضًا۔
(۲) ایضًا۔

محروم ہوگئے، تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اَندلُس (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ سو۸۰۰ برس کی حکومت کے باوُجود ہوا، آج غرناطہ اور قُرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا، مسلمانوں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دِلّی کے لال قلعے کے سوا، مسلمانوں کے آٹھ سو۸۰۰ سالہ دَورِ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا!"[1]۔

حضراتِ گرامی! آج ہم ایسے پُرفتن دَور سے گزر رہے ہیں، جس میں چاروں جانب سے عالَمِ اسلام پر ذہنی اور ایمانی اِرتداد کی یَلغار ہے! میڈیا کی چکا چَوند اور فحاشی وعُریانیت پر مبنی فلموں ڈراموں کے ذریعے، مسلمانوں کے دلوں میں اعتقادات وعبادات، اَخلاقیات ومُعاملات، اور دینی مقدّسات کی شان وعظمت کو مٹاکر، مغربی تہذیب وتمدّن کی گندی چھاپ چھوڑنے کی کوشش کی جارہی ہے!؛ تاکہ اُمّتِ مسلمہ کے قُلوب واَذہان میں شُکوک وشُبہات کے بیج بوکر، انہیں باآسانی مرتَد ومُلحِد(Atheist) بنایا جاسکے!۔

لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے اور اپنی آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر، دینی مدارس کے قیام میں زیادہ سے زیادہ کردار ادا کریں، اپنی زکات، صدَقات اور فطرہ وغیرہ کے ذریعے انہیں مالی طور پر مضبوط کریں؛ کہ جہاں ان مدارس کے ذریعے دینِ اسلام کا پیغام عام ہورہا ہے، وہیں دینِ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے، علمائے دین کی شکل میں سپاہی بھی تیار ہورہے ہیں۔

---

(۱) دیکھیے: "اوراقِ گم گشتہ" علّامہ اقبال اور حکیم احمد شجاع، صـ۳۷۵۔ و"دینی مدارس کی اہمیت وضرورت" نوائے وقت ای پیپر، ۲۱ دسمبر ۲۰۱۸ء۔

کوروناوائرس کے باعث دینی مدارس کودر پیش مشکلات

میرے محترم بھائیو! کوروناوائرس (Corona Virus) کی وبا کو پھیلے ایک سال سے زائد عرصہ ہو چکا، دنیا بھر کی معیشت تباہ وبرباد ہو کر رہ گئی ہے! ہر شخص کا کاروبار متاثر ہوا ہے، رمضان المبارک میں گزشتہ اور اِس سال بھی لاک ڈاؤن (Lock Down) کے باعث، دینی مدارس کو ملنے والے سالانہ عطیات اور زکات وفطرہ وغیرہ میں نمایاں کمی آئی ہے! لہذا بھرپور کوشش کیجیے کہ اپنے عطیات کا تھوڑا بہت حصہ، دینی مدارس تک پہنچائیں؛ کہ ان کا سارے کا سارانظام توکّل علی اللہ پر منحصر ہے، انہیں حکومت کی طرف سے کوئی فنڈ (Fund) مہیّا نہیں کیا جاتا! یہ صرف اور صرف آپ کے دیے ہوئے عطیات، زکات، فطرہ اور قربانی کی کھالوں کے ذریعے حاصل ہونے والی رُقوم کو، انتہائی ایمانداری اور دیانتداری سے استعمال کرتے ہیں؛ تاکہ دینِ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے، اور ناموسِ رسالت پر پہرہ دینے والے سپاہیوں کی کھیپ تیار ہوتی رہے، اور وہ جیری فال (Jerry Fall)، تھیون وان گوگ (Theon Van Gogh)، لارز ویلیکس (Lars Wilkes)، ٹیری جونز (Terry Jones)، گیرٹ وائلڈرز (Geert wilders) اور فرانسیسی صدر ایمانویل میکرون (Emmanuel Macron) جیسے، دشمنانِ اسلام اور گستاخانِ رسول کو منہ توڑ جواب دیتے رہیں!!۔

قبلۂ اوّل اور مسلم اُمّہ

عزیزانِ محترم! ماضی کی طرح ایک بار پھر گزشتہ چند روز سے، اسرائیل (Israel) نے نہتے فلسطینیوں پر ظلم کی انتہا کر دی ہے! فضائی حملوں کے دَوران

متعدّد فلسطینی شہید اور زخمی ہوئے، دوسری طرف قبلۂ اوّل کی حفاظت کی خاطر فلسطینی مظلوم ڈٹے ہوئے ہیں، ہزاروں اسرائیلی فوجیوں نے پیر کی صبح قبلۂ اوّل پر دھاوا بول دیا، بے بس فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے، نہتے نمازیوں، چھوٹے بچوں اور خواتین پر ربڑ کی کوٹنگ والی گولیاں برسائیں، شیلنگ (Shelling) کی، بم (Bomb) بھی پھینکے، مسجد کے قالین کو بھی آگ لگائی گئی۔ شہری آبادی کو اپنی جارحیت وبربریت کا نشانہ بنایا، حملوں میں تین سو ۳۰۰ سے زائد فلسطینی زخمی ہوئے، جبکہ کئی زخمیوں کی حالت تشویشناک ہے!۔

اس کے باوُجود آج بھی مظلوم فلسطینی جراءت کی دیوار بنے ہوئے ہیں، اور اسرائیلی مظالم (Israeli Atrocities) کے آگے گھٹنے ٹیکنے سے انکار کر دیا ہے، بلکہ آخری دم تک قبلۂ اوّل کی حفاظت کا اعلان بھی کیا۔ بے رحم اسرائیلیوں نے خواتین کو بھی نہ بخشا، بے دردی سے گرفتار کیا، جبکہ ہتھکڑیاں لگی ہماری ایک بہادر فلسطینی بہن مسکراتی رہی۔

دوسری طرف مسجدِ اقصیٰ کے اِحاطے میں آگ بھڑک اٹھی، آگ انتہاپسند اسرائیلیوں نے لگائی، جبکہ مسجدِ اقصیٰ کے اِحاطے میں لگی آگ شہر کے مختلف علاقوں سے دکھائی دے رہی تھی!۔

اس سانحہ نے ساری مسلم امّہ کو گہرے دکھ، درد اور کرب میں مبتلا کر دیا ہے! اب ساری دنیا کے حکمرانوں، بالخصوص اسلامی ممالک کے سرکردہ رَہنماؤں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے! کہ ان کی طرف سے صرف بیان بازی اور زبانی مذمت کے علاوہ، عملی طور پر کیا لائحۂ عمل یا جوابی کارروائی سامنے آتی ہے! جس سے یہ بات واضح ہو کہ ہم یک جان ہیں، اور فلسطینیوں پر ہونے والے اس وَحشیانہ ظلم وبربریت کے دکھ کو ہم بھی محسوس کرتے ہیں!۔

ان سب پر لازم و فرض ہے کہ عالمی دنیا، بالخصوص اقوامِ متحدہ (UN) اور او آئی سی (O.I.C) کو بھرپور انداز میں یہ باوَر کرائیں، اور اس جارحیت کو فی الفور رُکوانے پر مجبور کریں، اور آئندہ کے لیے اسرائیل کو اس طرح کی کاروائیوں سے باز رکھنے کے لیے، سخت ترین انداز سے عملی اِقدام کریں، نیز مظلوم فلسطینیوں کے غموں کا مداوا بھی کریں!۔

دعا

اے اللہ! رمضان المبارک کے طفیل ہمارے روزے، تراویح، اعتکاف اور دیگر عبادات قبول فرما، ہمیں ریاکاری کی تباہ کاریوں سے بچا، ہمیں اپنے دینی مدارس کی اہمیت سمجھنے کی توفیق عطا فرما، اپنے صدَقات، زکات اور فطرہ کے ذریعے ان کے ساتھ مالی واَخلاقی تعاوُن کا جذبہ عطا فرما، اپنے علماء ومشایخ اور ان مدارس میں پڑھنے والے طلباء کا ادب، احترام اور قدر کرنے، اور ان کے مقام ومرتبہ کو سمجھنے والی سوچ عطا فرما، یہود ونصاریٰ اور دجّالی میڈیا کی باتوں میں آکر، اپنے علماء اور مدارس کے خلاف تنقید سے بچا، آمین یارب العالمین!۔

مسجدِ اقصی، بیت المقدِس اور موجودہ صورتحال

(جمعۃ المبارک ۹ شوّال المکرّم ۱۴۴۲ھ - ۲۱/۰۵/۲۰۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

فلسطین... سرزمینِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

برادرانِ اسلام! ارضِ فلسطین وہ مقدّس خطہ ہے، جسے بے شمار انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور قدمبوسی کا شرف حاصل ہے، یہ وہ پاک سرزمین ہے جہاں متعدّد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغِ دین کے سلسلہ میں تشریف لائے، اور اسے اپنا مَسکن ومدفن بنایا، یہاں وہ مقدّس مقامات ہیں جو یہود، نصاری اور مسلمانوں کے لیے ادب، احترام اور عقیدت کا مرکز ہیں، یہی وہ خطہ ہے جہاں حضرت سیّدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "بیت اللحم" میں ولادتِ باسعادت ہوئی، "دیوارِ گریہ" اور "ہیکلِ سلیمانی" کے یہودی تصوُر کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے، مسلمانوں کا قبلۂ اوّل "بیت المقدس" بھی یہیں واقع ہے۔

مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے سفرِ معراج میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی، جس مسجد میں امامت فرمائی، وہ معروف "مسجدِ اقصی" بھی

اسی سرزمین پر واقع ہے، یہ وہ مقدّس ارضِ پاک ہے جہاں ہزاروں فرشتے نازل ہوئے، نُزولِ وحی اور خیر وبرکت کا عظیم سلسلہ بھی یہیں رہا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾[1] "اُسے پاکی ہے جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) لے گیا، جس کے اِرد گِرد ہم نے برکت رکھی ہے"۔ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسجدِ اقصی کے ساتھ ساتھ اس کے اِرد گِرد کی سرزمین، یعنی فلسطین (Palestine)، شام (Syria)، اُردُن (Jordan)، لبنان (Lebanon) اور مصر (Egypt) وغیرہ کا علاقہ بھی بابرکت ہے۔

فلسطین اور بلادِ شام کی سرزمین میں خیر وبرکت کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ﴾[2] "سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخّر کر دی، کہ اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی، اور ہمیں ہر چیز معلوم ہے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! نبئ کریم ﷺ کے مبارک دَور میں، فلسطین بلادِ شام کا حصہ تھا، اس سرزمین کی خیر وبرکت پر دلالت کرتی ایک اَور آیتِ مبارکہ میں، اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ نَجَّیْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ﴾[3] "ہم نے اُسے (حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام) اور لُوط کو نَجات بخشی، اُس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی!"۔

---

(۱) پ ۱۵، بني إسرائيل: ۱.
(۲) پ ۱۷، الأنبياء: ۸۱.
(۳) پ ۱۷، الأنبياء: ۷۱.

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اس زمین سے سرزمینِ شام مراد ہے۔ یہاں کثرت سے انبیاء ہوئے، اور تمام جہان میں ان کی دینی برکات پہنچیں، اور سرسبز وشادابی کے اعتبار سے بھی یہ خطہ دوسرے خطوں پر فائق ہے، یہاں کثرت سے نہریں ہیں، پانی پاکیزہ اور خوشگوار ہے، درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے۔ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقامِ فلسطین میں نُزول فرمایا، اور حضرت سیّدنا لُوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مؤتفکہ [1] میں "[2]۔

فلسطین کا محلِّ وُقوع

میرے محترم بھائیو! فلسطین دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ہے، اس ملک کو بارہا عُروج وزَوال کا سامنا کرنا پڑا، آخری بار خلافتِ عثمانیہ کے زَوال کے بعد انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کر لیا، ۱۹۴۸ء میں اس کے بیشتر حصے پر اسرائیل نامی ایک ناجائز یہودی ریاست قائم کر دی گئی، ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے فلسطین کے دارالحکومت "بیت المقدس" پر بھی قبضہ کر لیا، اسرائیلی لوگ بیت المقدِس کو "یروشلم" (Jerusalem) کہتے ہیں، یہ شہر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود اور نصاریٰ کے نزدیک بھی مقدّس ہے۔

عزیزانِ محترم! فلسطین اپنے محلِ وُقوع کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ملک ہے، یہ سرزمین دنیا کے شمالی حصہ میں جنوب مغربی ایشیا میں واقع ہے، اس کے مشرق میں بحرِ رُوم، شمال میں لُبنان، شمال مشرق میں ملکِ شام (Syria)، مشرق میں اُردُن

---

(۱) یہ جگہ فلسطین اور اُردُن کے درمیان اس مقام پر واقع ہے، جہاں آج کل بحیرۂ مُردار (Dead Sea) مَوجود ہے، پہلے پہل یہ علاقہ بڑا سرسبز وشاداب تھا، البتہ اب غرق ہو کر بحیرۂ مُردار کا حصّہ بن چکا ہے۔

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۷، الانبیاء، زیرِ آیت: ۷۱، ص۶۱۱۔

(Jordan)، اور جنوب میں مصر واقع ہے۔اس کا شمار مشرقِ وُسطی کے ممالک میں ہوتا ہے، فلسطین جنوب کی جانب سے بحرِ احمر اور مصر کے صحرائے سینا کی حدود میں واقع ہے، اس کے پہاڑی سلسلوں میں نابُلس، کرمل، خلیل اور القُدس کے علاقے مشہور ہیں، قُدس کے پہاڑوں میں سب سے اونچا پہاڑ "جبلِ طور" ہے، اسی میں بیت المقدس کا علاقہ واقع ہے، "مسجدِ اقصیٰ" اور "قُبۃ الصخرہ" (Dome of the Rock) بھی اسی شہر کی زینت اور رَونق ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کی اہمیت

عزیزانِ مَن! مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے، یہ کعبۃ اللہ شریف کے بعد تعمیر کی جانے والی دوسری مسجد ہے، حضرت سیّدنا ابوذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، کہ رُوئے زمین پر سب سے پہلے کونسی مسجد تعمیر کی گئی؟ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «المَسْجِدُ الْحَرَامُ» "مسجدِ حرام" (یعنی خانۂ کعبہ شریف)، میں نے پھر عرض کی کہ اس کے بعد کونسی مسجد تعمیر کی گئی؟ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى» "مسجدِ اقصیٰ" میں نے عرض کی: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کُل کتنا وقفہ ہے؟ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «أَرْبَعُونَ عَاماً»[1] "چالیس ۴۰ سال"۔

حضراتِ ذی وقار! مسجدِ اقصیٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ رب العالمین نے اس کا شمار ان تین ۳ مساجد میں فرمایا، جن کی طرف عبادت وزیارت کی غرض سے سفر کرنا مشروع قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «لَا تُشَدُّ

(۱) "صحيح مسلم" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، ر: ١١٦٢، صـ٢١٢.

الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاثَةِ مَسَاجِدَ: (١) الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، (٢) وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ، (٣) وَمَسْجِدِ الأَقْصَى»[1] "(زیادہ ثواب کے حصول کی نیّت سے) تین ۳ مساجد کے سوا کسی مسجد کا قصد کرکے سفر مت کرو: (ا) میری یہ مسجد (یعنی مسجدِ نبوی)، (۲) مسجدِ حرام، (۳) اور مسجدِ اقصیٰ"۔

مسجدِ اقصیٰ میں نماز کی فضیلت

میرے محترم بھائیو! مسجدِ اقصیٰ کی شان وعظمت کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ حدیثِ پاک میں یہاں نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «سَأَلَ اللهَ ﷻ حِينَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، أَنْ لَا يَأْتِيَهُ أَحَدٌ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ، أَنْ يُخْرِجَهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»[2] "(جب حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) مسجدِ اقصی کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے اللہ تعالی سے یہ دعا کی، کہ جب بھی کوئی شخص اس مسجد میں نماز کی غرض سے آئے، تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوکر نکلے، جیسے پیدا ہوتے وقت تھا!"۔

مسجدِ اقصیٰ سے اِحرام باندھنے والے کا ثواب

عزیزانِ محترم! مسجدِ اقصیٰ سے حج یا عمرہ کے لیے اِحرام باندھنا، اگلے پچھلے تمام گناہوں کی مُعافی کا باعث ہے، حضرت سیّدہ اُمِ سلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ

(١) "صحيح البخاري" باب فضل الصلاة في ...إلخ، ر: ١١٨٩، صـ١٩٠.

(٢) "سنن النَّسائي" كتاب المساجد، ر: ٦٨٩، الجزء٢، صـ٣٧.

الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ» "جو شخص حج یا عمرہ کی نیّت سے مسجدِ اقصیٰ سے مسجدِ حرام تک، اِحرام باندھ کر تلبیہ پڑھتا ہے، اس کے اگلے پچھلے گناہ مُعاف کر دیے جاتے ہیں" یا فرمایا: «وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»(۱) "اس کے لیے جنّت واجب ہو جاتی ہے"۔

حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا ہی سے ایک اَور روایت میں ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، كَانَتْ لَهُ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ»(۲) "جس نے عمرہ کے لیے بیت المقدِس سے اِحرام باندھ کر تلبیہ پڑھی، یہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفّارہ ہو جائے گا"۔

مسجدِ اقصیٰ اور گنبدِ صخرہ میں فرق

حضراتِ گرامی قدر! یہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) کا دَور ہے، اس کی ڈوریں یہود کے ہاتھ میں ہیں، وہ ایک عرصہ سے کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے دل ودماغ سے، "مسجدِ اقصیٰ" کی شبیہ مٹا دی جائے، انہیں یہ پتہ ہی نہ چلے کہ مسجدِ اقصیٰ کسے کہتے ہیں؟ اس کی شان وعظمت کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب ہم گوگل (Google) پر مسجدِ اقصیٰ لکھ کر سرچ (Search) کرتے ہیں، تو ہمارے سامنے سنہری رنگ کے گنبد کی تصویر آتی ہے۔ یاد رکھیے! یہ مسجدِ اقصیٰ نہیں بلکہ یہ "قُبّۃ الصخرہ" (Dome of the Rock) کی تصویر ہے، اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے ہمارے نبئ کریم ﷺ معراج کے لیے تشریف لے گئے

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب المناسك، باب في المواقيت، ر: ۱۷۴۱، صـ۲۵۶.

(۲) "سنن ابن ماجه" كتاب المناسك، ر: ۳۰۰۲، صـ۵۱۲.

تھے، جبکہ مسجدِ اقصیٰ کا گنبد سیاہی مائل سُرمئی ہے، اور وہ حرم قُدسی کے جنوبی حصے میں واقع ہے، اس کی عمارت عام مساجد کی طرح ہے، اس کا اِحاطہ اس قدر وسیع ہے کہ اس میں ہزاروں نمازیوں کے لیے گنجائش موجود ہے۔ لہذا اپنی نسلوں کو مسجدِ اقصیٰ سے متعلق صحیح آگاہی ضرور دیں، اور اس کی اہمیت وفضیلت سے انہیں ضرور رُوشناس کروائیے!۔

مسجدِ اقصیٰ میں آتشزدگی کا واقعہ

حضراتِ ذی وقار! مسجدِ اقصیٰ کے خلاف سازشوں میں، یہود ایک طویل عرصے سے مصروف عمل ہیں، جہاں ایک طرف مسجد کے نیچے سرنگیں کھود کر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جارہا ہے، وہیں اس میں بلاوجہ اور غیر ضروری توڑ پھوڑ کا سلسلہ بھی جاری ہے، ایسی ہی ایک سازش ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو اُس وقت رَچائی گئی، جب ایک آسٹریلوی یہودی ڈینس مائیکل روحان (Dennis Michael Rohan) نے مذہبی تعصُب کا مُظاہرہ کرتے ہوئے قبلۂ اوّل کو آگ لگادی، مسجدِ اقصیٰ تین ۳ گھنٹے تک آگ کی لپیٹ میں رہی، جس کے نتیجے میں جنوب مشرقی جانب عین قبلہ کی طرف کا بڑا حصہ شہید ہوگیا، سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تیار کروایا ہوا تاریخی منبر بھی اسی میں نذرِ آتش ہوگیا۔

یہ منبر سلطان صلاح الدّین ایوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیت المقدِس فتح کرنے کے بعد وہاں نصب کیا تھا، سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبلۂ اوّل کی آزادی کے لیے تقریبًا ۱۶ جنگیں لڑیں، وہ ہر جنگ کے دَوران اس منبر کو اپنے ساتھ رکھا کرتے؛ تاکہ فتح حاصل ہونے کے بعد اسے مسجدِ اقصیٰ میں نصب کیا جاسکے۔ آتش زدگی کے اس اَلمناک واقعہ کے بعد خوابِ غفلت میں ڈُوبی اُمتِ مسلمہ کی آنکھ ایک لمحے کے لیے بیدار ہوئی، اور اسلامی ممالک نے باہم متّحد ہو کر او آئی سی (Organisation of Islamic Cooperation) نامی

تنظیم قائم کردی، تاہم ۱۹۷۳ء میں اپنے دوسرے ہی اِجلاس کے بعد سے ۵۶ اسلامی ممالک کی یہ تنظیم غیر فعّال ہے[1]۔ نیز آج کی تاریخ تک، اپنی کانفرنسز (Conferences) میں بے جان قسم کے اِعلامیے جاری کرنے کے سوا، عملی طور پر یہ تنظیم کچھ نہیں کرپارہی!۔

دنیا بھر میں یہود کی ذلّت ورُسوائی

عزیزانِ گرامی قدر! اہلِ فلسطین ہمیشہ اپنے وطن میں رہے، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ کسی اَور دین میں داخل نہیں ہوئے، مسلمانوں نے اس خطے پر تیرہ سو ۱۳۰۰ سال تک حکومت کی، جبکہ یہودی ۱۳۵ء سے لے کر بیسویں ۲۰ صدی کے اوائل تک، دنیا بھر میں ذلیل وخوار پھرتے رہے، اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو پتہ چلتا ہے، کہ یہودی قوم ہمیشہ اپنی سازشوں اور شرارتوں کے باعث، نفرت وحقارت کا نشانہ بنتی رہی! ان کی سازشوں سے تنگ آکر ہر ملک نے کبھی نہ کبھی انہیں ضرور نکال باہر کیا ہے! یہ لوگ ۶۲۷ء میں سرزمینِ حجاز، اور ۸۹۰ء میں ملکِ شام سے نکالے گئے، اس کے بعد انہوں نے پُرتگال (Portugal) کو جائے پناہ بنایا، لیکن وہاں سے نکالے جانے کے بعد ۹۲۰ء میں انہوں نے اسپین (Spain) میں پناہ لی، ۱۱۱۰ء میں اسپین نے انہیں نکال باہر کیا، ۱۲۹۰ء میں انگلینڈ (England) سے نکالے جانے پر فرانس پہنچے، لیکن صرف ۱۶ سال بعد فرانس (France) نے بھی ان کی شرانگیزیوں سے تنگ آکر، ۱۳۰۶ء میں انہیں اپنے ملک سے نکال باہر کیا، وہاں سے بیلجیم (Belgium) پہنچے، جبکہ ۱۳۷۰ء میں چیکوسلواکیہ (Czechoslovakia) کا رُخ کیا، دس سال بعد وہاں سے بھی بھگائے گئے، وہاں سے نکلنے کے بعد دوبارہ فرانس میں پناہ لی، ۱۳۹۴ء میں فرانس نے انہیں دوبارہ ملک بدر کیا، پھر

---

(۱) "مسجدِ اقصیٰ" آزاد دائرۃ المعارف وِکی پیڈیا۔

انہوں نے ہالینڈ (Netherlands) کو اپنا مسکن بنایا، ۱۴۴۲ء میں انہوں نے رُوس (Russia) کا رُخ کیا، ۱۵۱۰ء میں رُوس نے انہیں اٹلی (Italy) کی طرف دھکیل دیا، ۱۵۴۰ء میں یہ لوگ جرمنی (Germany) چلے گئے، وہاں سے ذِلّت ورُسوائی کا سامنا کرنے کے بعد انہوں نے ترکی (Turkey) کا رُخ کیا، اور بحیثیت ذِمّی یہاں آبسے، بدلتی دنیا میں انہوں نے تعلیم وتجارت، سائنس وصنعت کے ذریعے، دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے قدم جمانا شروع کیے، لیکن اپنی سازشوں کے باعث ہمیشہ زیرِ عتاب رہے!۔

اُنیسویں ۱۹ صدی کے آخر میں مغربی روس (Western Russia) کے لوگ ان پر قہر بن کر ٹوٹے، انہوں نے ان کے مکانات مسمار کر دیے، سرِبازار ان کی خواتین کی بے حرمتی کی گئی، ستّر ۷۰ ہزار یہود بمشکل جان بچا کر روس سے نکلنے میں کامیاب ہوئے، اٹھارویں ۱۸ صدی عیسوی میں کلیسائے انگلستان (Church of England) نے ان کی تذلیل کے لیے، انہیں ایک خاص قسم کا لباس پہننے کا پابند کیا، اور لوگوں کو یہ نصیحت کی کہ وہ ان کی ریشہ دوانیوں سے ہوشیار رہیں! اس کے باوُجود یہود اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے، تواُن کی آبادیاں الگ کر کے ان کے گرد لوہے کی جالیاں لگا دی گئیں، بالآخر ایڈورڈ اوّل (Edward I.) بھی یہودی زعماء کو نکالنے پر مجبور ہو گیا!۔

الغرض یہ لوگ دنیا میں ہر جگہ معتوب رہے، لیکن خلافتِ عثمانیہ نے ان کی شرانگیزیوں کے باوُجود اپنے دَورِ حکومت میں انہیں مسلسل پناہ دیے رکھی، یہود اسلامی ممالک کو جائے پناہ سمجھ کر، یہاں امن وسکون سے زندگی بسر کرتے رہے، لیکن انہوں نے مسلمانوں کے ان احسانات کے بدلے میں، ہمیشہ احسان فراموشی کی بدترین مثالیں قائم کیں![1]۔

---

(۱) دیکھیے: "تاریخ بیت المقدِس" ص۲۳۹، ۲۴۰۔ و"فلسطین کی بابت چالیس حقائق" اِیقاظ ای پیپر۔

گریٹر اسرائیل (Greater Israel) کاقیام

حضراتِ محترم! "گریٹر اسرائیل" (Greater Israel) کے صہیونی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے، یہود گزشتہ ایک صدی سے فلسطین میں، یہودی آباد کاری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا کے کونے کونے سے یہود کو لاکر فلسطین میں آباد کیا، ۱۱۷۰ء میں بیت المقدِس میں صرف ایک یہودی تھا، ۱۷۵۰ء میں ان کی تعداد بڑھ کر ایک سوپچاس ہوگئی، ۱۹۱۸ء میں فلسطین میں صرف پچپن ۵۵ ہزار یہودی تھے، ۱۹۲۲ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۸۲ ہزار ہوگئی، ۱۹۲۵ء میں مزید ۶۱ ہزار یہودی دنیا کے مختلف ممالک سے لاکر یہاں بسائے گئے، ۱۹۳۶ء تک بیرونِ ملک سے آنے والے یہودیوں کی یہ تعداد بڑھتے بڑھتے ساڑھے چار لاکھ سے تجاوُز کرگئی، جبکہ ۱۹۴۸ء میں نقل مکانی کرکے فلسطین آنے والے یہود نے، یہودی آبادی کو چھ۶ لاکھ چھیالیس ۴۶ ہزار تک پہنچا دیا[1]۔

یہود کی اس نقل مکانی اور آبادی کاری میں اقوامِ متحدہ(United Nations)، امریکہ(United States) اور یورپی ممالک(European Countries) نے ان کا پوراپورا ساتھ دیا، یہودی بستیاں آباد کرنے میں انہیں مالی مدد فراہم کی، بھاری رُقوم کا لالچ دے کر فلسطینیوں سے ان کی زمینیں خریدیں، اور آج یہ عالَم ہے کہ فلسطینی مسلمان اپنے ہی وطن میں بے بسی سے اَقلیت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں!۔

(۱) دیکھیے: "تاریخ بیت المقدِس" ص۲۴۹۔ و"مسجد اقصیٰ ہمارے دلوں میں" ص۸۸۔ و"فلسطین کی بابت چالیس حقائق" اِیقاظ ای پیپر۔

فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی مظالم

دوسری طرف اسرائیل کی حُدودِ اَربعہ دن بدن ہر سمت پھیلتی چلی جارہی ہیں، فلسطینی مسلمانوں کو ان کے اپنے علاقوں سے زبردستی بے دخل کیا جارہا ہے، کوئی صدائے احتجاج بلند کرے تو اُسے مَوت کی وادی میں دھکیل دیا جاتا ہے، عورتوں کی عزّت وناموس کا دامن تار تار کیا جارہا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتل عام کیا جارہا ہے، اسکولز، کالجز (Colleges) اور ہسپتالوں پر بم برسائے جارہے ہیں، انسانی حقوق کی سرِعام پامالی کی جارہی ہے!!۔

آزادیٔ اِظہارِ رائے کے عالَمی قوانین کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، فلسطینی مسلمانوں پر ہونے والے اسرائیلی مظالم کا پردہ چاک کرنے والے، ٹی وی چینلز (TV Channels) کے دفاتر تباہ کیے جارہے ہیں، فیلڈ رپورٹنگ (Field Reporting) کرنے والے صحافیوں کے کام میں رکاوٹیں ڈالی جارہی ہیں، زخمیوں کا علاج مُعالجہ کرنے والے ڈاکٹرز (Doctors) اور فرنٹ لائن اسٹاف (Frontline Staff) کو پریشان کیا جارہا ہے، جنگ زدہ علاقوں میں کھانے پینے کی اشیاء فراہم کرنے والوں کے ساتھ، مار پیٹ اور پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری ہے، پانی بجلی کے کنکشن منقطع کر کے نفسیاتی طور پر ٹارچر (Torture) کیا جارہا ہے، شہیدوں کی تدفین کرنے والوں پر بم برسائے جارہے ہیں، نیز دینی مقدّسات اور عبادتگاہوں پر حملے کیے جارہے ہیں!!۔

ابھی چند روز قبل رمضان المبارک میں مسجدِ اقصیٰ پر اسرائیلی فوجیوں کا حملہ، اور مسجد کی بے حرمتی کسی سے پوشیدہ نہیں! دنیا بھر کے ٹی وی چینلز (TV Channels) اور سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے، یہ دردناک

دلخراش مناظر ساری دنیا نے دیکھے، جن کا ضمیر زندہ تھا انہوں نے بلاامتیازِ مذہب اس پر احتجاج بھی کیا، لیکن نام نہاد سپر پاوَر امریکہ بہادُر کی طرف سے، اسرائیلی اِقدام کی تائید نے انہیں جُمہوریت کے حمّام میں ننگا کر کے بیچ چوراہے پہ لاکھڑا کیا!!۔

کیا ہمارے ضمیر مرچکے ہیں؟

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یہود و نصاریٰ کبھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے، یہ ہر مشکل گھڑی میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمان ایک دوسرے کی تکلیف محسوس نہیں کرتے؟ ایک دوسرے کے حق میں آواز بلند نہیں کرتے؟ آخر ہماری صفوں میں اتحاد و یکجہتی کی کمی کیوں ہے؟ فلسطین و کشمیر، یمن و شام اور لیبیا و عراق میں بسنے والے مسلمانوں کی چیخ و پکار ہمیں کیوں نہیں جھنجھوڑتی؟ دنیا بھر میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے! ہماری مائیں بہنیں اور چھوٹی چھوٹی بچیاں ہمیں مدد کے لیے پکار رہی ہیں! آخر کب ہم محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی بن کر، ان کی آواز پر لبیک کہیں گے؟!

میرے محترم بھائیو! آئے روز مسجد اقصیٰ کی توہین و بے حرمتی، اور ہماری فلسطینی اور کشمیری ماؤں بہنوں، بچوں بوڑھوں اور نوجوانوں کا، بے دردی سے قتلِ عام ہو رہا ہے، یہ مسئلہ صرف فلسطینیوں اور کشمیریوں کا نہیں، بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کا اجتماعی مسئلہ ہے! صرف مذمّتی بیان دے کر چشم پوشی کرنے سے کام نہیں چلے گا! بلکہ ہمارے حکمرانوں کو عملی اِقدامات کرنا ہوں گے! اجتماعی مفاد کے پیشِ نظر ایک میز پر بیٹھ کر کوئی متفقہ لائحہ عمل ترتیب دینا ہوگا! اُمتِ مسلمہ کی کماحقُہ رَہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہوگا!، ورنہ یاد رکھیے! کشمیر و فلسطین میں بھڑکنے والی آگ، ایک دن ہمارے گھروں کو بھی اپنی لپیٹ میں ضرور لے کر رہے گی!!۔

اسلام کے نظریۂ جہاد سے منہ پھیرنے کا نقصان

عزیزانِ مَن! امن کی باتیں بہت ہوگئیں، اب ہمیں جہاد کی تعلیمات کو عام کرنا ہوگا، اس کی اہمیت و فضیلت سے، آنے والی نسلوں کو آگاہ کرنا ہوگا، انہیں بتانا ہوگا کہ دینِ اسلام امن کا دَرس اُس وقت دیتا ہے، جب سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبے کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دے رہے ہوں! بصورتِ دیگر یہی دینِ اسلام، بدر و حنین کی صورت میں، جہاد فی سبیل اللہ کی بھی تعلیم دیتا ہے! اگر دینِ اسلام صرف امن امن، شانتی شانتی کی رَٹ لگانے سے پھیلتا، تو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستره ۱۷ اغزوات میں بنفسِ نفیس شرکت نہ فرماتے!۔

میرے محترم بھائیو! حقیقت یہ ہے کہ جب سے ہم نے جہاد سے منہ موڑا ہے، کفّار و مشرکین کے دلوں سے ہمارا رُعب ودَبدَبہ ختم ہوگیا ہے، یقین جانیے! آپ آج جہاد کا اعلان کر کے دیکھیں، دنیا بھر کے کفّار و مشرکین پر لرزہ و ہیبت طاری ہو جائے گی، کشمیر و فلسطین آزاد ہوں گے، ان علاقوں میں امن قائم ہو جائے گا، اقوامِ متّحدہ (United Nations) اور یورپی یونین (European Union) میں بیٹھے عالَمی دہشتگرد، آپ پر دھونس جمانا بند کر دیں گے!!۔

دعا

اے اللہ! ہمارے فلسطینی بھائیوں کی مدد فرما، انہیں یہود ونصاریٰ اور استعماری قوّتوں سے نَجات عطا فرما، ہمارے دلوں میں جذبۂ جہاد کا دریا مَوجزن فرما، ہمیں جہاد کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما! آمین یارب العالمین!۔

کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنّت کافی نہیں ؟!

(جمعۃ المبارک ۱۶ شوّال المکرّم ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۱/۰۵/۲۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

سنّت کا لُغوی واِصطلاحی معنیٰ

برادرانِ اسلام! سنّت کا لُغوی معنیٰ ہے طریقہ، جبکہ اصطلاحِ شریعت میں اس سے مراد وہ دینی طریقہ ہے، جس پر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ہمیشگی اختیار فرمائی ہو (یعنی اس طریقہ پر اکثر عمل فرمایا ہو) لیکن کبھی کبھار ترک بھی فرمادیا ہو۔ اگر وہ ہمیشگی اختیار فرمانا عبادت کی غرض سے ہو، تو اسے "سنّتِ ہُدیٰ" (سنّتِ مؤکّدہ) کہتے ہیں، اور اگر اس طریقہ پر ہمیشہ عمل فرمانا بطورِ عادت ہو، تو اسے "سنّتِ زائدہ" (سنّتِ غیر مؤکّدہ) کہتے ہیں[1]۔

سنّتِ ہُدیٰ اور سنّتِ زائدہ کا حکمِ شرعی

عزیزانِ محترم! "سنّتِ ہُدیٰ" سے مراد سنّتِ مؤکّدہ، اور "سنّتِ زائدہ" سے

---

(١) انظر: "مجمع الأنهر" كتاب الطهارة، ١/ ١٢. و"التعريفات" للجُرجاني، باب السين، ر: ٨٠٥، صـ١٠٣.

مراد "سنّتِ غیر مؤکَّدہ" ہے۔ سنّتِ ہُدی پر عمل قریب بہ واجب ہے، اس کا ترک اِساءَت (یعنی بُرا) ہے، اور چھوڑنے کی عادت بنانا گناہ ہے، اور اس عادت پر مسلسل قائم رہنا گناہِ کبیرہ ہے (۱)۔

جبکہ سنّتِ زائدہ (یعنی سنّتِ غیر مؤکَّدہ) پر عمل کرنا محمود اور اچھا ہے، اس کے ترک میں کراہت واِساءَت (برائی) نہیں، جیسا کہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور لباس میں حضور نبیٔ کریم ﷺ کے طریقے یاعادتِ مبارکہ کو اپنانا۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ "ردّالمحتار" کے حوالے سے سنّت کی دونوں قسمیں (سنّتِ ہُدیٰ اور سنّتِ زائدہ) کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہیں کہ "سنّتِ ہُدیٰ" (سنّتِ مؤکَّدہ، واجب کے قریب ہے، اسے چھوڑنے والا گمراہ ہے، لہذا)، اس کے ترک سے اِساءَت وکراہت لازم آتی ہے، مثلاً جماعت، اذان اور تکبیر وغیرہ، (جبکہ) سنّتِ زائدہ کے ترک سے اِساءَت وکراہت لازم نہیں آتی، مثلاً سرورِ کونین ﷺ کا لباس پہننا۔ نفْل ومندوب (مستحب) کا مُعاملہ بھی یہی ہے، اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا، مگر تارِک گنہگار نہیں" (۲)۔

قرآن وحدیث میں جہاں جہاں سنّت پر عمل کی تاکید وترغیب بیان کی گئی ہے، وہاں بھی مراد سُننِ ہُدیٰ ہیں، نہ کہ کھانے پینے، لباس پہننے اور عمامہ شریف باندھنے کی سننِ زوائد!۔

سنّتِ رسول کی اہمیت

عزیزانِ گرامی قدر! سنّتِ رسول کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے

---

(۱) انظر: "الطحطاوي على المراقي" كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، صـ٦٤. و"رد المحتار" كتاب الطهارة، سنن الوضوء، ١/ ١٠٤. و"فتاوى رضويه" كتاب الصلاة، باب مكروهات الصلاة، ٥/٦٥٦۔

(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الصلاۃ، باب مکروہات الصلاۃ، ۵/۶۵۶۔

خوب لگائیے، کہ اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں متعدّد مقامات پر، سنّتِ رسول کی مُحافظت، اور اس پر عمل کی بڑی تاکید فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾(۱) "جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو!"۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۲) "بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾(۳) "اے حبیب آپ فرمادیجیے کہ لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ (یعنی میری اتّباع کرو) اللہ تعالی تم سے محبت رکھے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

حضور نبئ کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی سنّتوں کی اِتّباع ہر مسلمان پر لازم ہے، حضرت سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ»(٤) "تم پر میری سنّت، اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنّت لازم ہے!"۔

---

(١) پ ٢٨، الحشر: ٧.

(٢) پ ٢١، الأحزاب: ٢١.

(٣) پ ٣، آل عمران: ٣١.

(٤) "سنن أبي داود" كتاب السنّة، باب في لُزوم السنّة، ر: ٤٦٠٧، صـ٦٥١.

سنّت پر عمل کی فضیلت

عزیزانِ مَن! حدیثِ پاک میں سنّت پر عمل کرنے والے کے لیے جنّت کی بِشارت آئی ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَمَسَّكَ بِالسُّنَّةِ دَخَلَ الجَنَّةَ»[1] "جس نے میری سنّت کو مضبوطی سے تھام لیا، وہ جنّت میں داخل ہو گیا"۔

فتنہ وفساد اور فِسق وفجور کے غلبہ کے وقت، حضورِ اکرم ﷺ کی ایک سنّت پر عمل کرنے والے کے لیے، سو۱۰۰ شہیدوں کا ثواب ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي، فَلَهُ أَجْرُ مِئَةِ شَهِيدٍ»[2] "جس نے میری امّت میں فساد کے وقت، میری سنّت کو تھامے رکھا، اسے سو۱۰۰ شہیدوں کا ثواب ملے گا!"۔

حضرت ملّا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "جس نے فسادِ امّت کے وقت، یعنی بدعت، جہالت اور فِسق وفُجور (گناہوں) کے غلبہ کے وقت، سنّت پر عمل کیا، اسے سو۱۰۰ شہیدوں کا ثواب ہوگا!"[3]۔

سو شہیدوں کا ثواب سننِ ہُدیٰ کے لیے ہے

عزیزانِ گرامی قدر! ایک سنّت پر سو۱۰۰ شہیدوں کا ثواب ملنے کی وجہ، وہ مَصائب ومشکلات ہیں، جو فتنہ وفساد کے وقت سنّت پر عمل کرنے، اور اسے زندہ

---

(۱) "كنز العمّال" حرف الهمزة، الإكمال، الباب الثاني، ر: ۹۳۱، ۱/ ۱۰۵.

(۲) "مشكاة المصابيح" باب الاعتصام بالكتاب والسُنّة، ر: ۱۷۶، ۱/ ۹۷.

(۳) "مرقاة المفاتيح" باب الاعتصام بالكتاب والسُنّة، ر: ۱۷۶، ۱/ ۲۶۲.

کرنے والے کو اُٹھانی پڑتی ہیں، جس وقت لوگ وعظ ونصیحت پر عمل کرنے، اور برائی کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، ایسے وقت میں اپنی جان، مال، عزّت وآبرُو کی پرواہ کیے بغیر، کسی سنّتِ ہُدی (مؤکّدہ) کو زندہ کرنا، گویا ایسا ہے جیسے اِحیائے دِین کے سلسلہ میں کفّار ومشرکین سے جہاد کرنا! یہی وجہ ہے کہ ایسے پُرفتن وپرفساد دَور میں، ایک سنّت پر عمل کرنے والے کو، سو۱۰۰ شہیدوں کے برابر ثواب کی بِشارت دی گئی ہے۔ جہاں تک سُننِ زوائد پر عمل کی بات ہے، ان پر عمل کرنے میں بھی ثواب تو ہے، لیکن سو۱۰۰ شہیدوں والی فضیلت سُننِ زوائد کے لیے نہیں!۔

میرے محترم بھائیو! سُنن ہُدی پر عمل کے لیے حضور نبئ کریم ﷺ کی مُبارک زندگی کے سیاسی، سماجی اور مُعاشَرتی پہلوؤں پر نظر دَوڑائی جائے، اور اس چیز پر غور وفکر کیا جائے، کہ مصطفی جانِ عالَم ﷺ نے مُعاملاتِ زندگی کو کس طرح انجام دیا؟ سماجی ناہمواریوں میں غریبوں کے ساتھ آپ کا مبارک طرزِ عمل کیا تھا؟ بحیثیت حاکم آپ ﷺ نے مُعاہدوں کی کس طرح پاسداری فرمائی؟ لین دَین اور برتاؤ میں آپ ﷺ کتنے کھرے اور وعدے کے پابند تھے؟؛ کیونکہ یہی وہ سنّتیں ہیں کہ فسادِ اُمّت کے وقت، جن پر عمل کا ثواب سو۱۰۰ شہیدوں کے برابر قرار دیا گیا ہے!۔

یاد رکھیے! اگر ہم نبئ کریم ﷺ کی سُنن ہُدی پر عمل پیرا ہو جائیں، تو آج بھی ایک ایسا صالح مُعاشرہ وُجود میں آسکتا ہے، جہاں باہم ادب واحترام، پیار محبت اور ایک دوسرے کے لیے جینے مرنے اور قربانی دینے کا تصوُّر جنم لیتا ہے، اور مُعاشرہ حقیقی معنی میں امن وسکون کا گہوارہ بن سکتا ہے!۔

سنّت کو زندہ کرنے کا اجر وثواب

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! اِلحاد وارتداد کی فکری یلغار کے باعث، آج ہم میں سے بہت سے لوگ صرف برائے نام مسلمان رہ گئے ہیں، حضور نبیٔ کریم ﷺ کی سیرت وکردار سے متعلق، ہماری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں، سرورِ عالَم ﷺ کی سنّتوں میں ہماری عدمِ دلچسپی کے باعث، آج کئی سنّتیں مٹ چکی ہیں، دنیا بھر میں ان سنّتوں پر عمل کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی جارہی ہے! اگر ہم اپنے پیارے اور رؤف ورحیم آقا ﷺ کی سنّتوں پر عمل پیَرا ہوجائیں، اور آج کے اس گئے گزرے اور پُرفتن دَور میں ان پر عمل کرنے، اور انہیں زندہ کرنے کی ٹھان لیں، تو حدیثِ پاک میں اس کا بے حد اجر وثواب بیان کیا گیا ہے۔

حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ مکرّم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَحيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الجَنَّةِ»[1] "جس نے میری سنّت زندہ کی، یقیناً اُس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ ہوگا!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «مَنْ أَحيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً!»[2] "جس نے میری کسی ایک سنّت کو زندہ کیا، جو میرے بعد ترک کردی گئی ہو، اُس پر جتنے لوگ عمل کریں گے، ان سب کے ثواب کے برابر، اس سنّت کو زندہ کرنے والے کو ثواب ہوگا، اور ان سب کے اجر وثواب میں بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوگی!"۔ یہاں بھی مراد سنّتِ مؤکَّدہ ہے۔

---

(١) "المعجم الأوسط" باب الياء، من اسمه يعقوب، ر: ٩٤٣٩، ٦/ ٤٧١.
(٢) "سنن الترمذي" أبواب العلم، ر: ٢٦٧٧، صـ٦٠٧.

سنّت سے بے رغبتی برتنے والے کے لیے وعید

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آج ہماری اکثریت سنّتِ نبوی سے منہ پھیر کر، فرنگی تہذیب کی دلدادہ دکھائی دیتی ہے۔ آج ہم مسلمان ہونے کا دعوی تو کرتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے ہماری شکل وصورت اور وضع قطع، یہود، نصاری اور ہندوؤں سے میل کھاتی دکھائی دیتی ہے!۔

سنّتِ ہُدی (سنّتِ مؤکّدہ) اور سنّتِ زائدہ (سنّتِ غیر مؤکّدہ) کے مابین باہمی فرق معلوم نہ ہونے کے باعث، لوگ سمجھتے ہیں کہ "سب سنّتوں کا حکم ایک سا ہے، اگر عمل کر لیا تو ثواب اور نہ کیا تو گنہگار نہیں ہوں گے"۔ حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں، بلکہ سنّتِ ہُدی حکم کے اعتبار سے واجب کے قریب ہے، یعنی اسے کبھی کبھار ترک کرنا اِساءَت (بُرا) ہے، اور چھوڑنے کی عادت بنانا گناہ ہے، اور اس عادت پر مسلسل قائم رہنا گناہِ کبیرہ ہے[1]، جبکہ سنّتِ زائدہ (سنّتِ غیر مؤکّدہ) کو ترک کرنے میں شرعاً کوئی برائی نہیں، لیکن اگر اس پر عمل کرے تو بہت اچھا ہے، بہتر ہے، ثواب ہے!۔

حدیثِ پاک میں سنّتِ ہُدی سے بے رغبتی برتنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا: «مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»[2] "جس نے میری سنّت سے بے رغبتی کی، وہ میرا نہیں!"۔

---

(۱) انظر: "الطحطاوي على المراقي" كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، صـ٦٤. و"رد المحتار" كتاب الطهارة، سنن الوضوء، ١/ ١٠٤. و"فتاوى رضويه" كتاب الصلاة، باب مکروہات الصلاة، ٥/٦٥٦۔

(٢) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، باب ترغيب في النكاح، ر: ٥٠٦٣، صـ٩٠٦.

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اِس حدیثِ پاک کی شرح میں تحریر فرمایا کہ "جو کسی سنّت کو بُرا جانے وہ اسلام سے خارِج ہے، یا جو بلا عُذر ترکِ سنّت کا عادی ہوجائے، وہ میرے پرہیزگار اُمتیوں کی جماعت سے خارِج ہے"(۱)۔

اتّباعِ سنّت کا فقدان اور امّتِ مسلمہ کی زبُوں حالی

حضراتِ ذی وقار! فرائض، واجبات اور اِتّباعِ سنّت کے فقدان کے باعث، آج ہر طرف فحاشی، عُریانی اور بے حیائی کا طوفان برپا ہے! شراب نوشی وبدکاری جیسی اَخلاق سوز برائیاں اور کبیرہ گناہ، آج ہمارے مُعاشرے اور کردار میں سرایت کرتے جارہے ہیں! رشوَت وسُود خوری کے ذریعے حُدود اللہ کو پامال کیا جارہا ہے! اَخلاقی اَقدار کا جنازہ نکل چکا ہے! آج ہماری مساجد کی ویرانی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں! ہزاروں مسلمانوں پر مشتمل آبادی میں، نماز پڑھنے والوں کی تعداد سو ۱۰۰، دو سو ۲۰۰ سے زائد نہیں ہوتی! جبکہ شاپنگ مالز (Shopping Malls)، سینما گھروں (Cinemas) اور نائٹ کلبز (Nightclubs) میں رَونق کا یہ عالَم ہے، کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی!۔

اقوامِ عالَم میں مسلمان مغلوب اور ظلم وستم کا شکار ہیں، ان کے خون کی ندیاں بہائی جارہی ہیں، ان پر دہشتگردی (Terrorism) اور انتہاء پسندی (Extremism) کے بے بنیاد اِلزام عائد کیے جا رہے ہیں، ہمارے پیارے آقا ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی جارہی ہیں، ان کے توہین آمیز خاکے (Insulting Sketches) بنائے جارہے ہیں۔

دوسری طرف ہماری بے حسی اور غیرتِ ایمانی کا یہ عالَم ہے، کہ سب کچھ اپنی آنکھوں

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" قرآن وسنّت مضبوطی سے پکڑنے کا باب، زیرِ حدیث: ۱۴۵، ۱/۱۳۵۔

کے سامنے ہوتا دیکھ کر بھی خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، حرمتِ رسول پر جان قربان کرنے، اور گستاخِ رسول کی سزا کے بارے میں شرعی حکم بیان کرنے کے بجائے، ہمیں کھانے پینے اور سونے جاگنے کی سنن زوائد (سنّتِ غیر مؤکّدہ) سیکھنے سکھانے ہی سے فرصت نہیں!!۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم آج تک اُمتِ مسلمہ کو یہ نہیں بتا پائے، کہ قرآن وحدیث میں جہاں جہاں سنّت کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے، وہاں اس سے مراد کھانے پینے، اٹھنے بیٹھے، سونے جاگنے، لباس اور عمامہ شریف کی "سُننِ زوائد" مراد نہیں، بلکہ وہاں وہ دینی تعلیمات اور اَحکام مراد ہیں، جو "سُننِ ہُدیٰ" کے زُمرے میں آتے ہیں، اور ان کا حکم واجب کے قریب ہے!۔

ہماری ترجیحات اور سارا زور بالآخر سننِ زوائد ہی پر کیوں؟

عزیزانِ محترم! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ دعوت وتبلیغ سے وابستہ آج ہمارا دینی طبقہ بھی، سُننِ ہُدی (سننِ مؤکّدہ) کی بہ نسبت، سُننِ زوائد (غیر مؤکّدہ سنّتوں) پر زیادہ کاربند دکھائی دیتا ہے! بعض حضرات اپنے تبلیغی چلّوں میں لوگوں کو فرائض وواجبات کی تعلیم دینے کے بجائے، سالہا سال سے سُننِ زوائد ہی کی تبلیغ وتاکید میں لگے ہیں، ان کے شائع کیے جانے والے تبلیغی رسائل وکتب بھی زیادہ تر سُننِ زوائد پر عمل کی ترغیب سے بھرے ہیں!۔

برادرانِ ملّت اسلامیہ! کفّار ومشرکین کو ہمارے ان اعمالِ صالحہ سے کوئی پریشانی نہیں، بلکہ وہ توخوش ہیں کہ ہم اسی میں لگے رہیں؛ تاکہ ہمیں اسلام اور شریعت کے اصل مقاصد کے لیے فرصت ہی نہ ملے، اور اسی میں ہماری زندگی تمام ہوجائے! دشمن کو ہم سے اگر کوئی پریشانی ہے، تواس پر ہے کہ ہم جہاد کی بات کریں، ہم نظامِ مصطفی

کے قیام کی بات کریں، ہم مُعاشرے میں بڑھتے ہوئے کفر، اِلحاد (Atheism)، لبرل ازم(Liberalism)اور دیگر برائیوں کو روکنے کی بات کریں!۔

سُنَنِ ہُدیٰ، جن پر عمل کی حضور نبیٔ کریم ﷺ نے خاص تاکید فرمائی، ترغیب دلائی، ترک پر وعیدیں بیان فرمائیں، انہیں یکسر نظر انداز کرنا، یا انہیں ثانوی حیثیت دینا، شرعًا کسی طور پر درست نہیں! کیا وارثانِ انبیاء ہو کر علمائے کرام اور دینی مبلّغین کو ایسا کرنا زیب دیتا ہے؟! کیا ہمارے اس عمل سے مصطفی کریم ﷺ کو اَذیت نہیں ہوتی ہوگی؟!

سُنَنِ ہُدیٰ سے مراد کیا ہے؟

میرے محترم بھائیو! سنّتِ ہُدیٰ سے مراد کیا ہے؟ آج ہمیں اس بات کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے! سُنَن ہُدیٰ سے مراد صرف نمازوں کی سُنَنِ مؤکّدہ نہیں، بلکہ پنجگانہ نمازوں سمیت دیگر تمام فرائض، واجبات اور ضروریاتِ دین بھی سُنَن ہُدیٰ میں سے ہیں، مثال کے طور پر اِلحاد واِرتداد کی روک تھام کے لیے کوشش کرنا، مُنافقت نما مصلحت سے بالاتر ہو کر مثبت انداز میں حق بات کہنا، جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل واَحکام بیان کرتے رہنا، ملّت کے جوانوں میں نئی تازہ رُوح پُھونکتے رہنا، تحفظِ ناموس رسالت پر کما حقُّہ پہرہ دینا، صحابہ واہلِ بیت کرام کی عزّت وحرمت کی حفاظت کرنا، نبیٔ کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں، قانونی طور پر اپنا اپنا بھرپور کردار ادا کرنا، مکہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ اور بیت المقدس کے تقدّس وحفاظت کا اہتمام کرنا، مسلمانوں کے دینی شعائر اور مقدّسات، مثلاً کوہِ صفاء ومَروہ، عَرفہ ومُزدَلفہ اور جمیع مساجد وغیرہا کی حفاظت کرنا، ارکانِ اسلام یعنی نماز، روزہ، زکات، حج وغیرہ کا بھرپور اہتمام کرنا، نمازِ عیدَین، عیدالاَضحیٰ کی قربانی، نماز باجماعت کا مسجد میں اہتمام کرنا، نیز لوگوں سے

مُعاملات میں بالکل کھرا اور سچا اُترنا بھی، اہم ترین سُنَنِ ہُدیٰ میں سے ہے!۔

مُعاملات میں سچ کی اہمیت

جبکہ آج ہمارے مُعاملات کا حال یہ ہے کہ سچائی ہمارے اندر نہیں، بات بات پر ہم لوگوں سے جھوٹ بولتے ہیں، لین دَین میں کھرے نہیں، لوگوں کا پیسہ لے کر واپس نہیں کرتے، امانت میں خیانت کرتے ہیں، ناپ تول میں کمی اور سَودے میں ملاوَٹ کرتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگوں سے لڑنے جھگڑنے اور مرنے مارنے پر تُل جاتے ہیں، سفر میں ہوں تو کسی کے لیے سیٹ (Seat) چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے، دوسروں کی تکلیف کا احساس نہیں کرتے، گاڑی چلا رہے ہوں تو کسی کو راستہ دینے کو تیار نہیں ہوتے، بے حسی کا یہ عالَم ہے کہ کسی کے نقصان سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا، اور جہاں اپنا مفاد ہو تو حلال و حرام کی تمیز بھول جاتے ہیں!! ہمیں اپنی ان خامیوں کوتاہیوں کو دُور کرنا ہوگا؛ کیونکہ در حقیقت یہی وہ سنن ِہُدیٰ ہیں جن پر آج ہم عمل پیرا نہیں! حالانکہ یہ وہ اُمور ہیں جنہیں قائم کرنے کی خاطر حضور اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے!!۔

سنّتِ رسول سے متعلق ہمارا طرزِ عمل

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! سنّت سے مراد صرف یہی نہیں، کہ وہ کام نبیٔ کریم ﷺ نے بھی عملی طور پر کیا ہو، بلکہ جس چیز کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا، یا خاموش رہ کر اُس پر رضامندی کا اظہار کیا، وہ سب کام بھی سنّت ہیں۔ آج ہم کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی ظاہری سنّتیں تو بڑے ذَوق وشَوق سے بیان کرتے ہیں، مگر افسوس کہ نسلِ نَو کو کفر، اِرتداد اور اِلحادی سازشوں (Atheistic Conspiracies) ہتھکنڈوں سے آگاہ کرنے میں، بسا اوقات ہم کوتاہی کر جاتے ہیں!۔

آج ہم لوگوں کو یہ تو بتاتے ہیں کہ اسلام اَمن کا دِین ہے، لیکن جہاد کے فضائل بیان نہیں کرتے، اللہ رب العزّت نے جہاد کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا، آج ہم وہ آیاتِ قرآنیہ تک لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہوئے ڈرتے ہیں! نام نہاد مصلحت اور خوف کا شکار ہو جاتے ہیں؛ کہ کہیں حکومت کی طرف سے ہم پر پابندی عائد نہ کردی جائے! کہیں ہمیں گرفتار نہ کرلیا جائے! ہماری دعوت وتبلیغ کا سلسلہ کہیں مَوقوف نہ ہو جائے! کہیں ہم پر دہشتگردی کا اِلزام نہ لگ جائے!۔

آج ہماری دینی غیرت وحمیت کی پستی کا یہ عالَم ہو چکا، کہ نبئ رحمت ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی صورت میں ہونے والی توہینِ رسالت، توہینِ صحابہ اور اس پر حکومتی بے حسی کے خلاف، صدائے احتجاج تک بلند کرنے سے ہم گھبراتے ہیں!۔

میرے محترم بھائیو! ہمارے زمانے میں دینی طبقے، اور قائدین (Leaders) کی شخصیت پرستی اور خود نمائی (Self-Expression) کا یہ حال ہو چکا، کہ ہر ایک اپنی ذات کو پروموٹ (Promote) کرنے کے چکر میں لگا ہوا ہے، اللہ ورسول کے بجائے اپنے نعرے لگوائے جا رہے ہیں، سب نے اپنا اپنا جھنڈا اونچا کر رکھا ہے، اپنے اپنے مفادات کے پیشِ نظر مخصوص مشن (Mission) اور اَہداف (Goals) مقرّر کر رکھے ہیں!!۔

انتہائی غور طلب بات ہے کہ تمام دینی ادارے، انجمنیں (Associations)، آرگنائزیشنز (Organizations) تنظیمیں، دینی مدارس اور خانقاہوں کا اصل مقصد تو یہ تھا، کہ دین کے کام کو آگے بڑھایا جائے، لیکن اس کے برعکس عملی مظاہرہ وحقائق یہ ہیں، کہ ہمارے ذاتی نام اور کام تو بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں، مگر اصل دینی اسلامی ترجیحات پیچھے رہ گئی ہیں! مدارس کے مہتمم، خانقاہوں کے گدی

نشین، تنظیموں کے قائدین وذمّہ داران، دن بدن مالدار سے مالدار ترین ہوتے جارہے ہیں، ان کا طرزِ زندگی بہتر سے بہترین ہوتا جارہا ہے، ان کے بینک بیلنس (Bank Balance) میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے، ان کی کوٹھیاں اور بنگلے مسلسل تعمیر ہورہے ہیں، لیکن آج ہمارے مدارس اور فعّال ادارے ویران ہوئے ہیں !!۔

آج ہماری تبلیغی جماعتوں اور تنظیموں میں جہالت اور بے عملی کاراج ہے !انہیں سُنن ہُدیٰ اور سنن زوائد میں باہمی فرق تک معلوم نہیں ! ہمارے پیر صاحبان کی خوشامد پسندی کا یہ عالَم ہے، کہ سامنے بیٹھ کر لوگوں کے منہ سے اپنی تعریف سننا انہیں بہت اچھا لگتا ہے، اگر کوئی اعتراض کرے تو کہتے ہیں کہ "ہم نے انہیں تعریف کرنے کو کب کہا ہے ؟ یہ ہمارے کہنے پر نہیں بلکہ اپنی مرضی سے کر رہے ہیں"، سوال یہ ہے کہ آپ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا کیوں نہیں ؟آپ کے قصیدے پڑھنے والے خوشامدی چاپلوس لوگ، آپ کے مرید اور عقید تمند ہیں، اگر آپ انہیں خوشامد سے روکتے تو وہ یقیناً رُک جاتے، لیکن روکے کون ؟آہ !نفس آڑے آجاتا ہے؛ کیونکہ اپنی واہ واہ تو سبھی کو اچھی لگتی ہے !۔

میرے محترم بھائیو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان کی تعریف وتوصیف بیان کرنا عبادت ہے، ان کے علاوہ کسی اَور کو یہ حق حاصل نہیں، لیکن آج یہ وَبا اتنی عام ہو چکی ہے کہ ہمارے دینی قائدین، سیاستدان، پیر صاحبان، مقرّرین اور نوٹ خور حضرات، سب اپنی خوشامد سُن اور دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں، بلکہ خوشامد کرنے والوں کو اپنا خاص قُرب بخشتے ہیں !انہیں اِعزاز واِکرام اور مختلف عُہدوں سے نوازتے ہیں، ان کے گریڈ(Grade) میں اضافہ کرتے ہیں !۔

یاد رکھیے ! ایسا کرنا تکبّر کی علامت ہے، مصطفی جانِ عالَم ﷺ نے اس چیز کو سخت ناپسند فرمایا، حضرت سیّدنا ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کے سامنے ان کی خوشامد وچاپلوسی کرنے لگا، حضرت مقداد بن اَسوَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مٹی لے کر اُس کے چہرے پر ڈال دی اور فرمایا، کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا: «أَنْ نَحْثِيَ فِي وُجُوهِ المَدَّاحِينَ التُّرَابَ»[1] کہ "خوشامدی اور چاپلوس کے چہروں پر مٹی ڈال دو!"۔

ایک مقام پر حضرت سیِّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ مِنْ خُلُقِ المُؤْمِنِ التَّمَلُّقُ»[2] "مسلمان خوشامد پسند نہیں ہوتا"۔

لہٰذا آج ہمیں خوب غور وفکر سے کام لینا ہے، کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں ؟! اور کس شریعت پر عمل پیرا ہیں ؟! یہ خوشامدی اور چاپلوس لوگ، پوری امّت کے لیے انتہائی مضر اور فسادی ناسُور ہیں ! جو ہمیشہ سے اَقوامِ عالَم کو اپنے ذاتی مفادات کی دیمک سے چاٹ چاٹ کر برباد کرتے رہے ہیں ! لہٰذا ایسے بدبختوں سے جان چھڑانا وقت کی اشدّ ضرورت ہے، لازم ہے، فرض ہے !۔

اسی طرح مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے جشنِ ولادت کو جواز بنا کر، مسلمانوں کا بڑے پیمانے پر آج اپنے جشن منانا، یا کسی گدی نشین اور پیر صاحب کا اپنے جشن کی بدعت اپنانا، کیا مناسب امر ہے ؟! ہم نبیٔ کریم ﷺ کی متروک (مٹی ہوئی) سنّتوں کو

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الزُهد والرقائق، ر: ٧٥٠٥، صـ١٢٩٦.

(۲) "شعب الإيمان" حفظ اللسان، ر: ٤٥٢٢، ٦/ ٤٩٥.

زندہ کرنے کے بجائے، اپنے اپنے پیروں کی سنّتوں (طریقوں) پر عمل کی بدعت کیوں رائج کررہے ہیں ؟! کیا ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنّت کافی نہیں ؟! آج ہم ایسے کاموں میں کیوں پڑگئے، جسے آنے والی نسلیں حجت بنا کر غُلو اور گمراہی کا شکار ہوجائیں ؟!

یاد رکھیے! کسی کام کو شروع کرنے کے لیے اتنا کافی نہیں، کہ کہیں اس کی مُمانعت نہ ہو، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ "سدِّ ذرائع" کے اُصول کو بھی پیشِ نظر رکھنا اشد ضروری ہے! سدِّ ذرائع سے مراد ایسا عمل ہے جو فی نفسہ تو درست ہو، مگر اپنے انجام کے اعتبار سے وہ کام، مستقبل میں کسی فتنہ، فساد اور بگاڑ کا سبب بن سکتا ہو! لہذا ایسے عمل کی روک تھام کے لیے اُسے ممنوع قرار دینا "سدِّ ذرائع" کہلاتا ہے[1]، بلکہ ایسی چیزوں منع کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنّت ہے۔

حضرت سیّدنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں، کہ مجھ سے (کعبۃُ اللہ شریف) کے بارے میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَاعَائِشَةُ! لَوْلاَ قَوْمُكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ، لَنَقَضْتُ الكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ: بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ، وَبَابٌ يَخْرُجُونَ»[2] "اے عائشہ! اگر تمہاری قوم ابھی نئی نئی کفر سے اسلام کی طرف نہ آئی ہوتی (یعنی دَورِ جاہلیت (زمانۂ کفر) سے قریب نہ ہوتی، اور اُن کے بدظن ہوکر دوبارہ کفر کی طرف لَوٹ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا) تو میں کعبۃُ اللہ کو مِہندِم کرکے اَز سرِ نَو تعمیر کراتا، اور اس کے دو ۲ دروازے بنادیتا، ایک دروزے سے لوگ داخل ہوتے، اور دوسرے سے باہر نکلتے!"۔

---

(۱) انظر: "الوجيز في أصول الفقه" لعبد الكريم زيدان، صـ۳۱۰، ملخصاً.

(۲) انظر: "صحيح البخاري" كتاب العلم، ر: ۱۲۶، صـ۲۷.

میرے محترم بھائیو ذرا غور فرمائیے ! نبئ کریم ﷺ تو خود صاحبِ شریعت ہیں، اس کے باوُجود آپ نے لوگوں کو ممکنہ فساد سے بچانے کے لیے، بیت اللہ میں دو ۲ دروازے بنانے کا ارادہ ترک فرمادیا! لہذا ہمیں چاہیے کہ ذرا ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچیں، اور اس طرح کی بدعات کے سبب، مستقبل میں پیدا ہونے والی خرابیوں اور فسادات کے آگے، ابھی سے بند باندھیں! اللہ کریم ہمیں حق سننے اور اسے قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

بدعت کے مقابلے میں سنّت کو اختیار کیجیے

عزیزانِ مَن! یقیناً شریعتِ اسلامیہ کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اچھی چیز کی اِیجاد، اللہ تعالی کی رضا کی غرض سے ہو، تو محمود ومطلوب ہے، بشرطیکہ اس کے سبب فرض، واجب یا سنّت زائل نہ ہوں، لیکن اگر کسی بدعت کے باعث، کسی واجب یا سنّت کا ترک لازم آئے، یا اس کے سبب کوئی واجب یا سنّت مٹتی ہو، تو وہ "بدعتِ سیّئہ" (بُرا کام) ہے، اور اگر اس بدعتِ سیّئہ کے اِرتکاب سے واجب کا ترک لازم آئے، تو وہ بدعت حرام ہے۔ مثال کے طور پر اہلِ سنّت وجماعت کے سِوا، دیگر عقائد ونظریات اور باطل فِرقوں کی اِیجادات[1] وغیرہ۔

اگر بدعتِ سیّئہ کے ارتکاب سے صرف سنّت کا ترک لازم آئے، تو ایسی بدعتِ سیّئہ مکروہ ہے، جیسے بے ضرورت ہوٹلنگ (Hoteling)، رات دیر تک جاگ کر انٹرنیٹ (Internet) پر فلمیں ڈرامے وغیرہ دیکھنا، یہ وہ بدعاتِ سیّئہ ہیں جن کے باعث خرچ میں

---

(١) "الفتح المبين لشرح الأربعين" تحت الحديث ٥ و٢٨، صـ١٠٦، ١٠٧ وصـ٢٢٢. و"جاء الحق" بدعت کے معنی اور اس کی اَقسام، ۱۸۱تا۱۸۳۔

میانہ رَوی، اور رات دیر تک جاگ کر، عبادت و رِیاضت کی سنّتوں کا ترک لازم آتا ہے!۔

عزیزانِ گرامی قدر! بدعتِ سیّئہ کا ارتکاب سنّت کے مٹنے کا باعث ہے، لہذا ہمیں نئی نئی باتوں اور نت نئے رَواج کے مقابلے میں، سنّتِ رسول کو اختیار کرنا ہے؛ کہ یہی ہمارے حق میں سب سے بہتر ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ؛ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بِدْعَةٍ»[1] "جب کوئی قوم بدعت اِیجاد کرتی ہے، تو (اس بدعت کے باعث) اس کے مثل سنّت اُٹھ جاتی ہے؛ لہذا سنّت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، بدعت ایجاد کرنے سے بہت بہتر اور ضروری ہے!"۔

بدعتِ سیئہ (بُرا طریقہ) رائج کرنے کا گناہ

جن بُری بدعتوں کے باعث سنّتیں مٹ جائیں، وہ انتہائی مذموم اور گناہوں میں اضافے کا باعث ہیں، حضرت سیّدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَنّ في الإسلامِ سنّةً سيّئةً، كان عليه وِزرُها ووِزرُ مَنْ عمِل بها مِن بعدِه، مِن غيرِ أنْ ينقُصَ مِن أوزارِهم شيءٌ!»[2] "جو اسلام میں کوئی بُرا طریقہ جاری کرے، اس پر اپنا بھی گناہ ہے، اور اُن تمام لوگوں کا بھی گناہ ہے، جو بعد میں اس پر عمل کرتے رہیں گے، اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی!"۔

میرے محترم بھائیو! ایسے نئے نئے طریقوں اور رَواج سے بچنا، ہر مسلمان پر لازم ہے، لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ نبئ کریم ﷺ کی سنّت کی پیروی کرے، اور

(۱) "مسند الإمام أحمد" حديث غُضَيف بن الحارث، ر: ١٦٩٦٧، ٦/ ٤٠، ٤١.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الزكاة، ر: ٢٣٥١، صـ٤١٠، ٤١١.

کسی بُری بدعت کے باعث جو سنّتیں مٹ گئی ہوں، یا مٹ رہی ہوں، ان کے اِحیاء (زندہ کرنے) میں اپنا کردار ادا کرے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سنّتِ مصطفی کا پابند بنا، ہمیں سُننِ ہُدی اور سُننِ زوائد دونوں پر عمل کی توفیق عطا فرما، ہمیں بدعتوں سے بچنے اور متروک سنّتوں کو زندہ کرنے کا جذبہ عطا فرما، اے اللہ ہمیں ہمت دے، توفیق دے، جذبہ دے کہ ہم حضور صاحبِ شریعت ﷺ کی سنّتِ کریمہ سے ہٹ کر، ہر نئے انداز اور نئے طریقے کو رَد کردیں، اسے چھوڑ کر شاہِ مدینہ، ماہِ نُبوّت ﷺ کی سنّت کے مطابق زندگی بسر کرنے، اور مقاصدِ شریعت کو سمجھنے کی توفیق دے!۔

اے اللہ ہمارے دِین دار طبقے کو توفیق دے، کہ وہ لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے، انہیں اپنی ذات کے گرد گھمانے کے بجائے، آقائے نامدار، تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ اور ان کی سنّت کا گرویدہ بنانے میں لگ جائیں! حضور ﷺ کی دُکھیاری اُمّت کو اپنا اور اپنے اُصول کا پابند بنانے کے بجائے، ہمیں توفیق دے کہ ہم لوگوں کو شریعت وسنّت کا پابند بنانے میں، اپنی بھرپور توانائیاں صرف کریں!۔

اے اللہ ہماری قوم کے بڑوں کو ہدایت دے، ان کی اِصلاح فرما، ان سے راضی ہوجا، ان سب کو اور ہمیں بھی شریعت وسنّت کا پابند بنا، ہم سب کو خود پسندی اور خود فریبی کے شیطانی جال سے نَجات عطا فرما، آمین یارب العالمین!۔

واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

۲۰۲۰ء

(جلد اوّل و دوم)

تالیف

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالٰی

اسلامی عقائد و مسائل

تالیف و ترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالی

تقریظاتِ جلیلہ

علامہ محمد احمد مصباحی – علامہ عبد الستار سعیدی

علامہ جمیل احمد نعیمی – مفتی محمد الیاس رضوی

مفتی نظام الدین رضوی – علامہ عبد المبین نعمانی

صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری

أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام و مرتبہ اور فضائل و مناقب پر مشتمل ایک مستند تحریر

اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تالیف و ترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

مُعاوِن

مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی حفظہ اللہ تعالیٰ

تحقیقاتِ امامِ علم وفن

تصنیف

امامِ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اصلاح و تقدیم

نبیرۂ صدر الشریعہ

حضرت علّامہ مفتی فیضان المصطفی اعظمی حفظہ اللہ تعالیٰ

تحقیق و ترتیبِ جدید

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

تحسين الوُصول

إلى مصطلَحِ حديثِ الرَّسول ﷺ

(عربي - اردو)

بقلم

د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني حفظه الله تعالى

ويليه

المنظومة البَيقُونيّة

للعلّامة طه بن محمد البَيقُوني (ت ١٠٨٠ه)